بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیات رضا کی ایک نئی جہت پر پہلی کتاب بنام

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور القاب نوازی

﴿مصنف﴾

مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

جامعۃ المدینہ فیضان رضا، بریلی شریف، یوپی

﴿ناشر﴾

فخر ملت فاونڈیشن، جنک پور، نیپال

۞......نام کتاب	:	امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور القاب نوازی
۞......مصنف	:	مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی
۞...... تصحیح ونظر ثانی	:	مصلح قوم وملت علامہ محمد عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ
۞...... پروف ریڈنگ	:	مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی صاحب قبلہ
۞......کمپوزنگ	:	بدست خود و مولانا علاء الدین امن رضوی
۞...... تزئین	:	حضر مولانا محمد اسلم مصباحی صاحب قبلہ
۞......اشاعت اول	:	۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء (بموقع جشن صد سالہ عرس رضوی)
۞......ناشر	:	فخر ملت فاونڈیشن، جنک پور، نیپال
۞......صفحات	:	۲۵۶ --- ۞ ......ہدیہ : ۲۰۰/ روپے

.... ۞ ملنے کے پتے ۞ ....

☆...... دار العلوم مصباح المسلمین، علی پٹی، مہوتری، نیپال

☆...... جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر جنک پور، دھنوشہ، نیپال

☆...... دار العلوم رضویہ اصلاح المسلمین، بھمر پورہ، مہوتری، نیپال

☆...... دار العلوم عطاے مصطفےٰ، بیلا، جنک پور، دھنوشہ، نیپال

☆...... دار العلوم امانیہ امان الخائفین، علی پٹی، مہوتری، نیپال

☆...... مدرسہ محمدیہ برکاتیہ، بھمر پورہ، مہوتری، نیپال

☆...... خانقاہ اسماعیلیہ، کھردہ، کولکاتا ۱۱۷

شرفِ انتساب

امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم

غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زبدۃ العارفین خواجہ سید امیر ابو العلا

ہم شبیہ غوث اعظم سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محدث اعظم سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جلالۃ العلم ابو الفیض حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مفسر قرآن پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا سید ظہور الحسین سادات پوری مد ظلہ العالی

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی مد ظلہ العالی

کلماتِ تبریک

حکیم ملت پیر طریقت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی)
خانقاہ اسماعیلیہ، کھر دہ، کولکاتا-۱۱۷

سال رواں ہر طرف جشن رضا کی تیاری ہے، ہر جانب رضا صدی کی دھوم دھام ہے، مختلف ممالک سے عقیدت مندان رضا اپنے امام کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے میں مصروف ہیں، کہیں ان کے نام تقریب قرآن خوانی کی تیاری ہو رہی ہے تو کہیں مدارس و مساجد کی بنیاد رکھی جا رہی ہے تو کہیں کثیر تعداد میں کتب و رسائل اور پمفلیٹ وغیرہ کی اشاعت ہو رہی ہے۔ غرض کہ ہر چہار جانب سال رضا اور رضا صدی کے چرچے ہیں۔

الحمدللہ! ملک نیپال سے بھی اپنے محسن و امام کی بارگاہ میں کتب و رسائل کے ذریعہ ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کی مہم جاری ہے، اسی مہم کی ایک اہم، مضبوط اور نئی کڑی ولدی الاعز مولانا **محمد عطاء النبی حسینی مصباحی** ابوالعلائی کی کتاب "امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور القاب نوازی" ہے۔ فقیر کی ناقص و محدود معلومات کے مطابق کتاب مذکور اپنے موضوع کے اعتبار سے پہلی اور منفرد کاوش ہے۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے اکابر و معاصر کے ساتھ ادب و تعظیم کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہیں اپنے اصاغر کے ساتھ کشادہ قلبی اور اصاغر نوازی کی صاف تصویر بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔

راقم بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ مولائے کریم! مصنف موصوف کو ان کی محنت کا صلہ عطا فرمائے، کتاب مذکور کو قبولیت عام نصیب فرمائے اور ہم اہل سنت کو اس کتاب کے مطالعے اور اس سے استفادہ کی توفیق رفیق بخشے، آمین بجاہ جد الحسن والحسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فقیر ابوالعلا محمد اسماعیل حسینی چترویدی
خانقاہ اسماعیلیہ، کھر دہ، کولکاتا-۱۱۷

فہرست مضامین

بابِ دوم: اکابر ومعاصر القاب یافتہ

باب سوم: شاگردان و خلفا القاب یافتہ

☆ ☆ ☆

تقریظِ نوری

امین شریعت فخر نیپال حضرت **مفتی محمد اسرائیل رضوی** صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث والتفسیر دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مہوتری، نیپال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً

انسان اس دنیا میں آتا ہے تو پہلے اسے کوئی نہ کوئی نام دیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس کی پہچان ہو سکے اور لوگ انھیں اسی نام سے پکارے۔ جب یہی انسان اپنے کردار و عمل کے دور سے گزرتا ہے اور اپنے منفرد اخلاق و کردار اور صفات و کمالات کے ایسے نقوش اجاگر کرتا ہے جو دوسرے لوگوں میں بہت کم ہی پائے جاتے ہیں تو انہی انفرادی وامتیازی حیثیت کی بنا پر معاشرہ انھیں ایسے لقب سے ملقب کرتا ہے جس کے وہ حق دار ہے اور ان کے صفات و کمالات سے متعلق ہے۔

جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں بے شمار ایسی شخصیتیں ملیں گی جنھیں اچھے اور عمدہ القاب و خطاب سے یاد کیا گیا۔ جیسے خلیل اللہ، ذبیح اللہ، کلیم اللہ، روح اللہ، سیف اللہ، صدیق، فاروق، غنی، اسد اللہ، امام الائمہ کاشف الغمہ، وغیرہم۔

اسی طرح جب ہم چودھویں صدی ہجری کا جائزہ لیں تو اس صدی میں بہت عظیم و باکمالات شخصیتیں پیدا ہوئیں انھیں شخصیتوں میں ایک امام عشق و محبت آقائے نعمت اعلی حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شخصیت ہے۔ اعلی حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اللہ عزوجل نے ایسی شہرت و مقبولیت سے نوازا کہ عرب و عجم کے مشاہیر علمائے کرام و مشائخ عظام نے رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عشق و محبت، تجدیدی کارناموں اور ان کے صفات

حمیدہ و کمالات عظیمہ کی بنیاد پر بڑے بڑے اور اچھے القابات و خطابات سے یاد کیا اور آج بھی اپنے اور بیگانے ان کے عظیم کارناموں کی وجہ سے باوقار اور حسن القاب و خطاب سے یاد کررہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ نیز آپ نے بھی اپنے ہم عصر علمائے عظام کی دینی خدمات، خداداد صلاحیتوں اور ان کے صفات و کمالات کو دیکھ اور پرکھ کر معزز و مکرم القابات و خطابات سے نوازا اور دنیائے سنیت نے ان القابات و خطابات کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دیکھ رہی ہے۔

زیر نظر کتاب **"امام احمد رضا اور القاب نوازی"** فاضل گرامی قدر مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی اطال اللہ عمرہ وزاد علمہ و شرفہ کی ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ جو اپنے اندر بہت سی خوبیوں کو سمیٹ رکھی ہے۔ اور مولانا موصوف اپنی گوناگوں مصروفیت کے باوجود سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور ان کے ہم عصر علما و مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے القابات و خطابات پر مختصر مگر بڑی تلاش و جستجو اور تحقیق و تدقیق کے بعد جامع تحریر پیش کی ہے تاکہ عوام و خواص بھی ان شخصیات کے علم و فضل اور مقام و مرتبہ سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ مولانا موصوف ایک بہترین باصلاحیت عالم دین، صاحب قلم، عمدہ فکر کے مالک اور مزاج میں سنجیدگی کے حامل ہیں۔ اب تک ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جس سے ان کی قلمی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے نیز ملک نیپال سے نکلنے والا مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان "سہ ماہی سنی پیغام نیپال" کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے صدقے فاضل گرامی موصوف کو مزید قلمی و لسانی صلاحیت و قوت عطا فرمائے اور علم و عمل میں ترقی بخشے! آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

مفتی محمد اسرائیل رضوی

خادم الحدیث والتفسیر دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی، مہوتری، نیپال

۲/اکتوبر ۲۰۱۸ء

تقریظِ رضوی

فقیہ النفس قاضی نیپال حضرت **مفتی محمد عثمان رضوی قادری** مدظلہ العالی
مفتی و قاضی ادارۂ شرعیہ نیپال و شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ بر کاتیہ، جنک پور دھنوشہ، نیپال

اس دنیاے رنگ و بو میں القاب اور القاب نوازی کی کثرت و بہتات ہوگئی ہے، صالح، غیر صالح، لائق، غیر لائق کسی کو بھی القاب نوازی میں فرق نہیں کیا جاتا اور جیسے تیسے کو القاب دے دیے جاتے ہیں۔ القاب دینے والے یہ بھی نہیں سوچتے کہ میں جسے عمدہ القاب سے یاد کر رہا ہوں وہ اس لائق ہے بھی یا نہیں۔ اپنا رشتہ مستحکم کرنے کے لیے ہر کس و ناکس کی منہ بھرائی کر دیتے ہیں اور خود اپنا وقار مجروح کر لیتے ہیں جب کہ ہمارے اسلاف و اکابر نے اسی کو کسی لقب سے یاد کیا جو اس لقب کے لائق و فائق تھے۔ اس طومار بازی میں اس دور کے اناو نسر اور شہرت کی ہوس رکھنے والے اشخاص تو پچاس قدم آگے ہیں، وہ نہیں دیکھتے کہ کون کیا ہے بس زمین کے قلابے آسمان سے ملا دیتے ہیں۔ لیکن اس القاب نوازی میں بھی ہمارے اکابر ہمارے رہنما ہیں ان میں سے ایک امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات بھی ہے جن کی القاب نوازی جب ہم نے دیکھی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیوں کہ آپ نے جس کو جس لقب کے مناسب دیکھا ان کو اسی لقب سے نوازا۔ لیکن اب تک امام اہل سنت کا یہ پہلو پردہ خفا میں تھا۔

اس پہلو پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹاتے ہوئے عزیز گرامی مولانا الاعز محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابو العلائی سلمہ نے ''امام احمد رضا اور القاب نوازی'' کے نام سے اس پہلو پر

تحقیقی تحریر پیش کی ہے جو قابل مطالعہ ہے اور اپنے موضوع پر بالکل نئی پیش رفت اور پہلی کاوش ہے کیوں کہ اب تک اس موضوع پر کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گزری ہے۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ طفیل اس کتاب کو عام تام فرماکر مقبول انام بنائے اور مصنف سلمہ کی زبان وقلم میں خوب سے خوب تر ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین باد

محمد عثمان الرضوی القادری

مفتی وقاضی ادارۂ شرعیہ نیپال وشیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جنک پور دھنوشہ، نیپال

۹؍ستمبر ۲۰۱۸ء

تقریظِ مصباحی

امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب قبلہ
بانی و جنرل سیکرٹری مرکز برکات رضا ایجوکیشنل ٹرسٹ میرا روڈ بمبئی

اللہ تو علیم و قدیر ہے۔ وہ تو جانتا بھی ہے اور قدرت بھی رکھتا ہے۔ جسے چاہے، جیسا، جتنا اور جب چاہے، وہ نواز دے۔ بے وزن کنکر کو پہاڑ بنا دے، بے مایہ بوند کو دریا کر دے اور محض معمولی ایک شعاع کو شعلۂ جوالہ کا روپ دے دے، اس کے دینے اور نوازنے پر کس میں یارا اور چارہ ہے، جو چیں بہ جبیں ہو کر اٹھے۔ صبح کی سادگی کتنی بھلی اور فرحت بخش معلوم و محسوس ہوتی ہے۔ اسی پر کیف ماحول میں جب سورج طلوع ہوتا ہے، تو وہ بھی سنہرا و سہانا دکھائی دیتا ہے۔ نصف النہار کا وقت سورج کے شباب کا ہوتا ہے۔ اس وقت پھر کسی کی مجال نہیں کہ اس کی طرف کوئی میلی نظر سے بھی دیکھ سکے۔ یہ تو روز مرہ کا مشاہدہ گواہ ہے۔

اپنے دور میں اعلیٰ حضرت بھی انگنت انسانوں کے بے پناہ انبوہ میں ایک انسان تھے، لیکن کیسا انسان ؟۔ وہ انسان، جس نے اپنے کسب سے کم، اللہ علیم و علام و وہاب کے وہب و کرم سے ایک ایسا انسان عظیم و جلیل بن کر آفاق عالم پر چھائے کہ پھر دوسرے انسانوں کا ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا قدرے مشکل ہو گیا۔ وہاب کریم نے ایسا نواز دیا کہ اسلامیان عالم کے لیے ہر میدان کا شہریار اور علم و حکمت کی تمام مملکت کا تاجدار بنا دیا۔ علوم و فنون کی اس شہریاری کا شہرہ گذشتہ ایک صدی سے ہے اور اس تاج داری کا ڈنکا بج رہا ہے۔ مشرق و مغرب سے جو آواز آ رہی ہے، یہ اس کی کھلی کھلی شہادت ہے اور ماہرین و محققین کے لکھے ہوئے ہزاروں ہزار صفحات زبان حال سے چیخ چیخ کر گواہی دے رہے ہیں۔

اللہ کریم نے ان کو اپنی قدرت کا واضح مظہر بنایا۔ اپنے محبوب کریم کا روشن معجزہ بنایا۔

اپنے دین کا سپاہی کیا اور سالار بنایا۔ اس بندۂ عظیم و برتر نے اپنے من کو مارا، دھن کو چھوڑا اور تن کو تج دیا۔ رب کریم نے دینی خدمت کا جو فریضہ سپرد کیا تھا، اس بندۂ خاص نے جی جان لگا کر انجام دیا۔ اس کے صلے میں خدا نے جب چاہا کہ احمد رضا اسلامیان عالم کے دلوں کی دھڑکن بن جائے، رگوں میں خون بن کر دوڑے اور خوش بو بن کر روحوں میں سما جائے، تو عالم اسلام نے انہیں ایسا ہی بنا ڈالا۔ رب کریم کے اس فضل و کرم پر شکر و امتنان کے جتنے طغرے سجائے جائیں اور بطور تشکر جبین نیاز کے جتنے سجدے لٹائے جائیں، کم ہی کم ہیں۔

امام احمد رضا کے علمی و روحانی کمالات اور کارناموں میں ایک نہایت نمایاں کارنامہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ بنام ''کنزالایمان'' بھی ہے۔ جب سے یہ ترجمہ شائع ہوا ہے، تب سے اس ترجمے کی خصوصیات اور امتیازات پر اہل علم اور صاحب قلم حضرات کا علمی و فنی ارمغان و خراج پیش ہوتا رہا ہے۔ ایسی کاوشوں کی تعداد بھی سیکڑوں میں ہے۔ حتیٰ کہ جامعاتی سطح پر بھی تحقیقی مقالے لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی گئیں ہیں۔ لیکن دینی و عصری ہر دو سطح کے محققین کا کہنا نہ صرف یہ ہے کہ جس سمت آ گئے ہیں، سکے بیٹھا دیے ہیں، بلکہ اس کے آگے بھی یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ یہ تو بس ساحل کی سیر ہے یا پھر اس بحر بے کراں کی چند موجیں ہی ہیں۔ اس بحر کے طول و عرض اور عمق کی پیمائش بہت مشکل ہے۔

قرآن کریم، جو تمام علوم و فنون کا اصل سرچشمہ اور منبع و مرکز ہے اور جس کے تراجم و تفاسیر سے لائبریریاں بھری ہوئی ہیں، اس کتاب حکمت کی خدمت اعلیٰ حضرت نے جس نئے نرالے انوکھے اسلوب و آہنگ میں کی ہے، وہ انہیں کا حصہ و جثہ ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کیا اور نام ''کنزالایمان'' رکھا ہے۔ اس ترجمے کا ایک اختصاصی پہلو اس کا سائنٹفک اسٹائل، سائنسی مزاج اور سائنسی الفاظ و مصطلحات پر مشتمل ہونا بھی ہے۔ یہ خاکسار اس میدان کا آدمی نہیں، سائنس ہی کے اکسپرٹس و انٹلیکچولس کی تحریریں موجود و مطبوع ہیں۔ میں مثالیں درج کر کے اپنی بات طول دینا بھی نہیں چاہتا۔ ہاں! البتہ اس حوالے سے ایک کتاب ''اعلیٰ حضرت کی سائنسی خدمات'' کمپوزنگ ہو رہی ہے۔ جلد ہی منظر عام پر آ جائے گی۔ تاکہ دنیا جانے اور اس رخ سے بھی ''کنزالایمان'' کا مطالعہ کیا اور

جائزہ لیا جائے۔ سائنس کے ماہرین اور طلبہ کو اس طرف متوجہ کیا جائے۔

اعلیٰ حضرت کے علمی کمالوں میں ایک کمال یہ بھی ہے کہ جس فن کی بحث اٹھاتے اور گفتگو کرتے ہیں، تو خاص اسی فن کی لغت، اصطلاحات اور اس کی فنی نزاکت و باریک بینی کا بھر پور لحاظ رکھتے ہیں اور موضوع کو اس کے منتہائے کمال تک پہنچاتے ہیں۔ جس میں اس فن کے اصول و قواعد اور کلیات و جزئیات کی جلوہ گری تو ہوتی ہے، مگر اس سے الگ اعلیٰ حضرت کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ دوسرے فنون سے بھی اس کی تائید میں دلائل و شواہد پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ''الدولۃ المکیہ'' اعلیٰ حضرت کی بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس میں دینی علوم کا دریا جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے، وہ تو ہے ہی، لیکن ''علم غیب مصطفی'' کے ثبوت میں علم ریاضی کے ذریعہ جو ناقابل تردید دلائل پیش کیے ہیں، خاصے کی چیز ہے۔ جس کی طرف کم ہی افراد کی نظر ہے۔

علی گڈھ کے پروفیسر شبیر حسن غوری نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت علوم ہیئت و حکمت کے آخری دانائے راز تھے، تو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان کے استاذ ریاضی پروفیسر ابرار حسین کتاب مذکور میں فن ریاضی کی بحث دیکھ اور پرکھ کر لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علم ریاضی میں اجتہادی بصیرت کے حامل اور موجدانہ شان کے مالک ہیں۔ اسی طرح حکیم محمد سعید کراچی فتاوی رضویہ کے چند اوراق مطالعہ کرنے لینے کے بعد یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت فقہی مسائل کے ضمن میں طب و حکمت کے موضوع پر جو بحث کرتے ہیں، تو وہ طبابت و حکمت اور جدید میڈیکل سائنس میں ان کی دور بینی، ژرف نگاہی اور گوناگوں علوم و فنون کی جامعیت کا بین ثبوت ہے۔ اسی طرح فقہی ابواب ہی میں عالمی تجارتی منڈی و جدید بنک کاری کے اصول و احکام پر حیرت انگیز مہارت و بصیرت کے لیے پروفیسر رفیع اللہ صدیقی اور پروفیسر عبد المجید صدیقی صاحب مالیگاؤں کے مقالے دیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ اس لیے کہ اعلیٰ حضرت کی ذات اور علمیت پر اب تک جتنا کام ہوا اور ہو رہا ہے، زیادہ تر کا تعلق ذات، علمیت، خدمات کے تعارف پر ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے۔ یہ کام اسی اسی طرح ہوتا رہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فکر، جو خالص اسلامی فکر ہے، اس فکر اور اس فکری مشن کو بھرپور زور و قوت اور حکمت و تدبیر

سے آگے بڑھایا جائے تاکہ ہماری جماعت اور ہماری نئی نسل خود اعتمادی اور خود کفالتی سے مالامال ہو سکے۔ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ آج دیکھا یہ جارہا ہے کہ جتنا کام ہو رہا یا کیا جا رہا ہے، اس سے کہیں زیادہ اس کی کام کی تشہیر اور تعارف کیا جارہا ہے۔جو اخلاص کے منافی ہے۔اللہ کریم ہمیں اپنی رضا کے لیے خلوص نیت کے ساتھ دینی و علمی کاموں کے کرنے کی توفیق دے اور شرف قبولیت عطا فرمائے۔

محب گرامی حضرت مولانا محمد عطاء النبی صاحب،،جن سے میری نہ تو براہ راست ملاقات ہے، نہ تعارف۔یہ اس خاکسار و بے مایہ کی کم نصیبی ہے۔مگر خوشی ہوئی کہ کیسے کیسے با صلاحیت افراد کہاں کہاں کس کس گوشے میں بیٹھ کر افکار رضا کی مشاطگی میں مصروف ہیں۔ابھی چند دن ہوئے اچانک ان کا فون آیا اور ٹیلی فونک رسمی گفتگو ہوئی ۔ پھر ان کی فرمائش ہوئی کہ ان کی تازہ ترین کاوش علمی ''امام احمد رضا اور القاب نوازی '' جس کی انہوں نے پی ڈی ایف فائل برقی لہروں پر ہی ارسال فرمائی، یہ خاکسار راقم غلام جابر شمس دیکھے بھی اور کچھ اظہار خیال بھی کر دے۔ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔بس یہی حال اس خاکسار کا ہے۔ان کی کتاب ''امام احمد رضا اور القاب نوازی'' کی پی ڈی ایف فائل میرے سامنے ہے۔مگر یہ ناکارہ و نکما خاکسار اپنی بے جا مصروفیات کی وجہ سے چاہتے ہوئے بھی اسے دیکھ نہیں پارہا ہے۔جب کہ گرامی قدر محب محترم کی شدید خواہش تھی کہ میں اسے بالاستیعاب دیکھوں۔دل شکنی میرا شیوہ نہیں، بلکہ دل جوئی اور عزت افزائی وطیرہ ہے۔اسی جذبے سے یہ بے ربط چند سطور حاضر ہیں۔جب کہ رضویات کی خدمت تو یہ خاکسار علمی خدمت ہی نہیں، عبادت سمجھ کر کرتا اور علمی و روحانی غذا جانتا ہے۔مگر اس سعادت کے نہ اٹھانے پر ہمیں بے پناہ قلق بھی ہے۔اللہ کریم حضرت موصوف کی اس دینی خدمت کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے مزید تازہ دم ہو کر اور زیادہ علمی و تحقیقی کام کرنے کی توفیق رفیق فرمائے، آمین ۔

خاکسار:

غلام جابر شمس مصباحی

بانی و جنرل سیکرٹری مرکز برکات رضا ایجوکیشنل ٹرسٹ میرا روڈ بمبئی

تقریظِ برکاتی

ماہر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی مدظلہ العالی
امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف

زیرِ مطالعہ کتاب "امام احمد رضا اور القاب نوازی" عزیز مکرم حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی زید مجدہ ناظم جامعۃ المدینہ فیضانِ رضا، بریلی شریف کی حقائق پر مبنی ایک تحقیقی کتاب ہے جس میں سیدنا اعلیٰ حضرت کی طرف سے مشائخ عظام اور علمائے کرام کو دیے گئے القاب و آداب کا تذکرہ ہے اور ان سب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت جب کسی کے لیے کوئی لقب اختیار فرماتے تو اس میں معنویت کا بھرپور لحاظ فرماتے تھے جو شخصیت جس وصف کا آئینہ دار ہوتی اس کو اسی لقب سے یاد فرماتے۔ مثلاً:

لقبِ "تاج الفحول" حضرت علامہ مولانا عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے تحریر فرمایا تو اس وقت مشائخ کرام میں بھی ان جیسا دوسرا عالم اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں نہیں تھا۔ اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ میرے زمانہ ہوش میں صرف دو بندگانِ خدا تھے جن کے فتوے پر آنکھیں بند کر کے عمل کی اجازت تھی۔ ایک والد ماجد دوسرے تاج الفحول۔ لہٰذا والد ماجد کے وصال کے بعد تاج الفحول کی ذات کو ان علمائے کرام کے درمیان جو واقعۃً صاحبان فضل و کمال تھے، ایک عظیم حیثیت حاصل تھی۔

اسی طرح "صدر الشریعہ" کہ حضرت علامہ مفتی امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے آج تک مشہور ہے، آپ کے لیے زیبا تھا۔ آپ کی شانِ تفقہ کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولانا امجد علی میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔(الملفوظ)

حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی صاحب نے اس کتاب میں نہایت محنت کے ساتھ اس طرح کے القابات خود اعلیٰ حضرت کی تحریروں سے پیش کیے ہیں، یا پھر جماعت اہل سنت کی معتبر شخصیات کی تحریروں سے سند پیش کی ہے۔کتاب کے شروع میں اشخاص و اجناس کے ناموں سے متعلق دل چسپ تحریر بھی نظر سے گزری جو کتاب کے مقدمے کی حیثیت سے ہے اور نہایت موزوں ہے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل مولانا موصوف کی کوشش کو مقبول انام بنائے اور اس کاوش پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیه التحیة و التسلیم .

محمد حنیف خان رضوی بریلوی

امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

۲؍صفر ۱۴۴۰ھ بروز جمعہ مبارکہ

تقریظِ نعمانی

مصلح قوم وملت حضرت علامہ **محمد عبد المبین نعمانی** مدظلہ العالی
المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

آج ہر طرف ذکر رضا کی دھوم مچی ہے، کیوں کہ امسال کا عرس رضوی صد سالہ عرس رضا کے طور پر منایا جارہاہے، اس سو سال میں اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی شخصیت کے تعارف میں بہت کام ہوا ہے، آپ کی نادر ونایاب کتابوں کی اشاعت کا بھی خوب خوب اہتمام ہوا، فتاوی رضویہ جو حضرت امام اہل سنت کی زندگی کا شاہکار ہے اور فقہ حنفی کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا، جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں نہیں پیش کی جاسکتی، فتاوی عالمگیری حکومت کی سرپرستی میں جہاں ایک بڑی تعداد نے مرتب کیا، اور فتاوی رضویہ محض امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم حقیقت رقم کا نتیجہ ہے، جو آج پورے برصغیر میں اعتبار واستناد کا درجہ رکھتا ہے، اور ہر دارالافتا کی زینت بنا ہوا ہے، جو بارہ جلدوں میں، بائیس (۲۲) جلدوں میں اور ترجمہ وتخریج کے ساتھ بتیس (۳۲) جلدوں میں شائع ہوچکا ہے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ حدیث پاک ”النصح لکل مسلم“ (دین ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا نام ہے) کے پیکر تھے، مسلمانوں کے انفرادی، اجتماعی ہر طرح کی بھلائی اور خیر خواہی کے خواہاں تھے، اور یہی عالم دین اور فقیہ اسلام کی شان ہوا کرتی ہے، اسی راہ سے اعلی حضرت قدس سرہ کی القاب نوازی بھی ہے، اعلی حضرت نے ایک مرتبہ احباب اہل سنت اور معتمد علماے ملت کی ایک فہرست شائع کی تاکہ بعض بدخواہ جو از خود اعلی حضرت سے نسبت ظاہر کرکے قوم کا عقیدہ خراب کررہے تھے اس کا دروازہ بند ہو، اس لیے بھی یہ لسٹ شائع کی کہ اہل سنت کہ افراد جہاں بھی

ضرورت محسوس کریں ان علماے کرام سے رابطہ قائم کرکے ان کو بلا کریا ان کی خدمت میں جاکر دینی استفادہ کرکے ان سے اپنے مسائل حل کرا سکیں، محافل میں بیان اور احقاق حق کی خاطر ان کی خدمات حاصل کر سکیں، اس فہرست میں زیادہ تر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلفا اور تلامذہ ہی ہیں، ہوسکتا ہے کچھ دیگر معتمد علما بھی ہو، پھر اسی ضمن میں آپ نے ان علماے کرام کے القاب بھی مقرر فرمائے میں غور کرتا رہا کہ آخر اس کی کیا وجہ تھی؟ تو بہت غور کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ جب آج کل علما کے لیے جو آدمی جو چاہتا ہے القاب مقرر کر لیتا ہے، ان میں حقیقتاً دیکھا جائے تو بہت سے واقع کے خلاف اور محض عقیدت پر مبنی ہوا کرتے ہیں، کچھ اسی کا خطرہ اعلیٰ حضرت نے بھی محسوس کیا ہوگا، اس لیے ہر ہر عالم دین کے لیے ان کی صلاحیت اور خدمات کے پیش نظر القاب متعیّن کر دیے تاکہ عوام و خواص انہیں القاب سے انہیں یاد کریں اور افراط و تفریط کا شکار نہ ہو، امام اہل سنت کی یہ روش آج علما کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، آج عقیدت میں ہر آدمی حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے، میں نے تو دیکھا جو مقرر محض خطابت اور طلاقت لسانی کا مظاہرہ کرتا ہے اس کو بلا تکلف "علامہ" لکھا جاتا ہے، جو پیر کہیں سے اجازت و خلافت حاصل کر لیتا ہے اس کو "رہبر شریعت، آبروے طریقت" لکھا جانے لگتا ہے جب کہ ان میں کسی نے درس نظامی کے دو چار درجے کی بھی تعلیم نہیں حاصل کی ہوتی ہے، یونہی بعض صاحبزادوں اور شاہزادوں کا حال ہے کہ پڑھا لکھا کچھ نہیں ٹائیٹل لمبے لمبے، یونہی بزرگوں نے بعض ایسے افراد کو جو اگرچہ باضابطہ عالم نہیں مگر ان کے اندر دین کا درد ہے، ایمان و عقیدے میں پختگی ہے کسی سلسلہ طریقت کی اجازت دے دیتے ہیں تاکہ یہ حضرات ان مقامات پر جاکر جہاں علما کی پہنچ نہیں یا علما کو وہاں پر جانے کی فرصت نہیں سلسلے کی اشاعت کا کام کریں، لوگوں کو بدعقیدہ ہونے سے بچائیں ،اور علماے حق سے وابستہ رہنے، ان سے استفادہ کرنے کی تلقین کریں یا خود علما سے رابطہ کرکے ان مسائل کا حل تلاش کریں، مگر بعض ان میں سے ایسے نکل جاتے ہیں کہ خود علامہ بن بیٹھتے ہیں اور علما کو کچھ نہیں سمجھتے، مفتیان کرام کو گھاس نہیں ڈالتے کم تیجے کے خاطر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اور علما کی موجودگی میں اپنی پیری کا زور دکھاتے ہیں۔

ہاں جو غیر عالم پیر یا مقرر علماے کرام کے دست نگر بن کر رہتے ہیں، ہر مشکل مرحلے میں علماے اہل سنت سے رجوع کرتے اور ان سے استفادہ کرکے عمل کرتے اور کراتے ہیں وہ یقیناً دین وملت کے خادم ہوتے ہیں، خود بھی نقصان سے بچتے ہیں اور اپنے حلقہ بگوشوں کو بھی گمراہی سے

بچاتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو دین کے معاملے میں مخلص ہوتے اور اپنے اندر خوف خدا کو جگہ دیتے ہیں، یہ باتیں ضمناً نوک قلم پر آگئیں، اور مفید تھی اس لیے پیش کردی گئیں امید کہ ان کو حرز جاں بنانے کی کوشش کی جائے گی، اور بس۔

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰) کے وصال کو سو سال پورے ہوگئے، اس درمیان اعلی حضرت پر بہت کچھ لکھا گیا، ان کی حیات کے ایک ایک گوشے کو تلاش کرکے منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی، عزیزی مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی (نیپالی) حفظہ ربہ نے بھی اس میدان میں اپنا نام رکھنا چاہا ہے اور اعلی حضرت کی حیات کا ایک اہم گوشہ جس پر اب تک کسی کی توجہ نہیں ہوئی تھی منظر عام پر لانے کی کامیاب کوشش کی ہے، وہ یہ ہے کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے جن علماے اہل سنت اکابر ملت کو ان کے شایان شان القاب و خطابات سے نوازا ہے ان کا تذکرہ لکھ کر یکجا کردیا، اور ان کے القاب و خطابات کو بھی نقل کرڈالا ہے، القاب یافتہ حضرات کے تذکرے بڑی تلاش کے بعد تحریر کیے ہیں، اختصار کا خاص خیال کیا ورنہ یہ کتاب کافی ضخیم ہوجاتی، آغاز میں سرکار اعلی حضرت قدس سرہ کی حیات و خدمات اور حالات زندگی کو بھی قلم بند کردیا ہے، تاکہ القاب سے نوازنے والے اعلی حضرت اور القاب پانے والے علماے اہل سنت ہر ایک کا ذکر ایک سلک تحریر میں پرو دیا جائے۔

الحمدللہ عزیز موصوف اس اپنی کوشش میں کامیاب نظر آتے ہیں، اللہ تعالی ان کے قلم میں اور زور عطافرمائے اور فیضان اعلیٰ حضرت سے مالامال کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم۔

پورے مقالے پر ناچیز راقم نے سرسری نظر ڈالی ہے اور حتی الوسیع اصلاحات سے بھی کام لیا ہے، ناظرین مزید کچھ قابل غور اور لائق اصلاح مقامات سے واقف ہوں تو مولف موصوف کو آگاہ کردیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان پر غور و فکر کرکے درست کرنے کا عمل کیا جاسکے۔

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

(خادم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو)

۲۱ محرم الحرام، ۱۴۴۰ھ / ۲ اکتوبر ۲۰۱۸ء

تقدیم

محقق رضویات ڈاکٹر و مفتی امجد رضا امجد صاحب قبلہ
قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ، پٹنہ، بہار

غالبیات واقبالیات کی طرح رضویات بھی علم وادب کا عظیم شعبہ ہے، جس کی تابناک کرنوں نے ہر شعبہ حیات کو متاثر کیا ہے۔ یہ ایک ایسا علمی شعبہ ہے جس کے ناپیدا کنار گہرائی کا اندازہ آج تک نہیں لگایا جاسکا، سچ فرمایا ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری نے کہ " امام احمد رضا کو سمجھنے کے لیے دوسرا امام احمد رضا چاہئے "برسوں سے تحقیق وتفکیر کا عمل جاری ہے مگر جذبۂ شوق ہے جو کسی گام پہ ٹھرنے نہیں دیتا، ہر پڑاؤ کے بعد دوسری منزل کی جستجو، کاروان شوق کو مہمیز کر دیتی ہے، اور سفر سعادت اثر ہر دم دواں اور ہمہ دم جواں رہتا ہے۔ اسی جذبہ تحقیق واشاعت کے سبب "رضویات" پہ اب تک گیارہ سو سے زائد کتابیں منظر عام پہ آگئیں، پچاس سے زائد پی ایچ، ڈی اور ایم فل کے مقالے لکھے گئے، اخبارات ورسائل کے درجنوں نمبرات شائع ہوئے اور اس جشن صد سالہ (۱۴۴۰ھ) میں سینکڑوں کی تعداد میں عالمی سطح پہ کتابوں کی اشاعت کی خبریں اس پر مستزاد ہیں۔ برصغیر کی مذہبی دنیا میں کسی شخصیت کی حیات وخدمات پہ اتنی زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں، اور نہ لکھی جانے کی امید ہے یقینا یہ اعلیٰ حضرت کی انفرادیت اور ان کی خدمات کے وقیع وغیر معمولی ہونے کی علامت ہے، ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء.

زیر نظر کتاب "امام احمد رضا اور القابات نوازی" بھی خرمن رضویات کی خوشہ

چینی کی کامیاب مثال ہے ۔ فتاویٰ رضویہ اور دیگر تصنیفات رضا، تصنیفی دنیا کا ایسا متن ہے جس کی تشریح وتسہیل وترجمہ کا کام کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے مطالعہ کے نتیجہ میں نت نئے علمی شہکار سامنے آتے رہیں گے اور دنیا عشق رضا کی رنگارنگی سے شاد کام ہوتی رہے گی۔ یہ جذبہ بھی دراصل حسن نیت اور اعلیٰ حضرت سے محبت کی علامت ہے۔ اس طرح کے کاموں کے پیچھے یہی جذبہ کار فرما ہوتا ہے کہ جدید رنگ وآہنگ اور نئی نئی ترتیب کے ساتھ عوام کے سامنے اعلیٰ حضرت کو پیش کیا جائے، تاکہ وہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کی شخصیت ان کے کارنامے اور ان کی خدمات سے آشنا ہوسکیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت راسخ ہوجائے، کیوں کہ یہی محبت، مطلوب قرآن کی داعی اور محبت رسول کے حصول کا واسطہ ووسیلہ بنے گی۔

زیر مطالعہ کتاب بظاہر بہت اہم عنوان پہ نہیں مگر اس کے باوجود یہ کتاب ۲۵۶ر صفحات پر مشتمل ہے اور مرتب کی محنت شاقہ کی غماز ہے۔ مقدمہ میں انہوں نے کنیت، لقب، خطاب، تخلص، عرف کی تعریف کرتے ہوئے نفس مسئلہ پہ معلومات افزا گفتگو کی ہے پھر کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے وضع کئے گئے القاب اور متعلقہ شخصیات کا تعارف پیش کیا ہے۔ چناں چہ پہلے باب میں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مختصر سوانح بیان کی ہے دوسرے باب میں اعلیٰ حضرت کے عہد کے اکابر علما ومشائخ سیف اللہ المسلول حضرت علامہ شاہ فضل رسول بدایونی، خاتم الاکابر حضور شاہ آل رسول احمدی مارہروی، خاتم المحققین حضرت علامہ نقی علی خان بریلوی، تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی، حافظ الاحادیث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی، نورالعارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری، مولانا شاہ ارشاد حسین رام پوری، حضرت مولانا شاہ انوار اللہ فاروقی، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہم الرحمہ والرضوان کے مختصر احوال اور اعلیٰ حضرت کے نذر کیے گئے القابات کا تذکرہ ہے۔ جب کہ تیسرے باب میں سرکار اعلیٰ حضرت کے تلامذہ وخلفا اور دیگر فیض یافتگان جیسے استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی، مفتی اعظم مولانا شاہ

مصطفیٰ رضا بریلوی، ملک العلما، مولانا شاہ ظفرالدین بہاری، صدرالشریعہ مولانا شاہ امجد علی اعظمی، صدرالافاضل مولانا شاہ سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ خواجہ احمد حسین امروہوی، مبلغ اسلام عبدالعلیم میرٹھی، مولانا رحیم بخش مظفرپوری، مولانا لعل محمد خاں کلکتوی، علامہ عبدالغفور شاہ پوری، صوفی شاہ جمیل الرحمٰن قادری، علامہ عبدالاحد پیلی بھیتی، علامہ عبدالحق پیلی بھیتی، علامہ سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا محمد شریف کوٹلوی، مولانا شفیع احمد بیسل پوری، مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی، مولانا سید شاہ عبدالرحمٰن بیتھوی، مولانا ضیاء الدین ہمدم پیلی بھیتی، مولانا عبدالکریم چتوڑی، شیخ ابوالحسین سید محمد بن عبدالرحمٰن المرزوقی، مولانا عمرالدین ہزاروی، مولانا محمود جان چودھری، شیخ عبدالستار اسمٰعیلی رضوی گجراتی، مولانا تاج الدین احمد قادری، مولانا قاضی محمد قاسم گجراتی، شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی کے احوال اور ان کو عطا کیے گئے القابات کا ذکر ہے۔

اعلیٰ حضرت کے وضع کردہ ان القابات سے متعلقہ شخصیات کی عظمت، رفعت، علوے شان و تمکنت، ان کی مخلصانہ جدوجہد اور اعلیٰ حضرت کے جذبہ عطاونوازش کی شان صاف نمایاں ہے۔ اعلیٰ حضرت کسی کی بے جا تعریف نہ کرتے تھے اور نہ پسند کرتے تھے، اس کے باوجود ان کا کسی کو ان القابات کا مستحق سمجھنا اور شرح صدر کے ساتھ اس کا اظہار کرنا ہمارے لیے چشم کشا اور درس حیات ہے۔ ہم اس عہد میں جی رہے ہیں جہاں نہ بڑوں کا احترام ہے اور نہ چھوٹوں پہ شفقت، نہ کسی کی صلاحیتوں کا اعتراف ہے اور نہ حوصلہ افزائی کے لیے دل میں تھوڑی سی بھی جگہ۔ اپنی انا کا خول اور پندار نفس کا بت ہمیں اس طرح جکڑ چکا ہے کہ کسی کے حسن میں عیب کا پہلو تلاش کیے بغیر نہ ہماری انا کو تسکین ملتی ہے اور نہ بت عشوہ طراز کو قرار۔ اب اس کے باوجود ہم مسلک اعلیٰ حضرت کے سب سے بڑے دعوے دار ہیں تو اسے ’’دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری‘‘ کے سوا کیا کہا جائے۔

مولانا محترم محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی صاحب اپنی اس کاوش پہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں ان القابات کو یکجا کرنے اور متعلقہ شخصیات کے احوال جمع کرنے کے

لیے کتابوں کا مطالعہ کیا اور اسے سلیقہ سے سجا سنوار کر ہمارے مطالعہ کے لیے پیش کر دیا ہے ۔ یہ کتاب ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے ۔ ظاہری اعتبار سے بایں معنیٰ کہ اتنی شخصیات کے احوال اور ان کے لیے اعلیٰ حضرت کے وضع کردہ القابات ایک جگہ مل جاتے ہیں ۔ باطنی خوبی یہ ہے کہ ان القابات کے پیچھے جس علم، عمل، ایثار، قربانی اور خدمت کی تاریخ مضمر ہے قلب پر اس کی تصویریں ابھر جاتی ہیں اور آنکھوں میں ان کی خدمات کے مناظر رقص کرنے لگتے ہیں ۔ اس طرح یہ کتاب مفید، معلوماتی اور قابل استقبال ہے ۔ میں اس کاوش پہ انہیں مبارک باد پیش کرتے ہوئے یہ دعا کرتا ہوں کہ خداے پاک ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور انہیں مخلصانہ جذبہ کے ساتھ علمی، مذہبی، ملی، تاریخی موضوعات پہ کام کرتے رہنے توفیق عطا فرمائے آمین

محمد امجد رضا امجدؔ

خادم مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

پیش لفظ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوبہ یوپی کے شہر بریلی میں اپنی آنکھیں کھولیں لیکن آپ کی ذات صرف اہل بریلی کے لیے قابل فخر نہیں یا صرف اہلیان ہند کے توجہ کا مرکز نہیں بلکہ آج قریبًا ساری دنیا کی توجہ کا محور ہیں اور کیوں نہ ہو کہ جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ خشیتِ الٰہی میں گزرا، جس کی زندگی کا ہر آن محبت رسول کا درس دیتے بسر ہوا اور جس کی زندگی کی ہر گھڑی تحفظ شان الوہیت اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے وقف رہی اسی عظیم شخصیت کی وفات کو سال رواں یعنی ۱۴۴۰ھ میں پورے سو سال ہو رہے ہیں۔ اس پوری صدی میں "باب رضویات" میں اب تک گیارہ سو سے زائد کتابیں منظر عام پہ آگئیں، پچاس سے زائد پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالے لکھے گئے، اخبارات ورسائل کے درجنوں نمبرات شائع ہوئے لیکن ۱۴۴۰ھ کو یادگار بنانے کے لیے رضا صدی اور جشن صد سالہ کے نام سے ہر طرف دھوم دھام ہے۔ کوئی ان کی غیر مطبوعہ کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہے، کوئی ان کی مطبوعہ کتابوں کو نئے رنگ و آہنگ میں پیش کرنے میں منہمک ہے، کوئی ان کی حیات و خدمات پر کتابیں شائع کر رہا ہے اور کوئی ان کی حیات کے نئے جہات اور نئے گوشوں کو منظر عام پر لانے میں مشغول ہے۔

راقم محمد عطاء النبی حسینی نے بھی امام اہل سنت کی زندگی کے گم نام گوشے "القاب نوازی" پر لکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ بارگاہ امام اہل سنت میں خراج عقیدت کا گلدستہ پیش کرنے کی سعادت سے بہرور ہو کر جشن صد سالہ میں اپنی شرکت درج کرا سکوں۔ اس کوشش میں ناچیز راقم کامیاب ہوا یا نہیں اور کامیاب ہوا تو کس قدر؟ اس کا فیصلہ قارئین اور ناظرین ہی کریں گے۔ البتہ اس کتاب میں کیا ہے اور کیا پیش کیا گیا ہے اس کی ایک جھلک دکھائی جا رہی ہے۔

اس کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

بابِ اول: مختصر تذکرہ القاب نواز کے نام سے موسوم ہے جس میں امام اہل سنت کی حیات و خدمات پر اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب دوم: اکابر و معاصر القاب یافتہ کے نام سے ہے جس میں امام اہل سنت کے اکابرین اور معاصرین کے مختصر حالات پھر ان القاب کا ذکر کیا گیا ہے جو امام اہل سنت کے قلم حق رقم نے رقم کیا۔

باب سوم: خلفا و شاگردان القاب یافتہ کے عنوان سے ہے۔ اس باب میں امام اہل سنت کے شاگردوں اور خلفا کا تذکرہ کیا گیا ہے ساتھ ہی ان القاب کو بھی پیش کیا گیا ہے جو اعلیٰ حضرت کے کشادہ قلب نے ان حضرات کو عطا فرمائے۔

کوشش یہی کی گئی ہے کہ جن القاب کا ذکر ہو خود امام اہل سنت کی کتابوں، خطوط یا کسی طرح کی تحریر کی روشنی میں ہو لیکن جہاں ایسا نہیں ہوسکا تو وہاں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ القاب کا ذکر متعلقہ شخصیات کے افراد خاندان یا معاصر یا شاگردوں کی روایت سے درج ہو۔ البتہ کتاب میں شامل شخصیات نہایت مشہور ہونے یا ان کے حالات پر کتابیں عام طور پر دستیاب ہونے کے سبب ان کے حالات کے ذکر میں حوالوں کا التزام نہیں کیا گیا ہے بلکہ مضمون کے آخر میں صرف مآخذ کتب کا نام ذکر کر دیا گیا ہے یا کتاب کے نام درج کرنے سے بھی صرف قلم کیا گیا ہے۔

یہ ہے کتاب کی ایک جھلک جسے کتاب کے اندرونی صفحات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اہل علم قارئین و ناظرین کے ہاتھوں میں کتاب آنے تک جن حضرات کا کچھ نہ کچھ تعاون رہا ان کا ذکر ضروری ہے تاکہ اسلاف شناسی اور رضا شناسی میں احسان فراموشی کا عیب نہ آجائے۔ سب سے پہلے ناچیز راقم اپنے اس محسن اور کرم فرما بزرگ کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کتاب پر نظر ثانی اور اس کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ وہ بھی حالت سفر میں لیکن جب اصلاح کردہ چیزوں پر نظر پڑی تو تعجب ہی تعجب ہوا کہ

سفر میں بھی اس قدر باریک بینی سے نظر ثانی کہ بے ساختہ زبان سے ادا ہوا کہ واقعی حضرت نے حق ادا کر دیا۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ مصلح قوم ملت حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی صاحب ہیں اگر چہ آپ نے تقریظ میں لکھا ہے کہ "پورے مقالے پر ناچیز راقم نے سرسری نظر ڈالی ہے اور حتی الوسع اصلاحات سے بھی کام لیا ہے"۔ لیکن اصلاحات دیکھنے کے بعد کوئی بھی یہی کہے گا کہ حضرت نے احتیاطاً "سرسری نظر" فرمایا یا یہ کہے گا کہ جب کی سرسری نظر کا یہ عالم ہے تو بالاستیعاب کا عالم کیا ہو گا۔

ان کے بعد اپنے والد محترم حکیم ملت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی)، امین شریعت حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی برکاتی معروف بہ فخر نیپال، فقیہ النفس حضرت مفتی محمد عثمان رضوی قادری معروف بہ قاضی نیپال اور محققین و ماہرین رضویات حضرت علامہ محمد حنیف خان رضوی بانی امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ڈاکٹر امجد رضا امجد قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ، پٹنہ، بہار دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں راقم شکریہ کا نذرانہ پیش کرتا ہے کہ حکیم ملت نے طبیعت کی علالت اور اپنی مصروفیات کے باوجود حوصلہ شکن لمحات میں حوصلہ بخشا اور اپنے دعائیہ کلمات سے نوازا، اپنی طبیعت کی نقاہت اور مصروفیات کے باوصف حضور فخر نیپال اور حضور قاضی نیپال نے اور جشن رضا صدی میں نہایت مصروف اور متحرک و فعال مؤخر الذکر تینوں ماہرین رضویات نے اس حقیر کی گزارش پر اپنا قیمتی وقت نکالا اور کتاب پر تقریظ رقم فرما کر کتاب کی ظاہری اور باطنی حسن میں اضافہ کیا۔

ہر مرتبہ کی طرح اس مرتبہ بھی راقم اپنے برادر صغیر علامہ مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا ذکر ضرور کرے گا جو ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی راقم کو وقتاً فوقتاً نیک اور مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ مواد کی فراہمی میں معاون رہے اور رضا صدی میں اپنی دیگر مصروفیات کے باوجود پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ ساتھ ہی میں مولانا علاء الدین امنؔ رضوی کا بھی ذکر ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے کتاب کی

کمپوزنگ کر کے ایک اہم کام کی فکر سے نجات کا سامان فراہم کیا۔ علاوہ ازیں ناشر مسلک اعلیٰ حضرت جناب میثم عباس قادری صاحب کا بھی راقم سراپا سپاس ہے جنھوں نے جب ضرورت پڑی مواد کی فراہمی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ ان کے علاوہ راقم ان حضرات کا بھی شکر گزار ہے جنھوں نے کسی نہ کسی طرح تعاون کیا۔

اور راقم فخر ملت فاؤنڈیشن، نیپال اور اراکین فخر ملت فاؤنڈیشن کو کیسے بھول سکتا ہے جنھوں نے فاؤنڈیشن کی جانب سے کتاب کی طباعت واشاعت کی پیش کش فرمائی۔

اخیر میں راقم ارباب علم دانش اور صاحبان فکر نظر کی بارگاہ میں عریضہ پیش کرتا ہے کہ مزید کچھ قابل غور اور لائق اصلاح مقامات سے واقف ہوں تو آگاہ کر دیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان پر غور وفکر کر کے درست کرنے کا عمل کیا جاسکے۔

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی

خادم جامعۃ المدینہ فیضان رضا، بریلی شریف و

مدیر اعلیٰ سہ ماہی ''سنی پیغام'' نیپال

یکم صفر المظفر ۱۴۴۰ھ /۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

نام کسی بھی شخص کی شخصیت کا اہم حصہ ہوتا ہے جس سے وہ پہچانا اور پکارا جاتا ہے۔ گھر، خاندان، محلے، اسکول، مدارس، جامعات، اور دفتر میں نام ہی اس کی شناخت ہوتا ہے جس طرح کتاب کی معرفت اس کے نام سے ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات نام گھریلو ماحول اور تہذیبی روایات کی عکاسی کرتا ہے۔ نام کی اہمیت وفضیلت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ حضرت انسان کو جو دیگر مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے اس کا ایک ظاہری سبب نام کا علم بنا۔ چناں چہ جب اللہ رب العزت نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو بولے کیا ایسے کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خوں ریزیاں کرے گا جب کہ ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے انسان کو ترجیح دینے کا جو ظاہری سبب بیان فرمایا اس کے متعلق قرآن کریم گویا ہے:

" وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ "۔(پ:۱، سورۃ البقرہ، آیت:۳۱)

یعنی اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء) کے نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

فرشتوں نے جواب سے عاجزی کا اظہار کیا تو اللہ کریم نے فرمایا:

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ (پ:۱، سورۃ البقرہ، آیت:۳۱)

یعنی فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب (اشیاء کے) نام جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتادیے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

علاوہ ازیں دنیا کی کوئی بھی چیز ہو جب تک اس کا نام نہیں تو اس کی پہچان نہیں یا مشکل

ہے؛اور کیوں نہ ہو کہ:

نام ہی وہ واحد مظہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسوم کیا ہے؟کون ہے؟کیسا ہے؟

نام حواس کے لیے کسی چیز کی ماہیت دریافت کرنے کا سب سے پہلا ذریعہ ہے۔

نام رابطے، محبت اور حسن سلوک میں زینے کا کام کرتا ہے۔

نام اگر خوبصورت چیز سے وابستہ ہو تو سن کر طبیعت مسرور ہوتی ہے۔

نام اگر قابل احترام ہستی سے وابستہ ہو تو سن کر دل و نگاہ عقیدت سے جھک جاتے ہیں۔

ہر اجنبی سے ہمارا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ تمھارا نام کیا ہے؟۔

جو چیز پہلی بار دیکھیں یا سنیں ذہن فوراً سوال کرتا ہے اس کا نام کیا ہے؟۔

موجد جب کوئی چیز ایجاد کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کا نام رکھتا ہے۔

سیاستداں اپنی جماعت کے نام ہی کے ذریعے سے اقتدار حاصل کرتا ہے۔

سائنس داں جب کائنات کے کسی نئے راز سے آگاہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کا نام تجویز کرتا ہے۔

قلم کار جب کوئی کتاب تصنیف کرتا ہے تو اس کا ایسا نام رکھتا ہے جو اس کے نفس مضمون کا غماز ہو۔

جب کسی ادارہ، تحریک یا جماعت کا قیام عمل میں آتا ہے تو سب سے پہلے اس کا نام رکھا جاتا ہے۔

مذکورہ گفتگو میں نام نام کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ اب ذہن میں سب سے پہلے یہی سوال لیے کھڑا ہے کہ نام ہے کیا، نام کہتے کسے ہیں؟؟؟؟ تو سنیے:

نام اردو زبان کا ایک لفظ ہے جس کی عربی "عَلَم" ہے اور علم اس اسم کو کہتے ہیں جو شئ معین کے لیے وضع کیا گیا ہو؛اور اسم علم کی پانچ قسمیں ہیں:

کنیت: اس (اسم) کی ابتدا میں اب، ابن، اُمّ یا بنت ہو۔ جیسے: ابو بکر، ابو حفص، ابن عباس، اُمِّ سلمۃ، بنت صدیق اسے کنیت کہتے ہیں۔

لقب: اس (اسم) سے مدح یا ذم مقصود ہو۔ جیسے: غریب نواز، امام ربانی، اعلیٰ حضرت یا جیسے: حافظ (وغیرہ) اسے لقب کہتے ہیں۔

خطاب: وہ نام ہے جو کسی شخص کی عزت بڑھانے کے لیے اُس کی خاص خوبی کی بنا پر قوم یا حکومت کی طرف سے دیا جائے۔ جیسے: شجاع الدولہ وغیرہ۔

تخلص: وہ مختصر نام جو شاعر اپنے شعروں میں اپنے نام کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ جیسے: کافیؔ، رضاؔ، نوریؔ، آسیؔ وغیرہ۔

عرف: ایسا نام جو محبت یا حقارت کی وجہ سے مشہور ہو جائے اسے عرف کہتے ہیں۔

انسان کی شخصیت جس طرح خاص نام سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح اس کی کنیت، لقب، تخلص اور خطاب سے بھی پہچانی جاتی ہے، اس وقت راقم الحروف کو موضوع کی مناسبت سے بطور خاص لقب اور خطاب پر گفتگو کرنی ہے۔ القاب و خطاب کی اہمیت اس سے بخوبی واضح ہے کہ فن حدیث میں القاب پر باضابطہ کتابیں لکھی گئیں، امام ذہبی (م:۷۴۸ھ) کی کتاب "ذات النقاب في الألقاب" اور حافظ ابن حجر (م:۸۵۲ھ) کی "نزهة الألباب في الألقاب" وغیر اسی سلسلہ کی کتابیں ہیں۔

القاب و خطاب کا استعمال ہر دور میں کثرت سے ہوتا آیا ہے، جاہلی دور میں القاب زیادہ تر خطر پسندی، شجاعت، مہارت یا کسی جسمانی وصف یا عیب کی بنیاد پر دیے جاتے تھے، چناں چہ جاہلی شاعر ثابت بن جابر (م:۸۵ق.ھ) کو "تأبط شرًّا" (خطرات کو گلے لگانے والا) کا خطاب دیا گیا، زمانۂ ما بعد میں بھی اس کا اثر باقی رہا، مخضرمی شاعر میمون بن قیس (م:۷ھ) جو اپنے اشعار زیادہ تر ترنّم سے پڑھتا تھا اس لیے اسے "صَنّاجة العرب" کا خطاب ملا، عہد عباسی میں عبد السلام بن رغبان (م:۲۳۵ھ) کی آنکھوں کا رنگ عام انسانوں سے بہت مختلف تھا اس لیے اس کو "دیک الجن" کا خطاب دیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو القاب دیے وہ ان کے ذاتی اوصاف و کمالات کو بیان کرتے ہیں، فاروق و صدیق، ذوالنورین، اسد اللہ، امین ہذہ الامۃ، ذوالیدین، ذوالاذنین، ذو

الشہادتین وغیرہ اسی قسم کے القاب ہیں۔ عہد عباسی سے یہ مزاج پروان چڑھا کہ ہر خلیفہ خود اپنا لقب اختیار کرنے لگا، یہ القاب ہادی، مہدی، ناصرِ لدین اللہ، حاکم بامراللہ سے شروع ہو کر سیف الدولۃ، عضد الدولۃ، رکن الدین، معزالدین والدنیا تک پہونچے، اندلس میں یہ ذوق ایک دوسرے رنگ میں ابھرا، یہاں کے القاب میں کامیاب وظفرمند اور بلند اقبال ہونے کی طرف اشارے ہوتے تھے، ظافر و منصور اور ذوالوزارتین وغیرہ اس کے نمونے ہیں۔ پھر علما و مشائخ کو شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام اور ناصر السنۃ وغیرہ کے القاب سے یاد کیا گیا، ہندوستان میں ان القاب کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت، شمس العلماء، حکیم الامت، حکیم الاسلام اور مفکر اسلام وغیرہ کے القاب بجاطور پر ان کی مستحق شخصیات کے لیے استعمال کیے گئے۔

لیکن بعد کے ادوار میں القاب وخطاب کے ساتھ ظلم کیا جانے لگا کہ غیر حق دار و غیر مستحق کو وہ حق پہنچایا جانے لگا جس کا وہ مستحق ہی نہیں؛ مثالیں دیکھنی ہوں تو مدارس کے سالانہ جلسوں کے اشتہارات جمع کر لیجیے۔ ان میں سے چند یہ ضرور دیکھنے کو ملتے ہیں: نمونۂ سلف، مقرر شعلہ بیاں، خطیب دوراں، سحبان اللسان، مناظر اسلام، مفکر اسلام، عارف باللہ، حسان الوقت، بلبل باغ مدینہ وغیرہ، یہ اور ان جیسے القاب، ناموں سے پہلے حضرت مولانا اور ناموں کے بعد مُدّظلہ العالی، حفظہ اللہ، دامت برکاتہم اور قبلہ وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ اس لیے کسی شخص کو لقب عطا کرتے ہوئے درج ذیل چند امور ذہن نشیں رکھنا ضروری ہیں:

(۱) کسی بھی شخصیت کو کوئی بھی لقب وہی شخصیت دے جو اس کی خوبیوں کو اچھی طرح جانتی ہو ورنہ حق بحق دار رسید کا مصداق نہ ہونے کا قوی امکان ہے۔

(۲) کسی بھی شخصیت کو کوئی بھی لقب ذاتی پسند یا جذبات کی بنیاد پر نہ دیا جائے۔

(۳) عام مشاہدہ شاہد ہے کہ القابات کی فضول خرچی یا زمین وآسمان کے قلابے ملا دینا کوئی علمی رویہ نہیں اور نہ ہی اہل علم القابات کی کثرت کو پسند کرتے ہیں۔

(۴) لقب کا تعلق کسی شخصیت کے تشخص کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی لقب ہمیشہ کسی شخصیت کی ذات کے ممتاز، غالب اور نمایاں ترین پہلو کو مدنظر رکھ کر دیا جائے۔

(۵) یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ دنیا کی کوئی بھی شخصیت ہر ہر علم و فن میں ممتاز، دوسروں پر غالب اور کامل و اکمل نہیں ہو سکتی الا ماشاء اللہ لہٰذا کسی بھی شخصیت کے ذکر میں مبالغہ آرائی سے بچ کر حقائق کو دیکھا جائے۔

(۶) لقب ہمیشہ جامع ہونا چاہیے کہ واقعی متعلقہ اشخاص پر اطلاق درست ہو ورنہ لقب کے ساتھ ساتھ متعلقہ شخصیت کا بھی مذاق بن جائے گا۔

(۷) لقب ایک ثانوی شے ہوتا ہے۔ شخصیت کا اصل تعارف اس کا علمی یا عملی کام ہوتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کو منوانے کے لیے القاب کے منوانے پر زور نہ دیا جائے بلکہ اس کے کام کو پیش کیا جائے۔

(۸) ہم جانتے ہیں کہ عظیم لوگوں کے نام ہی ان کی پہچان ہوتے ہیں، وہ کسی لقب کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ لقب ان عظیم شخصیات کی طرف انتساب کا محتاج ہوتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ بعض القاب پہلے کسی کے لیے مستعمل ہوئے لیکن اس لقب کو وہ شہرت دوام نصیب نہیں ہوئی بلکہ جب حقیقی مستحق کو اس لقب سے یاد کیا گیا تو پھر وہ لقب نہ صرف مشہور ہو گیا بلکہ بطور علم مستعمل ہونے لگا۔ جیسے: لقب اعلیٰ حضرت سے امام احمد رضا محدث بریلوی سے قبل و بعد بھی کئی حضرات ملقب ہوئے لیکن اب مطلقاً کہا جائے تو ذہن اول وہلہ میں امام اہل سنت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں کسی کو کسی لقب سے یاد کرنے سے قبل ان باتوں پر توجہ دی جائے تو شاید ہر لقب اپنے حقیقی مستحق کو حاصل ہو اور افراط و تفریط کا اندیشہ کم ہو جائے ورنہ اس وقت القاب کے اسراف اور بے جا استعمال کا جو رواج چل پڑا ہے وہ تشویش ناک ہے جس سے مستقبل میں بزرگان دین اور دینی شخصیات کے بارے میں بدگمانی کا ذہن پیدا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے دور کے اونچے اونچے القاب سے ملقب شخصیات کو دیکھیں گے اور ان القاب کا سبب ان شخصیات میں عیاں نہیں ہوگا تو ان کے ذہن میں یہ وسوسہ جاگزیں ہونے کی پوری کوشش کرے گا کہ شاید ماضی کی دینی و مذہبی شخصیات کا بھی یہی حال رہا ہوگا۔ معاذ اللہ۔

خیر! بعد کے ادوار ان بے احتیاطی اور عدم توجہی کا شکار ضرور رہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان ادوار میں بصیرت افروز نگاہیں نہیں تھیں بلکہ تھیں اور ایسی کہ انہوں نے اپنی بصیرت افروز صلاحیت سے جس کو جس لقب سے یاد کیا واقعی وہ اس کے حقیقی مستحق تھے۔ ایسی ہی بصیرت افروز نگاہ رکھنے والی ہستیوں میں سے ایک نہایت ہی مبارک و مسعود ہستی امام اہل سنت مجدد دین ملت شاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی ہے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیت اور بصیرت افروز نگاہوں سے مستحق کو اس کا حق عطا فرمایا۔

یہ بات واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" یا بطور تملق و چاپلوسی یا حصول دنیا کے لیے کسی بھی فرد کو کسی لقب سے نہیں نوازا بلکہ آپ نے جس کو جس لقب سے نوازا وہ صرف اور صرف خالصتاً لوجہ اللہ نوازا اور اس لیے کہ واقعی وہ اس لقب کے حق دار تھے۔ یقین جانیے بات ایسی ہی ہے اور اگر یقین نہیں تو صفحات الٹیے اور مطالعہ کیجیے آپ خود بخود القاب نوازی میں بھی امام اہل سنت کی انصاف پروری، دیانت داری اور بصیرت افروزی کے معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

باب اول

مختصر تذکرہ القاب نواز
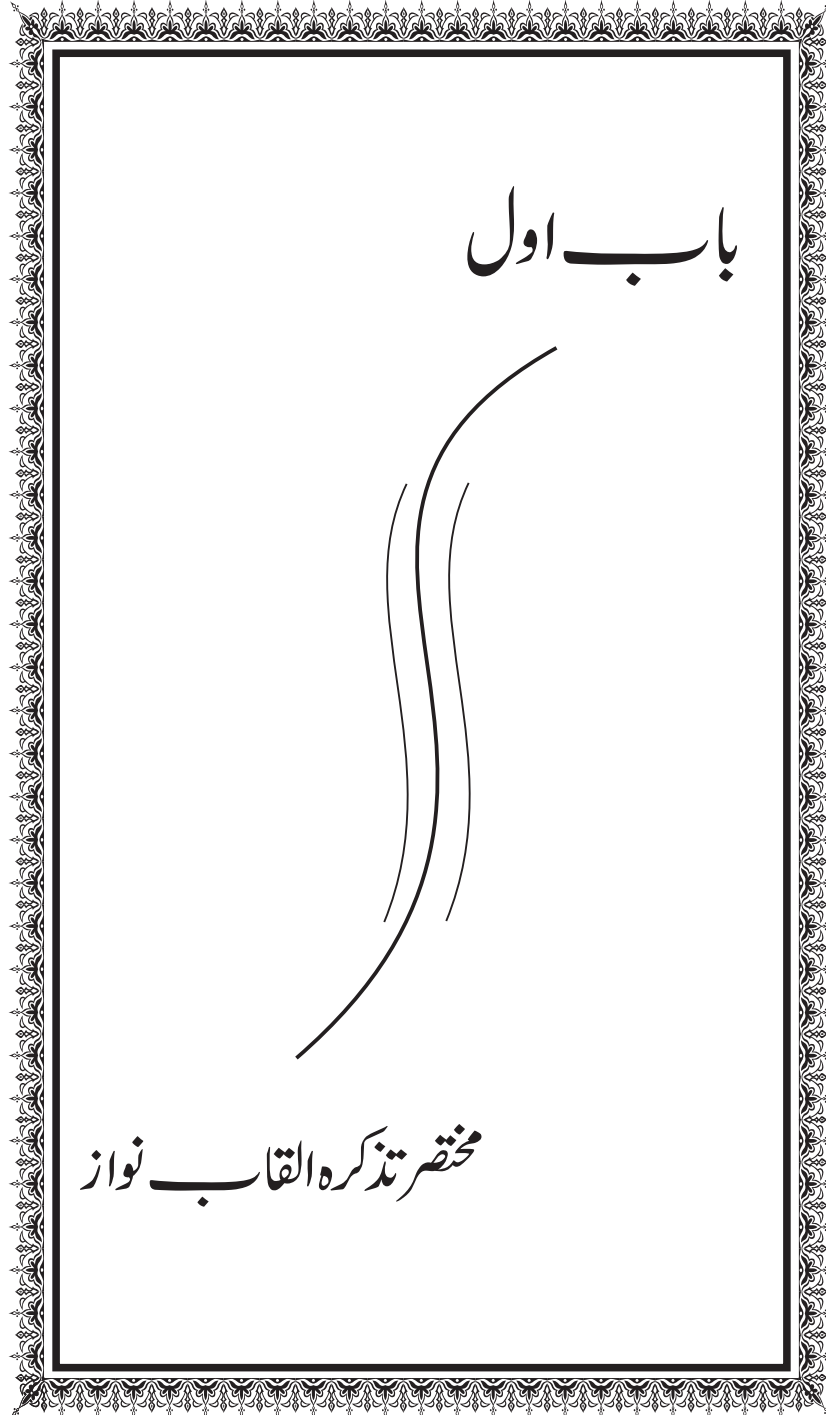
سوانحِ حیات

تاریخ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت بروز ہفتہ، ۱۰؍شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء بوقتِ ظہر، محلہ جسولی بریلی شریف (انڈیا) میں ہوئی۔ خود امامِ اہلِ سنّت نے اپنی ولادت کا سن ہجری (۱۲۷۲ھ) اس آیتِ مبارکہ سے اخذ کیا ہے: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمٰنَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (پ:۲۸ سورۃ المجادلۃ:۲۲)۔ جیسا کہ امام اہل سنت اپنی ولادت کی تاریخ کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"بحمد اللہ تعالیٰ میری وِلادت کی تاریخ اس آیۃ کریمہ میں ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمٰنَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روحُ القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ (پ:۲۸المجادلۃ، آیت: ۲۲)

اور اس کا صدر (یعنی آیت کا ابتدائی حصہ) ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ۔

ترجمہ: نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ ورسول (عَزَّوَجَلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔ (پ۲۸، المجادلۃ : ۲۲)

اِسی کے متّصل فرمایا: "اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ" بِحَمْدِ اللّٰهِ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اَعداءُ اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضلِ اللہ تعالیٰ عَداوتِ اَعداءِ اللہ (یعنی اللہ کے دشمنوں سے دشمنی) گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور بِفَضْلِہٖ تعالیٰ یہ

وعدہ بھی پورا ہوگا"۔

"اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ"۔بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور بحمد اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح وظفر (یعنی کامیابی ومدد) حاصل ہوئی ربُّ العزّۃ جل جلالہٗ نے رُوْحُ الْقُدُس سے تائید (یعنی مدد) فرمائی اللہ (عَزَّوَجَلَّ) پورا فرمائے۔

وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ:۲۸المجادلہ، آیت:۲۲)

ترجمہ: اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، ص: ۴۱۰-۴۱۱)

سلسلہ نسب: آپ کا نسبی سلسلہ افغانستان کے مشہور ومعروف قبیلہ بڑہیچ سے ہے۔ اسی قبیلے کے ایک خاندان میں آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں جو دینی اور دنیوی دونوں طرح کی عزت وشہرت اور محاسن وفضائل سے آراستہ تھا اور شجاعت، صداقت، علم، عمل، آپ کے آباو اجداد کی وراثت تھی۔ یہ خاندان قندھار سے ہندوستان آکر یہاں رہائش پذیر ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بن محمد سعید اللہ خاں (رحمۃ اللہ علیہم)

اسم گرامی: آپ کا پیدائشی نام "محمد" ہے، آپ کی والدہ ماجدہ محبت میں "امّن میاں" فرمایا کرتی تھیں، والد ماجد اور دیگر اعزہ "احمد میاں" کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے جد امجد نے آپ کا اسم شریف "احمد رضا" رکھا اور آپ کا تاریخی نام "المختار" ہے اور اعلیٰ حضرت خود اپنے نام سے پہلے "عبد المصطفیٰ" لکھا کرتے تھے۔ (تجلیات امام احمد رضا، محمد امانت رسول قادری)

القابات و خطابات: آپ کے مشہور ومعروف القاب میں جسے سب سے زیادہ

شہرت ملی وہ "اعلیٰ حضرت" ہے بلکہ یہ لقب اب آپ کے علم کا درجہ رکھتا ہے کہ جب مطلق اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے تو ذہن خود بخود آپ کی ذات گرامی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے القابات و خطابات ہیں جن سے علمائے اہل سنت نے آپ کو یاد کیا ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اعلیٰ حضرت۔ عظیم البرکت۔ عظیم المرتبت۔ امامِ اہل سنت۔ مجددِ دین و ملت۔ پروانۂ شمعِ رسالت۔ عالمِ شریعت۔ واقفِ اَسرارِ حقیقت۔ پیرِ طریقت۔ رہبرِ شریعت۔ مخزنِ علم وحکمت۔ پیکرِ رُشد وہدایت۔ عارفِ شریعت وطریقت۔ غواصِ بحرِ حقیقت ومعرفت۔ امام ربانی۔ شیخ الہند۔ سحبان الہند۔ امام الہند۔ حکیم الامۃ۔ رئیس الاحرار۔ شاعر مشرق۔ تاجدارِ ولایت۔ شیخ الاسلام والمسلمین۔ حُجۃ اللہ فی الارضین۔ تاج الفحول الکاملین۔ ضیاء الملۃ والدین۔ وارثُ الانبیاء والمرسلین۔ سراجُ الفقہاء والمحدثین۔ زبدۃ العارفین والسالکین۔ آیتٌ من آیت اللہ ربّ العالمین۔ معجزۃٌ من معجزات رحمۃ للعالمین۔ تاج المحققین۔ سراج المدققین۔ حامی السنن۔۔ ماحی الفتن۔ بقیۃ السلف۔ حجۃ الخلف۔ مجددِ اعظم، وغیرہ۔

حلیہ مبارک: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے علامہ عبد المجتبیٰ رضوی اپنی کتاب "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" میں رقم طراز ہیں:

"مجددِ اعظم، امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کا شبستان عقیدت اس طور پر ہے، آنکھیں موزوں اور خوبصورت، نگاہ قدرے تیز جو حقائق کی تہ تک پہنچنے میں بے مثال اور مشہور روزگار تھی۔

پیشانی: کشادہ، بلند اور دمکتی ہوئی، جس پر عظمت اسلام کی لکیریں ہویدا تھیں۔ مخالفتوں کے طوفان اور پیہم یلغار میں بھی جس پر کبھی بل نہ آیا۔

چہرہ: ملیح، شگفتہ وشاداب، جلال وجمال کی کھلی ہوئی تفسیر جس پر پیار ومحبت اور خلوص وفا کی شعائیں جھلمل جھلمل کرتی نظر آتیں اور اگر کبھی تیور بگڑ جاتے تو دہکتا ہوا شعلہ اور برستا ہوا انگارہ۔

ناک: جو ہمیشہ اونچی اور سربلند رہی جس نے خارجی اور داخلی ہر محاذ پر اسلام دشمن طاقتوں کی ناکیں خاک آلود کر دی۔

آواز: نکلتی تو دہن سے پھول جھڑتے، نہایت پر درد اور کسی قدر بلند بھی تھی، اور اگر گراجدار ہوتی تو دل سینوں میں لرز اٹھتے اس میں ایسی گھن گرج اور غراہٹ شامل ہوتی کہ گویا:

ضیغم ڈکارتا ہوا نکلا کچھار سے

سینہ: علوم و معارف کا گنجینہ، حامل شریعت و طریقت، امین ادب و شاعری جو عشق رسول کی آتش سوزاں میں انگاروں کی طرح بھڑکتا اور آتش مجمر کی طرح سلگتا رہا۔

دل: آئینہ کی طرح صاف و شفاف، خوف خدا، فکر آخرت، فروغ دین، اصلاحِ امت کے لیے بے قرار اور مہکتے ہوئے ارمانوں کا گہوارہ جو اپنوں کے لیے وسیع تھا اور غیروں کے لیے جس میں کوئی جگہ نہ تھی، کیوں کہ وہ لذت چشیدہ بادۂ حب نبی تھا۔

ذہن دماغ: عالمانہ و مجتہدانہ، باریک بیں و نکتہ رس، ذکاوت و فطانت جس کی بے نظیر، دینی و علمی مباحث و مسائل میں بڑا ژرف نگاہ اور فکری کج روی کی گرفت شہرۂ آفاق۔

پنجہ: فولادی اور اسد اللٰہی، جس سے گستاخانِ رسول کا خون ہمیشہ ٹپکتا رہا۔ جس نے بڑے سورماؤں کی کلائیاں مروڑ کر رکھ دیں۔

قلم: رواں دواں، سیال، لیکن محتاط اور ذمہ دار، نڈر اور بے باک، شارح دین متین، محافظ ناموس رسالت جو دنیا کے ہر حربے کا جواب اپنی تحریر سے دے سکتا تھا اور جو سینۂ باطل میں نشتر بن کر چبھ جاتا گویا:

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

قدم: جو ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہا جس کے لیے بوریائے بوذر اور سریر سلیمان دونوں برابر تھے اور جس کی دھمک سے ایوان باطل کے فصیلیں تڑخ اٹھیں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن"

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص:۴۳۲،۴۳۱)

تعلیم وتربیت: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رسمِ بسم اللہ کے بعد تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا آپ نے چار برس کی ننھی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کرلیا۔ چھ سال کی عمر میں ماہِ ربیع الاول شریف کی تقریب میں ایک بہت بڑے اجتماع کے سامنے "میلاد شریف" کے موضوع پر ایک پر مغز اور جامع بیان کرکے علمائے کرام اور مشائخ عظام سے تحسین و آفرین کی داد وصول کی۔ ابتدائی اردو اور فارسی کی کتب پڑھنے کے بعد "میزان و منشعب" حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد سند المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اکیس علوم حاصل کیے۔ "شرح چغمینی" کا بعض حصہ حضرت علامہ مولانا عبد العلی رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا۔ ابتدائی "علم تکسیر و جفر" شیخ المشائخ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیے۔ علمِ تصوف کی تعلیم استاذ العارفین مولانا سید آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل فرمائی۔ تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر میں ۱۴/ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۹/نومبر ۱۸۶۹ء کو فارغ التحصیل ہوئے اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ حیات اعلیٰ حضرت میں ہے :

"آپ کی تعلیم و تربیت جدامجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب ووالد گرامی حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں صاحب قدس سرہما کی آغوش تربیت و محبت میں ہوئی، اور باقاعدہ ۱۲۷۵ھ کے اوائل میں تعلیم کا آغاز فرمایا چناں چہ اس وقت ایک حیرت انگیز واقعہ پیش ہوا۔ جو اس طرح ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد استاذ محترم کے پڑھانے کے مطابق آپ ابجدی تمام حروف کو پڑھتے رہے اور جب "لا" کی باری آئی تو خاموش رہے۔ استاد نے کہا: پڑھو میاں؟ تو آپ نے فرمایا: علیحدہ علیحدہ تو دونوں حرفوں کو پڑھ چکا ہوں دوبارہ کیوں؟ جدامجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہٗ موجود تھے آپ نے فرمایا: بیٹا استاذ کا کہا مانو؟ حسب الحکم پڑھ تو لیا مگر چہرے سے الجھن دور کرنے کے لیے فرمایا:

بیٹا! تمھارا خیال درست ہے اور تمھارا سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا تھا حقیقت میں وہ ہمزہ ہے اور ل کے ساتھ الف ہے چوں کہ الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اس لیے لآم کے ساتھ ملا دیا گیا۔ تو آپ نے پھر... اعتراض کیا کہ اس کو کسی بھی حرف کے ساتھ ملا دینا کافی تھا۔ لآم ہی کے ساتھ کیوں ملایا گیا؟ جد مکرم نے غایت محبت سے گلے سے لگا لیا اور فرمایا: بیٹا دراصل آل اور الف میں صورۃً اور سیرۃً دونوں اعتبار سے مناسبت ہے۔ ظاہراً لکھنے میں دونوں کی صورت ایک ہی سی ہوتی ہے اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لآم کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی وہ اس کے بیچ ہے اور وہ اس کے درمیان، تب آپ مطمئن ہو کر استاذ کے پڑھانے کے مطابق پڑھتے رہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ: اکبر بک سیلرز، لاہور، ص:۵۲)

آپ کی عمر شریف ابھی چار سال کی تھی کہ آپ نے قرآن پاک کا ناظرہ ختم کر لیا۔ چھ سال کی عمر شریف میں ربیع الاوّل کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں میلاد شریف پڑھا، آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو پڑھی اور خداداد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اس ننھی عمر میں ہدایۃ النحو کی شرح عربی میں لکھ ڈالی۔ نیز کتاب کا صرف چوتھائی حصہ استاد سے پڑھتے اور باقی خود سنا دیتے۔ اُردو فارسی کی ابتدائی کتابیں آپ نے جناب مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ (بعد میں مرزا صاحب نے آپ سے ہدایہ کا سبق لیا) پھر تمام دینیات کی تعلیم وجملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد امام المتکلّمین حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز سے مکمل فرمائی۔

فراغت: ۱۳/ سال ۱۰/ ماہ ۵/ دن کی نہایت قلیل عمر میں آپ نے علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ آپ خود اپنی فراغت کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"وذالك لمنتصف شعبان١٢٨٦ھ الف ومأ تين وسنت وثمانين واناااذذاك ابن ثلثة عشر عاما وعشر ة اشهر وخمسة ايام وفى هٰذا التاريخ فرضت على الصلوٰة وتوجهت الى الاحكام". (الاجازات المتینہ، ص:۲۰)

ترجمہ: وسط شعبان ۱۲۸۶ھ میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور اس وقت میں ۱۳ سال دس ماہ اور ۵ دن کا ایک نو عمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور شرعی احکام میری طرف متوجہ ہوئے۔

بعد فراغت فتویٰ نویسی: بعد فراغت آپ نے پہلا فتویٰ تحریر فرمایا جو بالکل صحیح تھا جسے دیکھ کر رئیس المتکلّمین علامہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو مسند افتا کی بھی ذمہ داری سونپ دی جسے آپ نے بطریقِ احسن انجام دیا۔ چناں چہ آپ خود اپنی فتویٰ نویسی کے آغاز سے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصبِ اِفتا عطا ہوا، اور اسی تاریخ سے بِحَمْدِ اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روزِ شنبہ (یعنی ہفتہ) وقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصبِ اِفتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینہ چار دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمتِ دین لی جارہی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہ"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص: ۶۳)

اساتذۂ کرام: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدائی تعلیم سے لے کر فراغت تک جن اساتذۂ کرام سے حصول علم کیا ان کی فہرست مختصر ہے اور ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (متوفی ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)
(۲) مولانا نقی علی بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)
(۳) مولانا عبد العلی رام پوری (م ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)
(۴) سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء)
(۵) سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
(۶) شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی مکی (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء)
(۷) شیخ عبد الرحمن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

(۸) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

بیعت و ارادت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۹۴ھ، مطابق ۱۸۷۷ء کو شیخ المشائخ حضرت شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ اعلیٰ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ اس سے قبل آپ قطبِ زماں حضرت فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں بغرض بیعت تشریف لائے تھے لیکن نوشتۂ تقدیر نے شیخ المشائخ آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر آپ کا بیعت ہونا لکھ دیا تھا اس لیے آپ ان کے ہاتھ پر بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ بقیۃ السلف حضرت سید اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے واقعۂ بیعت و خلافت کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

"حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز نے فقیر سے بیان فرمایا کہ مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی بیعت کے ارادے کا اظہار فرمایا۔ اس سے پہلے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہ خیال بیعت مولانا فضل رحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جاچکے تھے اور وہاں سے بغیر بیعت واپس آچکے تھے۔ مولانا بدایونی نے مولانا نقی علی خاں صاحب کو یہ جواب دیا کہ آپ امر بیعت میں مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں تو جس جگہ مناسب جان کر میں آپ کو بیعت کرادوں وہاں منظور کر لیجیے۔

مولانا (نقی علی) بریلوی کی طرف سے اس پر رضا مند ہونے کے بعد مولانا (عبدالقادر) بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب، مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا غلام قادر بیگ کو ہمراہ لے کر مارہرہ تشریف لائے۔ چوں کہ مولانا نقی علی خاں صاحب نے فرمایا کہ میں بغیر تجدید غسل کیے ہوئے خانقاہ برکاتیہ میں حاضر نہ ہوں گا لہذا سب حضرات پہلے مارہرہ میں ایک سرائے میں جاکر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں سواری کا یکہ الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انھوں نے نہا دھو کر کپڑے

پہنے اور سب حضرات خانقاہِ برکاتیہ تشریف لائے اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ مدرسہ پر جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے سامنے تھا اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے اس میں فروکش ہوئے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق و برادرِ مکرم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرھما بھی ان دنوں مارہرہ شریف ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا غلام قادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر اور فقیر کے والد ماجد اور (نوری) میاں صاحب بھائی مرحوم بھی ہمراہ گئے۔

حضرت خاتم الاکابر نے پہلے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخلِ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا"۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:۵۹، ۶۰)

اجازت و خلافت: بعد بیعت حضور آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خلافت سے بھی نوازا۔

آپ کو جن سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی اس کی تفصیل خود موصوف نے اس طرح لکھی ہے:

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ، (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ، (۳) قادریہ اہدایہ، (۴) قادریہ رزاقیہ، (۵) قادریہ منصوریہ، (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ، (۷) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ، (۸) سہروردیہ واحدیہ، (۹) سہروردیہ فضیلیہ، (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ، (۱۲) بدیعیہ، (۱۳) علومیہ منامیہ وغیرہ وغیرہ۔ (الاجازات المتینہ، ص:۲۱)

مندرجہ بالا سلاسل میں اجازت کے علاوہ فاضل بریلوی کو مصافحات اربعہ کی سندات بھی ملیں جس کی تفصیل موصوف نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

(۱) مصافحۃ الجنیۃ، (۲) مصافحۃ الخضریہ، (۳) مصافحۃ المعمریۃ، (۴) مصافحۃ المنامیہ

(الاجازات المتینہ، ص:۲۶)

ان مصافحات واجازات کے علاوہ مختلف اذکار، اشغال واعمال وغیرہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل تھی مثلاً خواص القرآن، اسماء الٰہیہ، دلائل الخیرات، حصن حصین، حزب البحر، حزب البر، حزب النصر، حرزالامیرین، حرزالیمانی، دعاء مغنی، دعاء حیدری، دعاء عزرائیلی، دعاء سریانی، قصیدہ غوثیہ، صلوٰۃ الاسرار، قصیدہ بردہ وغیرہ وغیرہ "۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص:۲۲)

زیارت حرمین شریفین: آپ کو اپنی پوری زندگی میں دو مرتبہ سفرِ حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہمراہِ رکاب (یعنی ہمراہی میں) تھی۔ اُس وقت مجھے تئیسواں سال تھا۔ واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا، اِس کی تفصیل میں بہت طُول ہے۔ لوگوں نے کَفَن پہن لئے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اِضطِراب (یعنی پریشانی) دیکھ کر اُن کی تسکین (یعنی تسلی) کیلئے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اِطمینان رکھیں، خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اِطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار

ہوتے وقت غرق (یعنی ڈوبنے) سے حِفاظَت کی دُعا اِرشاد ہوئی ہے۔ امیں نے وہ دُعا پڑھ لی تھی لٰہذا حدیث کے وعدہ صادِقہ (یعنی سچے وعدے) پر مطمئن تھا۔ پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معًاحدیث یاد آئی: مَنْ يَّتَأَلَّ عَلَى اللهِ يُكْذِبُه۔ حضرت عزّت (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف رُجوع کی اور سرکارِ رِسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) سے مدد مانگی اَلْحَمْدُ لِلّٰه (عَزَّوَجَلَّ) کہ وہ مخالف ہَوا کہ تین دن سے بَشِدَّت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل مَوقُوف ہوگئی (یعنی رُک گئی) اور جہاز نے نَجات پائی۔

ماں کی محبت! وہ تین شَبانہ روز (یعنی دن رات) کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ "حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرمادیا، اب میری زندگی

پھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص:۱۸۲،۱۸۱)

دوسری بار ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں آپ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے۔اس مبارک سفر میں علماے حجاز نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور اسی سفر حج میں آپ نے "الدولة المكيه اور كفل الفقيه الفاهم"لکھا۔(ماخوذ از ملفوظات اعلیٰ حضرت)

ازدواجی زندگی: آپ کی شادی بعد تکمیل تعلیم ۱۲۹۱ھ کو جناب فضل حسین صاحب رام پوری کی صاحب زادی "ارشاد بیگم" سے ہوئی۔ جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت میں ہے:

"اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ھ میں افضل حسین صاحب کی بڑی صاحب زادی (ارشاد بگم) صاحبہ سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے۔ان کے والد کا نام شیخ احمد حسین تھا"۔(حیات اعلیٰ حضرت، ص:۵۶)

اہلیہ محترمہ ارشاد بیگم: قدرت نے آپ کو تجدید دین جیسے عظیم کام کے لیے منتخب فرمایا تھا اس لیے آپ کو زندگی کے ہر موڑ پر قدرت نے ان عظیم نعمتوں سے سرفراز فرمایا جن سے آپ کو دینی کام کی انجام دہی میں آسانیاں ہوں اور مشکلات کا سامنا نہ ہو۔ ان نعمتوں میں سے ایک آپ کی "اہلیہ محترمہ" بھی ہیں جو نیک اور متشرع خاتون تھی ۔ حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا خان علیہ الرحمۃ "سیرت اعلیٰ حضرت" میں لکھتے ہیں:

"یہ ہماری محترمہ اماں جان رشتہ میں اعلیٰ حضرت کی پھوپھی زادی تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہایت خوش اخلاق، بڑی سیر چشم، انتہائی مہمان نواز، نہایت متین و سنجیدہ بی بی تھیں۔ اعلیٰ حضرت کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمد و رفت تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا اب پکانے والیوں نے ناک بھوں سمیٹی آپ نے فوراً مہمانوں کے لیے کھانا اُتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لیے دال چاول یا کھچڑی پکنے کو رکھوادی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لیے بھی کھانا تیار ہوگیا۔کسی کو کانوں کان

خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔ اعلیٰ حضرت کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ خصوصًا اعلیٰ حضرت کے سر میں تیل ملنا یہ اُن کا روز مرہ کا کام تھا، جس میں کم و بیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ اُن کے لکھنے میں اصلاً فرق نہ پڑے، یہ عمل اُن کا روزانہ مسلسل تاحیاتِ اعلیٰ حضرت برابر جاری رہا۔ سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر و استقلال سے برداشت کر گئیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں، مگر اب بجز یادِ الٰہی کے انھیں اور کوئی کام نہ رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے گھر کے لیے اُن کا انتخاب بڑا کامیاب تھا، رب العزت نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی دینی خدمات کے لیے جو آسانیاں عطا فرمائی تھیں اُن آسانیوں میں ایک بڑی چیز اماں جان کی ذات گرامی تھی۔ قرآنِ پاک میں رب العزت نے اپنے بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں تاکہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: اے ربّ ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ (پ:۲ سورۃ بقرہ، آیت: ۲۰۱)

تو دُنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاک دامن، ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بی بی مراد لی ہے۔ ہماری اماں جان عمر بھر اس دُعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں، اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں گھرانے کے اکثر بچے انھیں اماں جان ہی کہتے تھے۔ اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا"۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، ص: ۵۰،۴۹)

اولاد و امجاد: اب تک امام اہل سنت کی سیرت و سوانح پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں ہیں تقریبًا سب میں یہی درج ہے کہ آپ کی سات اولادیں تھیں جن میں سے دو صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں لیکں حقیقت یہ ہے کہ آپ کی کل آٹھ اولادیں ہوئیں؛ تین

صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں۔ بڑے صاحب زادے حضور حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان، منجھلے صاحب زادے محمود رضا خان مرحوم جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور چھوٹے صاحب زادے حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ علیہم۔

امام اہل سنت نے خود اپنے صاحب زادے "محمود رضا خان" کا ذکر "تیسیر شرح جامع صغیر" کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔ چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

"قد ولد لی بحمد لله تعالیٰ الآن ذکران فکلیهما سمیت محمداً و ارجو برکة الله تعالیٰ ، أما الاکبر فیعرف بحامد رضا فحی بحمد لله و أسأل الله تعالیٰ أن یرزقه من کل خیر ببرکة اسم محبوبه ﷺ ، ولد لخمس بقین من ذی الحجة فی الثلث الأخیر عن لیلة بست عام اثنین و تسعین بعد الألف و المائتین . و أما الأصغر و کان یعرف بمحمود رضا فنحتسبهعند الله تعالیٰ جعله الله تعالیٰ فرطاً لنا و أجراً و ذخراً ، آمین بجاه المولی الکریم ﷺ. عاش خمسة أشهر و أیاماً ثم مضیٰ لسبیله ، و کان من الحسن و الجمال بمکان یقول القائل اذا رآه : لم تر عینی مثله قط . و العین تُدخل الرجل فی القبر و الجمل فی القدر ، و کل أمر بقدر الله ، و کل شئی عنده بأجل مسمی ". (حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر قلمی)

"بحمدہ تعالیٰ میرے یہاں اس وقت تک دو لڑکے ہوئے ہیں، میں نے ان دونوں کا نام "محمد" رکھا۔ ان میں بڑے "حامد رضا خان" کے نام سے معروف ہیں اور یہ بحمدہ تعالیٰ باحیات ہیں، اللہ ان کو اپنے محبوب ﷺ کے نام کی برکت سے ہر بھلائی عطا فرمائے۔ ان کی ولادت ۲۵؍ صفر ۱۲۹۲ھ کو ہوئی۔ دوسرے چھوٹے بیٹے "محمود رضا خان" کے نام سے معروف تھے۔ ان کے بارے میں ہم اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کے طالب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے لیے آگے بھیجا ہوا اجر و ثواب بنائے اور ذخیرۂ آخرت فرمائے، آمین بجاہ المولیٰ الکریم ﷺ۔ یہ پانچ مہینے کچھ دن باحیات رہے اور پھر سفر آخرت اختیار فرمایا۔ یہ ایسے

حسین وجمیل تھے کہ دیکھنے والا دیکھ کر کہتا، میری آنکھ نے ان جیسا نہیں دیکھا۔ اور حدیث میں ہے کہ ''نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں داخل کر دیتی ہے'' اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور ہر چیز کا اس کے یہاں ایک وقت مقرر ہے''۔

درج بالا اعلیٰ حضرت کی تحریر سے واضح ہے کہ آپ کے چھوٹے صاحب زادے کا اسم گرامی ''محمود رضا خان'' تھا جو پانچ ماہ کچھ دن کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب یہ تحریر فرمایا اس وقت حضور مفتی اعظم ہند کی دنیائے گیتی پر تشریف آوری نہیں ہوئی تھی۔

اب مذکورہ تحریر کی روشنی میں یہ کہنا حق و صواب ہے کہ اعلیٰ حضرت کے صاحب زادے تین اور صاحب زادیاں پانچ اور کل تعداد اولاد کی آٹھ تھی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) محمود رضا خان مرحوم

(۳) مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۴) مصطفائی بیگم

(۵) کنیزِ حسن

(۶) کنیزِ حسین

(۷) کنیزِ حسنین

(۸) مرتضائی بیگم۔

وفات حسرت آیات: بروز جمعۃ المبارک ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ، مطابق ۲۸، اکتوبر ۱۹۲۱ء کو دن دو بج کر ۳۸ منٹ پر عین اذان جمعہ میں اُدھر ''حی علی الفلاح'' کی پکار سنی ادھر روح پُرفُتوح نے ''دَاعِیِ الی اللہ'' کو لبیک کہا۔ لیکن وفات سے قبل ہی آپ نے اپنی وفات کی خبر دے دی تھی جیسا کہ محدث اعظم ہند حضور سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"بتاؤں کہ وہ محی الدین مجدد کون ہے ؟ جو اپنی وفات شریف سے چار ماہ بائیس روز قبل بمقام کوہ بھوالی اپنے وصال کی تاریخ فرما چکا ہے، بلکہ یوں کہو کہ تاریخ وفات کے لیے بھی جس کی زبان سے قدرت نے آیہ کریمہ تلاوت کرائی:

وَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَا

خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لیے اُن کو گھیرے ہیں(۱۳۴۰ھ)" (وصایا شریف، علامہ حسنین رضا خان، مطبع: الیکٹرک ابو العلائی پریس، آگرہ، ص:۱۵)

اور اپنی وفات کی خبر دینے کے مطابق ٹھیک ۱۳۴۰ھ ہی میں وفات پائی حکیم الاسلام حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب جنھوں نے اس الوداعی سفر کا روح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے:

"وصیت نامہ تحریر کرایا، وصال شریف تک کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد فرمائے۔ جب دو بجنے میں ۴ منٹ باقی تھے، وقت پوچھا عرض کیا گیا، فرمایا گھڑی کھلی ہوئی سامنے رکھ دو۔ یکا یک ارشاد فرمایا: تصاویر ہٹا دو، یہاں تصاویر کا کیا کام؟ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا: یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ، پھر ذرا وقفہ سے برادر معظم حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا:

وضو کراؤ، قرآن عظیم لاؤ، ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب سلمہ سے پھر ارشاد ہوا: اب بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف تلاوت کرو، اب عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں۔ حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں ایسے حضور قلب اور تیقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبانی سے زیر، زبر میں اس وقت فرق ہوا۔ خود تلاوت فرما کر بتا دی۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام وکمال، بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں، پھر کلمہ طیبہ پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت وذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمحہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح لمعان

خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

خود اسی زمانہ میں ارشاد فرمایا تھا: جنہیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں۔ وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا: ۲۵؍ صفر ۱۳۴۰ھ کو ٹھیک نماز جمعہ کے وقت مجھے اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں۔ (وصایا شریف، ص: ۱۷)

غسل شریف: آپ کے غسل شریف میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ شریک تھے۔ جناب سید اظہر علی صاحب نے لحد کھودی۔ جناب حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب وصیت شریف غسل دیا، اور جناب حافظ امیر حسن صاحب مرادآبادی نے مدد دی۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور سید محمود جان صاحب اور سیّد ممتاز علی صاحب و جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب نے پانی ڈالا، اور جناب حکیم رضا خاں صاحب، جناب لیاقت علی خاں صاحب رضوی اور منشی فدا یار خاں صاحب رضوی پانی دینے میں مصروف رہے۔

تجہیز و تکفین: سیدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہٗ علاوہ دیگر خدمات کے وصیت نامہ کی دعا بھی لوگوں کو یاد کراتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خانصاحب قدس سرہٗ نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔

حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ نے کفن شریف بچھایا۔ الغرض غسل و تکفین سے فراغت حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ گھر میں عورتوں اور باہر مردوں کی بے حد کثرت تھی۔ ایسا جوش کبھی نہ دیکھا کاندھا دینے کی آرزو میں آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ وجد و شوق نے لوگوں کو از خود رفتہ و بے خود بنا دیا تھا۔ جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔ وہابی، رافضی، نیچری حتیٰ کا گاندھوی تک بکثرت موجود تھے۔ ایک رافضی المذہب انتہائی کوشش اور پوری قوت صرف کرکے جنازہ تک پہنچا۔ اسے ایک سنی نے کہہ کر ہٹا دیا کہ مدت العمر اعلیٰ حضرت کو تم لوگوں سے نفرت رہی میں جنازہ کو کاندھا نہ دینے دوں گا۔ اُس نے کہا: بھائی اب مجھے یہ کہاں ملیں گے۔

للہ! اب نہ روکو۔

نماز جنازہ: جنازہ ہر وقت کم از کم بیس کاندھوں پر رہا۔ شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ عید گاہ میں نماز جنازہ ہوئی نماز جنازہ آپ کے صاحب زادے حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ پہلے سے عید گاہ سے کسی معین راستہ کا اعلان نہ تھا مگر دو رویہ چھتیں عورتوں سے اور راستے مردوں سے بھرے ہوئے منتظر تھے کہ امام اہل سنّت، مجدد اعظم کا یہ آخری جلوس ہے لاؤ نظارہ کر لیں۔ بعد نماز عید گاہ میں زیارت کرائی گئی اور واپسی پر تمام راہ میں لوگوں نے دل کھول کر زیارت کی۔ حسب وصیت ''کروڑوں درود'' والی نظم نعت خواں پڑھ رہے ہیں۔ (وصایا شریف، ص:۱۹،۱۸)

مزار مقدس: آپ کا مزار پُرانوار خانقاہ بریلی شریف، یوپی، ہند، محلہ سودگران رضا نگر میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

اوصاف وکمالات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوصاف وکمالات کا مجموعہ تھے۔ آپ کی زندگی ہر ہر لمحہ آپ کے اوصاف حمیدہ وکمالات جمیلہ کی گواہی دیتا ہے، آپ کی زندگی کے جس دور کو دیکھا جائے وہ اوصاف وکمالات سے لبریز ومعمور ملے گا۔ آپ کے ان اوصاف وکمالات سے کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

تقویٰ وپرہیزگاری: تقویٰ وپرہیزگاری ان اوصاف میں سے ہے جس سے آراستہ ہونے کا حکم خداوند قدوس نے اپنے بندوں کو دیا ہے اور جس سے آراستہ ہو کر بندۂ مومن اپنے رب کی بارگاہ میں مقبول ومحبوب بن جاتا ہے۔ امام اہل سنت بھی تقویٰ وپرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام اہل سنت نے کثرت کار کے سبب اسفار کم کیے البتہ جہاں کیے ان میں ایک خوش نصیب مقام جبل پور ہے۔ آپ کے جبل پوری اسفار میں تقویٰ و پرہیزگاری سے لبالب جن واقعات کا مشاہد برہان ملت علامہ عبد الباقی جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ان میں سے چند نوک قلم کیا جاتا ہے:

(۱) ایک دعوت میں دسترخوان چنا جا رہا تھا کہ ٹائم پیس کا الارم نہایت سریلی پیانو کی آواز میں بجنے لگا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

"اسے بند کرو کہ سریلی راگ کا سننا جائز نہیں!"۔

(۲) ایک دعوت میں کھانے کے بعد ایک صاحب نے ہاتھ دھونے کے بعد دسترخوان سے ہاتھ پونچھا، اعلیٰ حضرت کی نظر مبارک پڑگئی، فرمایا:

"دسترخوان صرف کھانے کے لیے ہے، اس سے ہاتھ پونچھنا خلاف سنت ہے"۔

(۳) سوداگر حاجی اکبر خاں کے یہاں دعوت میں قورمہ روٹی کیساتھ اچھا معلوم ہوا،

حضرت نے حاجی اکبر خاں سے فرمایا:

''خان صاحب! یہ قورمہ میں پی سکتا ہوں؟''

اکبر خاں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی، ''حضور! اجازت کی کیا حاجت ہے، اور حاضر کر دوں گا''... فرمایا:

''شوربہ ترکاری، روٹی چاول کے ساتھ کھانے کے لیے دسترخوان پر رکھی جاتی ہے، پینے کے لیے نہیں، پینا صاحب خانہ کا مقصد نہیں ہوتا اس لیے اجازت کی ضرورت ہے''۔

(۴) صدر بازار میں ٹیلر ماسٹر حاجی محمد حیدر کے ہاں دعوت میں ٹھنڈا پانی نہ تھا، حاجی صاحب نے اپنے فرزند سے کہا، ''یٰسین، دیکھ مسجد کے گھڑے میں پانی ٹھنڈا ہوگا، جگ میں لے آؤ''... حضرت نے فرمایا:

''مسجد میں پانی صرف مصلیان مسجد کے لیے رکھا جاتا ہے، غیر مصلی کو اپنے یہاں منگا کر یا راستہ چلتے پینا جائز نہیں، مسجد کا پانی نہ منگایا جائے''۔(اکرام امام احمد رضا، ادارہ مسعودیہ، ص:۹۶۔۹۷)

خوف خدا: ایک انسان کی انسانیت کا معراج اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ہر وقت اس کیفیت میں ہو کہ وہ اپنے مالک و مولیٰ رب تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا اس کا مالک و مولیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اور جس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ کسی بھی کام کے انجام دہی میں اپنے مالک و مولیٰ سے خائف رہتا ہے اور ایک بندے کے لیے نہایت سعادت کی بات ہے جو ابدی سرخروئی کا سبب بھی ہے۔ امام اہل سنت کی پوری زندگی اس کیفیت سے تر بہ تر تھی اور آپ کا ہر ہر آن خوف خدا عزوجل سے روشن و منور تھا۔ پوری زندگی تو رہنے دیا جائے صرف بچپن کا ایک واقعہ ہی اس کی شہادت کے لیے کافی وافی ہے۔ حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا خان لکھتے ہیں:

''سارے خاندان اور حلقۂ احباب کو مدعو کیا گیا، کھانے دانے پکے، رمضان المبارک گرمی میں تھا اور اعلیٰ حضرت خورد سال تھے مگر آپ نے خوشی سے پہلا روزہ رکھا تھا۔ ٹھیک

دوپہر میں چہرہ مبارک پر ہوائیاں اڑنے لگیں، آپ کے والد ماجد نے دیکھا تو انہیں کمرے میں لے گئے اور اندر سے کواڑ بند کر کے اعلیٰ حضرت کو فیرنی کا ایک ٹھنڈا پیالہ اٹھا کر دیا اور فرمایا کہ کھا لو! آپ نے فرمایا: میرا تو روزہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بچوں کا روزے یوں ہی ہوا کرتے ہیں، کمرہ بند ہے نہ کوئی آسکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔ تو اعلیٰ حضرت نے عرض کی کہ "جس کا روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے" اس پر باپ آبدیدہ ہو گئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا کے عہد کو یہ بچہ کبھی فراموش نہ کرے گا جس کو بھوک پیاس کی شدت، کمزوری اور کم سنی میں بھی ہر فرض کی فرضیت سے پہلے وفائے عہد کی فرضیت کا اتنا لحاظ و پاس ہے"۔ (سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان، ص:۴۴،۴۳)

دنیا سے بے نیازی: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی نے جس گھرانے اور ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں وہ دنیاوی جاہ و حشم اور مال و دولت سے بے نیاز تھا جس کا اثر آپ پر بھی پڑا اور آپ نے بھی کبھی مال و دولت اور دنیا کی رغبت نہ کی۔ چناں چہ کسی موقع پر ایک سائل نے لکھ دیا کہ جواب کی جو فیس ہو گی ادا کر دی جائے گی تو آپ نے اصل مسئلہ واضح کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

"یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی بفضلہ تعالیٰ بفضلہ تعالیٰ تمام ہندستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے (۹۱) برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے اکاون (۵۱) برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس (۵۰) برس چھ (۶) مہینے گزرے، اس نو ۹ کم سو ۱۰۰ برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں بحمد اللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہٖ تعالیٰ ولہ الحمد معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دنیٰ ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہو گی؟ ما اسئلکم علیہ من اجران اجری

الاعلیٰ رب العلمین میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہاں کے پرور دگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم "۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۵۶۲، مجلس رضا لاہور)

الحب فی اللہ و البغض فی اللہ : اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی آپ کی زندگی کا نصب العین تھا جس میں آپ نے کبھی بھی کوئی رعایت روا نہ رکھی؛ آپ خود اعداء اللہ سے عداوت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"بحمد اللہ! میری ولادت کی تاریخ اس آیت میں ہے: اولئک کتب الخ بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ نفرت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے، اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص:۴۱۰)

آپ کے الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کا ایک واقعہ سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ میں ہے:

" ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: حضور کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتے ہیں آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں گالیاں بھریں ہیں۔ اس طرح وہ حضور کے دلائل وبراہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ دہابیوں، دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کے دل دادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہوں اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں؟ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ بات سن کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: مولانا تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کے سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سدباب

کرتا لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے۔ تو میں قلم سے ان بے دینوں کا شدت کے ساتھ اس لیے رد کرتا ہوں تا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے، پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں، اس طرح میرے آباء واجداد کی عزت وآبرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے لیے سپر بن جائیں"۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص:۴۳۶)

سادگی: حضور سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی سادگی سے زندگی بسر فرمائی۔ آپ نے ہر شعبۂ زندگی میں سادگی کو اپنایا، خواہ لباس ہو، خوارک ہو، یار ہن سہن. میں اس قدر سادگی میں رہتے کہ کوئی (نووارد) شخص یہ بھی خیال نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت مولانا امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی شہرت شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک ہے، یہی ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے۔ ظہر کا وقت تھا اعلیٰ حضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ سادہ وضع تھی، چوڑی مہری کا پاجامہ، ململ کا چھوٹا کرتہ، معمولی ٹوپی، مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے السلام علیکم کہا، اعلیٰ حضرت نے جوابِ سلام دیا اس کے بعد انہوں نے اعلیٰ حضرت ہی سے دریافت فرمایا:

"میں مولانا احمد رضا خان کی زیارت کو آیا ہوں"۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

احمد رضا میں ہی ہوں، انہوں نے کہا کہ میں آپ کو نہیں میں مولانا احمد رضا خان کو ملنے آیا ہوں۔ آپ کبھی شہرت کا لباس، قیمتی عبا، قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے تھے، نہ ہی خاص مشائخانہ انداز اختیار فرمایا مثلاً خانقاہ، چلہ، حلقہ وغیرہ، نہ ہی خدام کا مجمع۔ آگے، پیچھے، ہٹو، بڑھو کا انداز بھی نہ رکھا کہ اس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ داخلِ سلسلہ عالیہ ہوتے، پھر بھی مریدوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر کے قریب ایک لاکھ کے پہنچ گئی

تھی۔حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ: مکتبہ نبویہ لاہور، ص:۶۹۶)

حق گوئی: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کبھی بھی حق بات کہنے میں نہ ہچکچائے، اپنا ہو، پرایا ہو، بڑا ہو، چھوٹا ہو، حاکم ہو، یا محکوم الغرض آپ نے ہمیشہ حق بات کہی، حق گوئی کی صفت بچپن ہی سے آپ میں نمایاں رہی چناں چہ اعلیٰ حضرت کی عمر شریف ابھی صرف ۱۹-۲۰ سال تھی اور آپ کو فتاویٰ تحریر کرتے ہوئے تقریباً ۶ سال ہو چکے تھے کہ آپ کے ساتھ یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا جس سے آپ کی حق گوئی و حق پسندی کا اندازہ ہوتا ہے، وواقعہ یوں ہوا:

ایک شخص "رام پور" سے حضرتِ اقدس امام المحققین مولانا شاہ نقی علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی (صاحبِ ارشاد الصرف) کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی مواہیر اور دستخط ثبت تھے، پیش خدمت کیا حضرت نے فرمایا کہ کمرے میں مولوی صاحب ہیں اُن کو دیدیجیے جواب لکھ دیں گے۔

وہ کمرے میں گئے اور واپس آکر عرض کیا کہ وہاں تو کوئی مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک صاحبزادے ہیں۔

حضرت نے فرمایا "اُنہیں کو دے دیں وہ لکھ دیں گے"۔

انہوں نے عرض کی: حضور میں تو جناب کا شہرہ سن کر آیا تھا۔

حضرت نے فرمایا "آج کل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں اُنہیں کو دے دیجیے"۔اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا۔آپ نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرما کر اپنے والدِ ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور حضرت اس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ جب والی رام پور نواب کلب علی خان کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا۔آپ نے شروع سے آخر تک اس فتوے کو پڑھا اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں، دیکھا کہ سب علما کی ایک رائے ہے صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کو یاد فرمایا، حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔

حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھیے کہ صاف فرمایا: "فی الحقیقت وہی حکم

صحیح ہے جوان دو صاحبوں نے لکھا ہے "نواب صاحب نے پوچھا پھر اتنے علما نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا اُن لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا۔۔۔ یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملاقات کا شوق ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، مطبع: اکبر بک سیلرز، لاہور، ص: ۱۲۶۔۱۲۷)

قوت حافظہ و ذہانت: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال قوت حافظہ سے نوازا تھا چناں چہ حضرتِ جناب سیّد ایوب علی صاحب علیہ الرحمۃ کا بیان ہے:

"ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالاں کہ میں اِس لقب کا اَہل نہیں ہوں۔ سَیّد ایّوب علی صاحِب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی روز سے دَور شُروع کر دیا جس کا وَقْت غالِباً عشاء کا وُضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یاد فرمالیا۔ ایک موقع پر فرمایا کہ میں نے کلامِ پاک بالتّرتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اِس لیے کہ ان بندگان خُدا کا (جو میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلط ثابت نہ ہو"۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص: ۱۲۹)

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری (متوفی ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

مولانا احسان حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

میں، امام احمد رضا کی ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع سے ان کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ:

استاد سے کبھی، رُبع کتاب سے زائد تعلیم، نہیں، حاصل کی۔ ایک رُبع کتاب، اُستاد سے پڑھنے کے بعد، بقیہ پوری کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے، سُنا دیا کرتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص: ۵۴)

اطاعت والدین: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اطاعتِ والدین بھی بے مثال تھی۔ آپ نے ہمیشہ اُن کی اطاعت کی، یہاں تک کہ بعد از وصال اگر والدین نے خواب میں آکر کوئی حکم

فرمایا تو آپ نے اُس کی بھی پیروی فرمائی ۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ کی کس طرح اطاعت و دلجوئی فرمائی ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے درجہ ذیل اقتباس سے آپ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں چناں چہ علامہ ظفرالدین بہاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

جب اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ اپنے حصۂ جائیداد کے خود مالک تھے، مگر سب اختیار والدۂ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں، جس طرح چاہتیں صرف کرتیں ۔ جب آپ کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ کی خدمت میں درخواست کرتے، اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے ۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے تھے ۔(حیات اعلیٰ حضرت، ص:۴۷)

اعلیٰ حضرت کی والدہ کی اطاعت کا ایک عجیب منظر ملاحظہ کیجیے جس کا ذکر مولانا حسنین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں کرتے ہیں :

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ (اپنے صاحبزادے) حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کو (جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے) گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے ، وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا اس پر ان کو سزا دی ۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں انھیں کسی طرح اس کی خبر ہو گئی وہ (اپنے پوتے) حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں ، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دو ہتڑ (دونوں ہاتھوں سے مارنا) مارا اور فرمایا ''تم میرے حامد کو مارتے ہو'' اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ ''اماں اور ماریئے جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو'' ۔ یہ سننے کے بعد انہوں نے ایک دو ہتڑ اور مارا، اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں ۔ اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہو گیا مگر بعد میں اس واقعہ کا ذکر جب بھی کرتیں تو آبدیدہ

ہو کر فرماتیں کہ دو ہنٹر مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرماں بردار بیٹے کہ جس نے خود کو پٹنے کے لیے پیش کر دیا، دوسرا ہنٹر کیسے مارا۔ افسوس۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت ،ص:۹۷)

عاجزی وانکساری: اعلیٰ حضرت علم میں جبل شامخ تو تھے لیکن عاجزی و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ایسی جو قابل رشک ہے ۔ چناں چہ **ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری** لکھتے ہیں:

”رمضان شریف میں بعد افطار صرف پان کھا لیتے اور سحری کے وقت ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی تناول فرماتے ۔ زمانہ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لے کر آیا۔ حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا: اتنی دیر میں لایا۔ اس ایک چپت مارنے پر انہیں رات بھر فکر رہی۔ آخر سحری کے وقت اسے بلوایا اور فرمایا کہ رات کو جو تاخیر ہوئی، اس میں تمھارا قصور نہ تھا۔ بھیجنے والے کی کوتاہی تھی۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمہیں چپت ماری۔ اب تم میرے سر پر چپت مارو۔ ٹوپی اتار کر اصرار فرماتے رہے۔ بچہ دم بخود کانپنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے معاف کیا، فرمایا: تم نابالغ ہو۔ تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں ۔ چپت مارو! پھر اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے اور فرمایا: یہ پیسے تم کو دوں گا۔ تم چپت مارو۔ آخر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر پر لگائیں اور پھر اسے پیسے دے کر رخصت کیا“ ۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:٦٧)

تعظیمِ ساداتِ کرام: اعلیٰ حضرت سادات کرام کی حد درجہ عزت و تکریم کیا کرتے اور کیوں نہ ہو کہ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے اور ایک عاشق اپنے محبوب سے متعلق ہر چیز کو منظور نظر رکھتا ہے تو سادات کرام تو آپ ﷺ کے خون ہی ہیں پھر ان سے الفت و محبت کیوں نہ ہو۔ دیکھیے محبت سادات کرام کے جلوے، حیات اعلیٰ حضرت میں ہے:

فقیر (سید ایوب علی رضوی) اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقعِ عید الفطر بعدِ نماز دست بوسی کے لیے عوام نے ہجوم کیا، مگر جس وقت سید قناعت علی دست بوس

ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت نے اُن کے ہاتھ چوم لیے، یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربانِ خاص سے تذکرہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا یہی معمول ہے کہ بموقع عیدین دورانِ مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں۔ آپ اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں۔ غالبًا آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص:١١٣)

مزید جناب سید ایوب علی صاحب اعلیٰ حضرت کی محبتِ سادات کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

حضور کے یہاں مجلسِ میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا اور اسی کا اتباع اہلِ خاندان بھی کرتے ہیں۔ (ایضًا، ص:١١٥)

چھوٹوں پر شفقت و خیر خواہی: اعلیٰ حضرت ہر صاحب ایمان کے خیر خواہ تھے خواہ کسے باشد۔ اور آپ کی خیر خواہی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے دنیا کے ہزاروں سنیوں کی سنیت اور ایمان کی حفاظت و صیانت فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی آپ شفقت و خیر خواہی کیا کرتے۔ چناں چہ چھوٹوں پر شفقت کے تعلق سے پروفیسر مسعود احمد نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”دار العلوم منظر اسلام کے طلبہ کرام پر بڑے شفیق و کریم تھے، خوشیوں کے موقعوں پر، عید کے دنوں میں ان کے لیے نئے نئے کپڑے بنواتے اور قسم قسم کے کھانے پکوا کر کھلاتے۔

عرب طلب کے لیے عربی کھانا، روسی طلبہ کے لیے روسی کھانا، بنگالی طلبہ کے لیے بنگالی کھانا، سندھی طلبہ کے لیے سندھی کھانا، پنجابی کے لیے پنجابی کھانا۔ الغرض جن طلبہ کو جو کھانا مرغوب ہوتا وہ پکوا کر اس کو کھلاتے اور کھلا کھلا کر خوش ہوتے“۔ (غریبوں کے غم خوار از پروفیسر مسعود احمد، ادارہ مسعودیہ، ص:٧)

اصاغر پر شفقت کا ایک اور واقعہ سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔ حضور ملک العلما ”حیات اعلیٰ حضرت“ میں اپنا ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

"۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسنِ اتفاق بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس فتویٰ کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپے دستِ مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اعلیٰ حضرت والد ماجد قدس سرہ نے مجھے شیرنی کھانے کے لیے ایک روپے عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا، یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپے آپ کو شیرنی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ نہ بول سکا، اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط۔ مگر فضلِ خدا سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام، اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا"۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص: ۷۷)

خدمات و کارنامے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے، اور کیوں نہ ہو کہ آپ کا علمی معیار بلند و بالا تھا اور آپ کے تبحر علمی کا زمانہ معترف رہا اور جو شخصیت علوم و فنون میں جس قدر متبحر ہو گی اس کی خدمات و اثرات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گا۔ امام اہل سنت کا بھی یہی حال تھا کہ آپ کثیر علوم و فنون کے متبحر بلکہ کئی ایک علوم کے امام بلکہ کئی ایک علوم کے موجد بھی گزرے ہیں۔ آپ کے تبحر علمی اور جلالتِ شان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً پچاسوں علوم و فنون میں گہری بصیرت کے حامل اور اجتہادی شان کے آپ مالک تھے۔ آپ کا سینہ علوم و معارف کا گنجینہ اور ایک بیکراں سمندر تھا جس میں ہر طرف بیش بہا لعل و جواہر بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے خود حاصل کردہ و حاصل شدہ علوم و فنون کا ذکر اپنی کتاب "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ و المدینۃ "میں بیان فرمایا ہے جن کی تعداد ۵۵ر ہیں۔

چناں چہ اپنے والد ماجد سے جو علوم حاصل کیے وہ یہ ہیں:

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدلِ مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم عقائد و کلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ۔

اور پھر کسی استاذ کے بغیر جو علوم و فنون از خود حاصل کیے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگارثم (۳۶) توقیت (۳۷) مناظر و مرایا

(۳۸)علم اکر (۳۹)زیجات (۴۰)مثلث کروی (۴۱)مثلث مسطح (۴۲)ہیئت جدیدہ (۴۳)مربعات (۴۴) جفر (۴۵)زائرچہ (۴۶)نظم عربی (۴۷)نظم فارسی (۴۸)نظم ہندی (۴۸)نثر عربی (۵۰)نثر فارسی (۵۱)نثر ہندی (۵۲)خطِ نسخ (۵۳)خطِ نستعلیق (۵۴)تلاوت مع تجوید (۵۵) علم فرائض۔

مذکورہ علوم وفنون پر جس کی مہارت ہوگی وہ ذات اپنے آپ میں ایک یونیورسیٹی سے کم نہیں ہوگی اور اس کا دائرۂ خدمات بھی وسیع سے وسیع تر ہوگا اور یہ علوم امام اہل سنت کو حاصل تھی لہٰذا آپ کی ذات جہان علوم وفنون اور خدمات کا دائرہ ایک جہان کو محیط ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے ؟ تو دیکھیے امام اہل سنت کی خدمات و کارنامے جنہیں انمٹ نقوش کی طرح تاریخ وتذکرہ کے صفحات نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھے ہیں۔

تدریس کتب درسیہ: علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد امام احمد رضا نے تدریس کی طرف خاطر خواہ توجہ دی۔ تشنگانِ علوم جوق در جوق آپ کے کاشانۂ اقدس پر حاضر ہوتے اور چشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہوتے تھے۔ آپ نے باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا لیکن اس کے باوجود آپ کی تدریسی خدمات کم وبیش چالیس سے پچاس سال کو محیط ہے جیسا کہ آپ کی تصانیف میں وقتاً فوقتاً آپ کی تحریر سے واضح ہوتا ہے۔ چناں چہ آپ ۱۲۸۶ھ میں بعد فراغت تدریس میں مصروف ہو گئے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں:

" فقیر کا درس بحمدہ تعالیٰ تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر میں ختم ہوا، اس کے بعد چندسال تک طلباء کو پڑھایا"۔(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۲۷، ص:۳۸۴)

"چندسال" کتنے سال پر مشتمل ہے ؟ اس کی مکمل صراحت تو کہیں نہیں البتہ آپ کی مختلف تحریرات سے اس کی کچھ نہ کچھ ضرورت وضاحت ہوتی ہے۔ چناں چہ آپ اخیر محرم ۱۳۰۴ھ کو بدایوں شریف میں مدرسہ طیبہ قادریہ میں دیکھے جانے والے ایک خواب کے تحت لکھتے ہیں:

" اسی طرح اب کوئی چند مہینے ہوئے اور سید شاہ فضل حسین صاحب پنجابی فقیر سے

"صحیح بخاری شریف" پڑھتے تھے"۔

اس سے واضح ہے کہ آپ نے ۱۳۰۴ھ تک تدریس کی لیکن اس کے بعد یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا جیسا کہ آپ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روز جمعہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا اور از انجا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلت مہلت تھی قصد کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ تعالی تحریر جواب کی کفیل ہوگی"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۲، ص:۲۷۰)

مذکورہ تحریر سے واضح ہے کہ ۱۳۰۶ تک آپ نہ صرف تدریس کرتے تھے بلکہ مشاغل درس میں اس قدر منہمک تھے کہ جواب استفتا کے لیے وقت کی قلت دامن گیر ہوتی۔ اس کے بعد بھی آپ کا یہ سلسلہ موقوف نہیں ہوا بلکہ مزید جاری رہا۔ چناں چہ آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"الحمد للہ کہ یہ مختصر اجمالی جواب پانزدہم شہر النور و السرور ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۸ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کو باوصف کثرتِ کار و ہجوم اشغال تعلیم و تدریس و مجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقت فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار نام ہوا"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۲۰۰)

۱۳۱۸ھ تک اشغال تعلیم و تدریس کا ہجوم رہا پھر بھی یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ۱۳۲۲ھ میں جب منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا تو اس کے سب سے پہلے شیخ الحدیث آپ ہی ہوئے۔ استاذ زمن علامہ حسن رضا خان لکھتے ہیں:

"سب سے بڑھ کر خوش نصیبی اس مدرسے (منظر اسلام) کی یہ ہے کہ مجدد مائۃ حاضرہ ،صاحب براہین قاہرہ، عالم اہل سنت مولانا مولوی حاجی محمد احمد رضا خان قادری برکاتی مدظلہم العالی نے باوجود قلت فرصت اس کی نگرانی کے ساتھ درس حدیث شریف بھی اپنے ذمہ لیا ہے"۔ (روداد منظر اسلام (۱۳۲۲ھ) ص:۴-۵)

درج بالا تحریر سے ظاہر و باہر کہ آپ نے ۱۳۲۲ھ تک درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ اگر یہاں تک بھی آپ کے درس و تدریس کا سلسلہ تسلیم کیا جائے تو ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۲۲ھ تک ۳۶/ سال ہوتے ہیں۔ اب یوں کہنا بالکل بجا ہوگا کہ امام اہل سنت نے کم سے کم ۳۶/ سال تک ضرور درس و تدریس کے جوہر و گوہر لٹاتے رہے اور یہ صرف ۱۳۲۲ھ تک کی بات ہے ورنہ آپ کی تدریس کا سلسلہ اس کے بعد کسی نہ کسی طرح جاری رہا جن کو شامل کیا جائے تو تقریبًا پچاس سال بن جاتے ہیں۔ آپ نے تدریسی جوہر اس طرح لٹائے کہ آپ کی تدریسی مہارت کی شہرت اس وقت کے تمام مدارسِ دینیہ میں پھیل گئی اور بڑے بڑے اساتذہ آپ کے علم و فضل کے معترف و مداح تھے۔ آپ کی درس گاہ علم و حکمت سے ایسے ایسے فقہا و داعیان اور بے مثال علما و فضلاء پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے میدان میں امتیازی شان پیدا کی اور بلند و قد آور شخصیت کے مالک بن کر آفتاب و ماہتاب کی طرح مدت العمر چمکتے اور دمکتے رہے۔ ذرا آپ کی تدریسی صلاحیت کا فیض لوٹنے والوں کی ایک مختصر فہرست دیکھیے:

(۱) مولانا حسن رضا (۲) مولانا محمد رضا (۳) مولانا حامد رضا (۴) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی (۵) مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی (۶) مولانا ظفر الدین بہاری (۷) مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی (۸) مولانا حسنین رضا (۹) مولانا سلطان احمد بریلوی (۱۰) مولانا سید احمد امیر (۱۱) مولانا حافظ یقین الدین (۱۲) مولانا عبد الکریم (۱۳) مولانا سید نور احمد چاٹگامی (۱۴) مولانا منور حسین (۱۵) مولانا واعظ الدین (۱۶) مولانا سید محمد عبد الرشید عظیم آبادی (۱۷) مولانا غلام محمد بہاری (۱۸) مولانا حکیم عزیز غوث (۱۹) مولانا نواب مرزا (۲۰) ابو الحسنات مولانا سید محمد احمد قادری (۲۱) مولانا قلندر علی سہروردی (۲۲) مولانا سید ایوب علی رضوی (۲۳) مولانا محمد حسین فیروز پوری۔

تصنیف و تالیف: اُستاذ العلماء ابو البرکات مولانا سید احمد قادری شیخ الحدیث مرکزی حزب الاحناف لاہور (متوفی ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) فرماتے ہیں کہ:

”جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عمر شریف پچاس برس ہوگئی تو آپ نے اپنی تمام تر توجہ تصنیف و تالیف کی طرف پھیر دی۔ اور فرمایا ایک دور یعنی نصف صدی گذر گئی، زمانے کے

حالات بدل گئے — اب ہمیں بھی اپنی عادت میں تبدیلی کرنی چاہیے۔ چوں کہ لوگ تحریر سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت تقریر کی بہ نسبت تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے"۔(یادِ اعلیٰ حضرت از مولانا عبدالحکیم شرف قادری مکتبہ قادریہ لاہور، ص:۲۴)

امام اہل سنت کی عمر جب پچاس سال کی ہوگئی یعنی ۱۳۲۲ھ میں آپ نے اپنی تمام تر توجہ تصنیف و تالیف کی طرف کر دی پھر آپ نے لکھا اور خوب لکھا اور اتنا لکھا کہ ایک ٹیم ورک بھی اتنا کام نہیں کر سکے گی اور اگر کر بھی لے تو جو انداز تحریر اور دلائل کی کثرت آپ کے یہاں ہے وہ کر دکھانا نہایت مشکل امر ہے۔ بہر حال جب آپ نے توجہ مکمل طور پر تصنیف و تالیف کی طرف لگا دی تو آپ کے سیال قلم نے لگ بھگ ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل قوم کو دیے لیکن تمام محفوظ نہ رہ سکیں جس کے سبب تمام کا انحصار اور اسما کا شمار کوئی بھی محقق نہیں کر پایا۔ البتہ جنہوں نے بھی اس جہت سے کام کیا اور جو منظر عام پر ہے ان میں مصلح قوم و ملت علامہ محمد عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ سر فہرست ہیں ؛ جنہوں نے "المصنفات الرضویۃ" معروف بہ "**تصانیف امام احمد رضا**" کے نام سے امام اہل سنت کی کتب و رسائل کی چھان پھٹک کر کے جن کتابوں کی فہرست تیار فرمائی ہے اس کی روشنی میں امام اہل سنت نے کس موضوع پر کتنی کتابیں تحریر فرمائی ہیں سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	فن/موضوع	تعداد کتب و رسائل
۱	تفسیر	۱۶
۲	اصول تفسیر و علوم قرآن	۱
۳	رسمِ خط قرآن	۱
۴	حدیث	۳۶
۵	اسانید حدیث	۳
۶	اصول حدیث	۶
۷	اسماء الرجال	۷

۸	جرح وتعدیل	۲
۹	تخریج احادیث	۴
۱۰	لغت حدیث	۱
۱۱	فقہ	۲۸۰
۱۲	اصول فقہ	۷
۱۳	رسم المفتی	۳
۱۴	فرائض	۴
۱۵	تجوید	۴
۱۶	عقائد وکلام	۱۲۵
۱۷	سیر	۶
۱۸	تصوف	۱۳
۱۹	اخلاق	۳
۲۰	سلوک	۴
۲۱	فضائل رسول	۲۶
۲۲	مناقب	۱۷
۲۳	اذکار	۸
۲۴	ادفاق	۱
۲۵	تکسیر	۵
۲۶	جفر	۸
۲۷	توقیت	۱۷
۲۸	تاریخ	۸
۲۹	شعروادب	۲۱

۳۰	مکتوبات	۲
۳۱	ملفوظات	۲
۳۲	اصلاح ونصائح	۳
۳۳	نحو	۲
۳۴	صرف	۱
۳۵	لغت	۳
۳۶	عروض	۱
۳۷	خطبات	۱
۳۸	تعبیر	۱
۳۹	نجوم	۵
۴۰	ہندسہ	۵
۴۱	حساب	۵
۴۲	ریاضی	۶
۴۳	لوگارثم	۲
۴۴	علم مثلث	۳
۴۵	ہیئات	۱۶
۴۶	زیجات	۷
۴۷	منطق	۳
۴۸	فلسفہ	۵
۴۹	ارثماطیقی	۳
۵۰	مناظرہ	۵
۵۱	جبر ومقابلہ	۳

وعظ و تقریر: آپ کی ابتدائی زندگی تدریسی مشاغل میں صرف ہوئی پھر آپ نے پوری توجہ تصنیف و تالیف کی طرف کر دی اور اسی مصروف ترین زندگی میں آپ نے وعظ و نصیحت اور تقریر و خطابت کے ذریعہ بھی خدمت دین متین کا فریضہ انجام دیا ہے۔ آپ کی تقریر مستقل طور پر صرف چند مواقع پر ہوا کرتی تھی۔ علامہ یسین اختر مصباحی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا نے تحریر کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور ان کی زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گذرا۔ تقریر سال میں دو ایک بار کیا کرتے تھے۔ وہ بھی محتاط انداز میں پورے عالمانہ وقار کے ساتھ ہوتی تھی۔ تین مواقع پر آپ کی تقریر خاص طور سے ہوا کرتی تھی۔

اولاً: جلسۂ دستار بندی مدرسہ اہل سنت و جماعت بمقام مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور، بریلی۔

ثانیاً: ۱۲/ ربیع الاول شریف در بریلی شریف

ثالثاً: ۱۸/ ذوی الحجہ عرس حضرت مولانا سید آلِ رسول مارہروی قدس سرہٗ در بریلی شریف"۔ (امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص: ۴۰)

لیکن وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر بھی آپ نے وعظ و خطاب فرمایا جن میں مارہرہ شریف، بدایوں شریف، اجمیر شریف، سیتاپور، جبل پور، بریلی شریف وغیرہ۔

تجدیدی کارنامے

امام احمد رضا قدس سرہ کے زمانے میں نت نئے فتنے سر ابھار رہے تھے، جن کے ذریعہ مسلمانوں کو مذہبی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی سطح پر کمزور کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان فتنوں کی سرکوبی، احیاے دین اور رد بدعات و منکرات کی خاطر اپنی زبانی، قلمی اور عملی توانیاں صرف کیں، جس کا نہ صرف اعتراف کیا گیا بلکہ آپ کی مجددیت کا اقرار و اعلان بھی کیا گیا۔

مجددیت کا اعلان: ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ کے عظیم الشان تاریخی اجلاس میں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی احیاے سنت ،ازالہ بدعت، رد بد مذہباں اور اصلاحی و رفاہی خدمات کو دیکھ کر مولانا عبد المقتدر بدایونی (متوفی ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) نے ارشاد فرمایا: ”جناب عالم اہل سنت، مجدد ماۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب“۔ اجتماع میں موجود تمام علماے کرام نے اس کی تائید کی۔ (امام احمد رضا اور جدید افکار و تحریکات، ص:۱۸۲)

اصلاح و تجدید اور احیاے دین کے منظر نامے پر جو کارنامے درخشاں اور تاباں نظر آ رہے ہیں یہ مختصر صفحات ان پر تفصیلی گفتگو کے متحمل نہیں ،البتہ مختصراً چند اصلاحی اور تجدیدی کارنامے پیش ہیں:

فرقۂ نیچریت: آزاد خیالی اور فکری بے راہ روی کے علم بردار سر سید احمد خاں اس فرقے کے بانی ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی چیز مقتضاے طبیعت کے خلاف کسی طرح، کسی صورت، کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ معجزات وغیرہ کے قائل نہیں کہ یہ خلاف نیچر، خلاف فطرت ہے۔ جسے دیکھنا ہو سر سید کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ اس کے پراگندہ خیالات کو ”المعتمد المستند“ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

”فإنهم ينكرون أكثر ضروريات الدين، و يأولونها إلى ما تهوى

أنفسهم، فيقولون لا جنة، ولا نار، ولا حشر أجساد، ولا ملك، ولا جن، ولا سماء، ولا إسراء، و لا معجزة، و إنما عصا موسى كان في جوفها الزيبق، فإذا ضربته الشمس اهتزت، وشق البحر ما كان غير المد و الجزر، و الاسترقاق من صنيع الوحوش، و كل شريعة جاءت به فليست من الله تعالى، إلى غير ذلك من كفر لا يعد ولا يحصى"۔

ترجمہ: یہ نیچری اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اسے اپنے من چاہے معنی کی طرف پھیر دیتے ہیں، تو کہتے ہیں نہ جنت ہے، نہ دوزخ، نہ حشر اجسام یعنی قیامت میں زندہ اٹھانا، نہ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی جن، نہ آسمان ہے، نہ اسرا اور نہ معجزہ اور (ان کا گمان ہے) موسیٰ کی لاٹھی میں پارہ تھا، تو جب اس کو دھوپ لگتی وہ لاٹھی ہلتی تھی، اور سمندر کا پھاڑ دینا مد و جزر کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اور غلام بنانا وحشیوں کا کام ہے اور ہر وہ شریعت جو اس کا حکم لائے تو وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں۔ اس کے علاوہ بھی بے حد و حساب اور بے شمار کفریات ہیں۔ (المستند المعتمد علی المعتقد المنتقد، ص:۲۲۲)

آپ نے ان کی پر زور تردید فرماتے ہوئے الدلائل القاهرة علی الکفرة النیاشرة تحریر فرمایا۔

فرقہ قادیانیت: ختم نبوت اہل سنت کا اجماعی عقائد سے ہے جس سے انحراف کفر ہے کیوں کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ لیکن انیس ویں صدی کے اخیر میں قادیانی فتنہ اٹھا، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ انفرادیت پر جارحانہ اور رکیک حملے ہوئے اور ختم نبوت کا انکار کیا گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی (ولادت ۱۸۳۹یا ۱۸۴۰/ متوفی ۱۹۰۸) نے مہدی، مسیح موعود اور نبوت کا دعویٰ کیا، صرف یہی نہیں بلکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود کو افضل گردانا اور اپنے نبی ہونے کی دلیل میں سورۂ مجادلہ کی آیت "مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" سے پیش کی۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس نے لکھا: لیس المراد بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل المراد باحمد فی هذه الاٰیة المرزا غلام احمد۔ یعنی مذکورہ آیت میں احمد سے مراد رسول اللہ

ﷺ نہیں بلکہ اس سے مراد مرزا غلام احمد ہے۔ (المتنبی القادیانی، ص:۱۷۔ بحوالہ، امام احمد رضا کے افکار و نظریات، ص:۱۹۰)

نیز انبیاے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے (ایضًا، ص:۱۱۲)

قادیانی اور اہل قادیانیت کے مزید باطل و مفسد عقائد کی تفصیلات دیکھنی ہو تو المعتمد المستند، حدوث الفتن اور امام احمد رضا کے افکار و نظریات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اس قسم کے ہفوات و اباطیل کا قلعہ قمع کرنے کے لیے کئی فتاویٰ تحریر فرمائے۔ جو "فتاوی رضویہ" اور "المستند المعتمد" میں شائع ہوئے ہیں، اس کے علاوہ درج ذیل کتابیں ان کی نوک قلم سے منصۂ شہود پر آئیں، مثلاً:

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان ۱۳۳۲ھ (۲) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ (۳) المبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ (۴) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ (۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی ۱۳۴۰ھ۔

فرقہ روافض و شیعہ: اہل سنت اور روافض کے اختلاف کا آغاز عہد صحابہ ہی میں ہو چکا تھا۔ رفتہ رفتہ اس میں حدت و شدت پیدا ہوئی۔ اور روافض نے اعمال و عقائد ہر چیز میں اپنا الگ تشخص قائم کیا۔ ہندوستان کے اندر بھی ان کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ دور اخیر میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ (وصال ۱۲۳۹ء/ ۱۸۲۴ء) نے ان کے رد میں "تحفۂ اثناعشریہ" جیسی عظیم الشان کتاب لکھی جو آج تک لاجواب ہے۔ اکابرین نے ان کے خلاف قلمی جہاد جاری کیا اور امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اسلاف کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے متعدّد رسائل لکھے اور ان کا شدید تعاقب کیا۔ اپنے ایک رسالہ "رد الرفضہ" میں (جو فتاویٰ رضویہ چودہویں جلد میں بھی شامل ہے) ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکرانِ ضروریات دین اور باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں۔ یہاں تک کہ علماے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ

جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے"۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۲۶۰)

مزید تفصیل کے لیے حضرت امام احمد رضا بریلوی کی مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ کریں جنھیں آپ نے روافض کی تردید و ابطال میں تحریر کیا ہے۔

(۱) غایۃ التحقیق فی اِمامۃ العلی والصدیق (۲) وجہ المشروق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق (۳) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (۴) لمعۃ الشمعۃ لِھدیِ شیعۃ الشنعۃ (۵) الادلّۃ الطاعنۃ فی اذانِ الملاعنۃ (۶) اَعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند و بیان الشھادۃ (۷) ردّ الرفضۃ۔

تفضیلیوں کے خلاف آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں تحریر فرمائی ہیں:

(۱) الصمصام الحیدری علی عنق العیار المفتری (۲) البشری الآجلۃ من تحف آجلۃ (۳) الرائحۃ العنبریۃ من المجمرۃ الحیدریۃ (۴) فتح خیبر۔

وہابیت و نجدیت: وہابیہ منسوب بہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی ہیں۔ جس نے تمام اہل اسلام کو اعلانیہ کافر و مشرک بنایا۔ اس کے مقلد و متبع گروہ وہابیہ نجدیہ نے حرمین شریفین پر حملہ کیا۔ اور کوئی دقیقہ گستاخی و بے ادبی و شرارت و ظلم و قتل و غارت گری کا اٹھا نہ رکھا۔ اور ساری دنیائے اہل سنت و جماعت کے لیے فتنہ اور وبال عظیم ثابت ہوا۔ ہزاروں علمائے کرام نے اس کے خلاف جہاد بالسیف والقلم کیا۔ کتابیں اور مضامین لکھے اور اس کی کتاب التوحید و عقائد و افکارِ باطلہ کا رد کیا۔ ہندوستان میں اس فرقہ کا بانی اسمٰعیل قتیل دہلوی بنا اور ایمان سوز نظریہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہوگیا جس کے نتیجہ میں نہ صرف ایک بلکہ کئی ایک فرقے وجود میں آگئے یا یوں کہیے کہ اس فرقے کی کئی ایک شاخیں وجود میں آئیں۔ اس تعلق سے مولانا زید ابوالحسن فاروقی تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے، ایک اہل سنت و جماعت دوسرے شیعہ۔

اب مولانا اسمٰعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے، اور شاہ عبد العزیز نیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف ہوا

اور نجدی کا رسالہ ''رد الاشراک'' ان کی نظر سے گذرا۔ اور انھوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سَلَفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علما کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا۔ اور ان حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب (تقویۃ الایمان) کو رد کیا۔'' (مولانا اسمٰعیل اور تقویۃ الایمان مؤلفہ شاہ زید ابو الحسن فاروقی شاہ ابو الخیر اکاڈمی۔ چتلی قبر۔ دہلی، ص:۹۔۱۰)

انہیں علمائے کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے اسلامی خول میں چھپے چہروں کی نقاب کشائی کی اور دنیا کے سامنے ان کی فکری آوارگی اور ذہنی کج روی اور دین ومسلک میں فتنہ انگیزی کو اجاگر کیا۔ انھوں نے نصوص قطعیہ کے منکرین اور کفریات کا ارتکاب کرنے والوں سے شرعی مواخذہ فرمایا، یہ بھی واضح رہے کہ انھوں نے گستاخان رسول سے بغیر باز پرس حکم شرع بیان نہیں کیا بلکہ ان سے تحقیق کے لیے متعدّد بار خط روانہ کیا۔ جیسا کہ ''المستند المعتمد علی المعتقد المنتقد'' میں اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ جب مولانا رشید احمد گنگوہی کے رد میں ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' نامی رسالہ تحریر فرمایا تو اسے اس کے پاس روانہ بھی کیا، ڈاک خانے سے روانگی کی رسید بھی مل گئی، مگر ۱۱ر سال گذرنے کے بعد بھی کوئی جواب نہ ملا۔ (المستند المعتمد علی المعتقد المنتقد، ص: ۲۲۵، ۲۲۶۔)

مسلسل مطالبہ کے باوجود جب جواب نہیں آیا تو اعلیٰ حضرت نے حکم شرع بیان کرتے ہوئے تکفیر کا حکم صادر نہیں فرمایا اور یہ نہیں کہ اپنی تحقیق پر اکیلے جمے رہے بلکہ آپ نے تمام کفری عبارتوں کو یکجا کر کے اپنے شرعی فیصلے کے ساتھ علمائے عرب وعجم کے سامنے پیش کیا، چناں چہ انھوں نے مہر تصدیق ثبت کی جسے ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

۱۳۲۴ھ" کے نام سے شائع کیا گیا۔

امام احمد رضا اپنی ایمانی بصیرت، علمی صلاحیت اور تحریری قوت سے زندگی کی آخری سانس تک اس کے خلاف بر سر پیکار رہے۔ اس کام میں آپ خوب پیش پیش تھے اور صحیح یہ ہے کہ انہیں وہابیت سے قلبی تنفر تھا۔ وہ مسلمانوں کے لیے اسے سب سے خطرناک اور ایمان سوز فرقہ خیال فرماتے تھے۔

ردوہابیت و نجدیت میں آپ کے کارنامے کا اندازہ اس سے بخوب ہوتا ہے کہ اس باب میں آپ کا نام سب سے زیادہ مشہور ہو گیا اور آپ کو ردِوہابیہ کا نشان سمجھا جانے لگا۔ اور غیروں نے یہ شیوہ بنا لیا کہ وہ دوسرے ہزاروں علمائے اہل سنت کا نام چھوڑ کر صرف امام احمد رضا بریلوی کا نام لے کر مسلمانوں کو بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہوں نے تکفیر کا بیڑہ اٹھایا اور وہابیوں کے خلاف ہندوستان میں اتنی شورش پیدا کی۔

حکمت و فلسفہ: فلسفہ ایک ایسا علم ہے جس کی فنی ایجاد اور اس میں کمال و مہارت کا سہرا اہل یونان کے سر ہے۔ عہد عباسی میں جب فلاسفہ اور ملاحدہ نے اس کے ذریعہ اسلامی عقائد و نظریات پر حرف گیری شروع کی تو انہیں کی زبان اور وضع کردہ اصول و ضوابط کی روشنی میں ان کا مسکت و دنداں شکن جواب دینے کے لیے علمائے اسلام نے فلسفہ کی طرف توجہ دی اور علمائے اسلام نے انہی کے اصول و ضوابط کی روشنی میں ان کے مزعومات کو تار عنکبوت کے مانند بکھیر کر رکھ دیا۔

لیکن امام احمد رضا قدس سرہ کا دور بھی سائنسی اختراعات کا تھا، فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ کے ذریعہ اسلام مخالف نظریات کی تشہیر کی جارہی تھی، انھوں نے قلم اٹھایا، فلسفیوں کی راہ وار فکر نے جہاں ٹھوکر کھائی تھی، اس کی نشان دہی کی، اس کی نوک پلک کو درست کیا اور اسلام مخالف افکار کی زبر دست بیخ کنی کی۔ ان کی فاش غلطیوں پر سخت گرفت کی اور ان کی انوکھی تشریحات سے متاثر اذہان کو ان غلط تعبیرات سے آگہی بخشی جن سے دین مجروح ہو رہا تھا۔

رد فلسفہ و حکمت کے حوالے سے محدث بریلوی کی مندرجہ ذیل کتابیں معرض

وجود میں آئیں:

(۱)معین مبین بہ رد شمس وسکون زمین (۲)فوز مبین در رد حرکت زمین (۳) الکلمۃ الملھمۃ (۴)نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان اور (۵)مقامع الحدید۔

تحریک ندوہ: تحریک ندوہ کی داغ بیل علماے اہل سنت نے ڈالی تھی، اس وقت پیش پیش رہنے والے مفتی لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن کان پوری اور حضرت شاہ محمد حسین الہ آبادی وغیرہ شامل تھے۔ لیکن چور دروازے سے چند ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے تھے جو فرقہاے باطلہ کے ساتھ ذہنی وفکری ارتباط رکھتے تھے جس کے سبب اس میں خرابیاں در آئیں یہاں تک کے ان کے مقاصد وعزائم کا لب لباب یہ قرار پایا کہ شرکت قبلہ کی بنیاد پر تمام کلمہ گو کو ایک صف میں کھڑا کر دیا جائے، اعتقادی اختلاف اور نزاعی صورت کو مٹا دیا جائے، کوئی کسی کی تکفیر نہ کرے۔ محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی بیمار ذہنیت کی شفایابی، ان کی تلبیسات کی پردہ دری میں درج ذیل سترہ کتابیں تصنیف فرمائی:

(۱)فتاویٰ القدوہ لکشف دفین الندوہ (۲)مراسلات وسنت ندوہ (۳)سوالات حقائق نما بروٗس ندوۃ العلماء (۴)فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (۵)ترجمۃ الفتویٰ وجہ ہدم البلویٰ (۶) خلص فوائد فتویٰ (۷) سرگزشت وماجراے ندوہ (۸) اشتہارات خمسہ (۹) غزوہ لہدم سماک الندوہ (۱۰)ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ (۱۱)بارش بہاری بر صدف بہاری (۱۲)سیوف العتوہ علی زمائم الندوہ (۱۳)آمال الابرار وآلام الاشرار (۱۴)سکین ونورہ بر کاکل پریشاں ندوہ (۱۵)صمصام القیوم علی تاج الندوہ عبد القیوم (۱۶)الاسئلۃ الفاضلہ علی الطوائف الباطل (۱۷) سوالات علما وجوابات ندوۃ العلماء۔

تحریک خلافت وترک موالات: پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں ترکوں نے پوری طاقت اور اپنی روایتی شان وشوکت کے ساتھ حصہ لیا تھا اور ایک عالم گیر شورش برپا ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب انگریزوں کی سازش سے ترکی کے اندر خانہ جنگی کے حالات پیدا ہوئے تو ۱۹۱۹ء میں سلطنت عثمانیہ کی حمایت واعانت کے لیے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی

لکھنوی نے ”تحریک خلافت“ کی داغ بیل ڈالی جس نے مسلمانانِ ہند کے درمیان عجیب وغریب جوش وخروش پیدا کر دیا تھا۔ اور ہر طرف اس تحریک کا شور وہنگامہ نظر آنے لگا۔ چوں کہ مولانا محمد علی جوہر و مولانا حسرت موہانی اور مولانا عبدالماجد بدایونی و مولانا ثنا احمد کانپوری نیز مفتی کفایت اللہ دہلوی و ابوالکلام آزاد و حکیم اجمل خاں و ڈاکٹر مختار احمد انصاری و شوکت علی اور بہت سے علماء و مسلم قائدین بھی اس میں شامل ہو گئے اس لیے ان کے اثر سے تحریک نے کافی وسعت اور جذباتی شدت اختیار کر لی۔ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی کا ایک خطبہ صدارت جس میں ۱۵/ سطریں اس موضوع سے متعلق تھیں اس میں انہوں نے کہا کہ خلافت کے لیے شرط قرشیت صرف حضرات شوافع کے نزدیک ہے۔ اور بعض احناف کا کلام بھی ہے۔ اس میں بھی تصریح نہیں۔

اس سلسلے میں ایک سائل نے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے یہ سوال کیا کہ ” سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں؟ فرضیت اعانت کے لیے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لیے یا کسی کے لیے نہیں؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کا تشفی بخش جواب دیا، تقریباً پچاس احادیث کریمہ اور کتب عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ کی ۹۲/ عبارتوں سے خلافت کے لیے قرشیت کا شرط ہونا ثابت کیا“۔

مسئلہ خلافت کی شرعی تحقیق اور وضاحت کے لیے کتاب ”دوام العیش فی الائمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ“ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف سے شائع کی گئی اور مسئلہ خلافت کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی تھیں اس کا پُر زور رد فرمایا۔

تحریک ترک موالات: ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کا اعلان ہوا، یہ اعلان تحریک خلافت کے پلیٹ فارم ہی سے ہوا تھا پھر کیا تھا ہندو مسلم اتحاد کی راہ ہم وار ہونے لگی۔ غیر مسلموں کو اس اتحادی سیاست سے کچھ فرق پڑنے والا نہیں تھا اس لیے وہ کہیں بھی تقریر سننے اور کرنے کے لیے جا سکتے تھے مگر اس سے ہندی مسلمانوں کی مذہبی اور تہذیبی صورت مسخ ہو رہی تھی، تاہم

مسلم قائدین کی خود سپردگی پر حیرت ہوتی ہے کہ انھوں نے انگریزوں سے ترک موالات کے پس پردہ اسلامی احکام اور مذہبی مقامات کی عظمتوں کی پامالی پر خاموشی اختیار کرلی تھی بلکہ وہ خود پیش قدمی کرتے اور اس کی دعوت دیتے۔ علمائے اہل سنت، مسلم قائدین اور ان کے زیر اثر مسلمانوں کی بے اعتدالی پر سخت نالہ تھے کہ اگر مسلم لیڈروں کی ہندو نوازی کا یہی جذبہ رہا تو کہیں مسلمان مستقبل میں اپنی تشخص کا سودانہ کرڈالیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے پیش نظر غیر مسلم لیڈروں کی شاطرانہ چال اور مسلم قائدین کی ناعاقبت اندیشی دونوں تھی۔ اس لیے آپ کا دوراندیشانہ مشورہ یہی تھا کہ بلاشبہہ ملک کو سفید فام حاکموں سے آزاد کرانا چاہیے، لیکن ہندوؤں سے اتحاد و یگانگت درست نہیں بلکہ ترک موالات ہر دو سے لازم و ناگزیر ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا یہی نظریہ تھا کہ انگریزوں اور مشرکوں دونوں سے ترک موالات کی جائے اور آپ نے مسلمانوں کو تنبیہ بھی فرمائی کہ مسلمان جسے اپنا خیر خواہ سمجھ کر ان کو خوش کرنے کے لیے اپنے ایمان برباد کر رہے ہیں، موقع پاتے ہی تمہیں ہلاک کر دیں گے پھر آپ نے بلا خوف لومۃ لائم اپنی تحریروں اور فتاویٰ میں شریعت کی روشنی میں واضح فرمایا کہ ساری غیر مسلم قوم مسلمانوں کی دشمن ہے۔

امام احمد رضا اور القاب و آداب

چودھویں صدی کے عظیم مجدد، بریلی کے فاضل امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ ان شخصیتوں میں ایک شخصیت ہیں جن کو ان کی حیات ظاہری میں عجم ہی نہیں بلکہ عرب کے مشاہیر نے ایک سے بڑھ کر ایک باوقار، پاکیزہ اور حسن القاب وآداب سے یاد کیا اور آج بھی نام وران زمانہ انہیں گراں قدر مطہر اور منور القاب سے یاد کرتے چلے جارہے ہیں، حالاں کہ کبھی بھی ان کی ایسی خواہش وآرزو نہ تھی لیکن جو اپنے رب تعالیٰ کی الوہیت اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس کے تحفظ کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کردیتا ہے وہ اس کار خیر کی برکت سے من جانب اس شخصیت کی محبت و الفت اور اس کی پہچان اور معرفت خود بخود مخلوق خدا کے قلوب واذہان میں جاگزیں ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ امام احمد رضا کے ساتھ ہوا۔ دیکھیے کیسے کیسے یگانہ روزگار ہستیوں نے آپ کو معزز و مکرم القاب وآداب سے یاد کیا۔

چشم وچراغ خاندان برکاتیہ

سراج السالکین شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مارہرہ شریف

چشم وچراغ خاندان برکاتیہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب دَامَ عُمْرُھُمْ وَعَلَیْھِمْ! از ابوالحسین۔ بعدہ، دعا، فقرہ مقبولیت محررہ القابات سطر بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو دیا تھا۔ باوجودیکہ میں لائق نہ تھا، چوں کہ اب میں بظاہر اسباب، انواع امراض میں مبتلا ہوں۔۔۔اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کرگئے تو اب سوائے آپ کے حامیِ کار اس خاندانِ عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا، لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچا دیا، بطوع ورغبتِ قلب یہ خطاب آپ کو دیا اور بخش دیا۔" (خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج:۱، ص:۱۲۹)

معین الاسلام والمسلمین

حافظ بخاری حضرت علامہ شاہ عبد الصمد چشتی پھپھوند شریف

''معین الاسلام والمسلمین، قامع اساس المحدثین مولانا احمد رضا خان صاحب ادام اللہ برکاتہم'' (مکتوبات علماو کلام اہل صفا، ص ۳۳)

مفتی علام، وحید العصر، فرید الدہر

تاجدار ترہت، علامہ محمد عبد الرحمٰن مجی قادری، پوکھریرا، سیتامڑھی

''مفتی علام، وحید العصر، فرید الدہر، مفتی اسلام، مرجع عام، امام انام، بیخ کن نجدیاں، صف شکن بدمذہبیاں'' ۔(الصوارم الہندیہ، ص ۴۶)

زبدۃ الفقہاء

حضرت مولانا قاضی سیّد احمد میاں، راجستھان

''قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء حضرت مولانا صاحب دام فیوضہم، بعد سلام مسنون نیاز مشحون، معروض خدمت بندگان والا ہوں، آپ کا مکرمت نامہ جس روز پہنچا اُسی روز مولوی ظہیر حسن صاحب بھی پہنچے اور بخیریت ہیں، کارِ درس و تدریس انجام دے رہے ہیں''۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۵۸۷)

آیت من آیۃ اللہ، برکت من برکۃ اللہ

حضرت مولانا اسرار الحق دہلوی، گجرات

''أفضل العلماء واكمل الكملاء آية من آيات الله بركة من بركات الله مجدد دين نائب سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حضرت مولانا صاحب بريلوى معظمنا ومكرمنا ادامه الله المنان على رؤس اهل الايمان من الانس والجان بطول حياته''۔(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص:۳۵۵)

مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ

علامہ محمد شفاعت رسول قادری رضوی برکاتی کان اللہ لہ رام پوری

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد الله على الهداية والرشاد ونعوذ

باللہ من البغی والعناد، والصلٰوۃ والسلام علی نبیہ المصطفی والہ وصحبہ الذین اجتباھم واصطفی، امابعد! فقیر حضرت مجدد دین وملت، قامع شرکت وبدعت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، امام اہلسنت حضرت فاضل بریلوی ادام اللہ وابقاہ کے حرف حرف سے متفق ہے۔(فتاوٰی رضویہ، ج ۲۳، ص:۱۳۶)۔

حجۃ اللہ البالغۃ علی العالمین

عیدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری

”عالی منقبت، اعلم العلماء المتبحرین، افضل العلماء المتصدرین، سند النبلاء المدرّسین، مسند الکملاء المفتین، شیخ الاسلام والمسلمین، مجتہدِ زمانہ، فریدِ اَوانہ، صاحب حجتِ قاہرہ، مویّد سنّت زاہرہ، مجددِ زمانۂ حاضرہ، بحرالعلوم، کاشف السر المکتوم، قبلۂ عالم، حضرت مولانا و مقتدانا وسندنا، مرشدنا، وذخرنا لیومنا وغدنا، وسلیتنا وبرکتنا فی الدنیا والدین، آیۃ من آیات اللہ رب العالمین، نعمۃ اللہ علی المسلمین، تاج المحققین، سراج المفتین، ذوالمقامات الفاخرہ، والکمالات الزاہرۃ الباہرہ، صدر الشریعہ، اعلیٰ حضرت، آقائے نعمت، والعلامۃ الاجل، الابجل الاکمل، حلال عقدۂ لاینحل، مقتدائے اہلِ سنّت، قبلہ وکعبہ، سیّدی وسندی وثقتی ومرشدی و کنزی وذخری لیومی وغدی، مظہر سر الہدایۃ والیقین، مویّد الشریعہ المحمدیہ، مجددِ معالم السنۃ السنیہ، روض الانوار وبحرالاسرار، شیخ الاسلام والمفتی العلام الامام ملک العلماء الاعلام قبلتنا فی الکونین وکسبتنا فی الدارین روحی فداہ لازالت شموس افضالہ طالعۃ وبدور جلالہ لامعۃ، قبلتنا فی الکونین، وسلیتنا فی الدارین، سرکارِ افخم، آقائے نعم، قبلۂ حاجاتِ ما، کعبۂ ایمان ما، برہان الفضلاء المدققین، خیر الاحقین بالمہرہ، المجتہدین السابقین، مکرم کرام العرب والعجم، العلامۃ المعتمد المستند، قطب المکان، غوث الزمان، اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت، قبلۂ جانم، کعبۂ ایمانم، مفیض الکلمات الربانیہ علی حجۃ اللہ البالغۃ علی العالمین، سیّد العلماء المتبحرین، فخر الکملاء الراسخین خیر الحفظۃ السابقین، تاج المفسرین، سراج الفقہاء والمحدثین، حجۃ الخلف بقیۃ السلف، ملک العلماء الاعلام، خاتمۃ الائمۃ المحققین المدققین قطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی، حجۃ اللہ البالغۃ

علی العالمین، مولانا الشیخ الاستاذ"۔(خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج:۱، ص:۴۵۳۔۵۰۴)

آقائے نعمت، دریائے رحمت

ملک العلما حضرت علّامہ سیّد ظفر الدین فاضل بہاری

"اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، آقائے نعمت، دریائے رحمت، قبلہ و کعبہ دام ظلہم الاقدس"(فتاوٰی رضویہ، ج: ۵، ص:۳۱۶)

علامہ محقق وفہامہ مدقق

مولانا انور حسین صاحب، ریاستِ رام پور

"علامہ محقق وفہامہ مدقق فاضل بریلی فیضہم العالی علی کافۃ المسلمین ۔ (فتاوٰی، رضویہ، ج:۱۷، ص:۶۹۷)

امام الفقہاء مجدد المائۃ الحاضرۃ

ابوالذکا سید غیاث الدین قادری رجہتی بہاری

"مولی العلماء امام الفقہاء مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ "۔

ترجمہ: عالموں کے پیشوا فقہاء کے امام اس صدی کے مجدد فاضل بریلوی نے اللہ تعالیٰ ان کو بقائے دراز سے مسلمانوں کو بہرہ یاب کرے۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۱۷)

آفتاب آسمان شریعت، ماہتاب درخشان طریقت

حضرت مولانا عتیق احمد صاحب پیلی، بھیت، یوپی

"اعلم العلما، افضل الفضلا، اکمل الکملا، آفتاب آسمان شریعت، ماہتاب درخشان طریقت، نور بخش قلوب مومنین، روشن فرمائے دنیا و دیں، حاکمِ محکمِ ایماں، ماتحت حبیب الرحمٰن، فضیلت پناہ، حقیقت آگاہ، امام العلما، حامیِ دینِ متین و اہلِ سنّت، ماحیِ ضلالت وکفر و بدعت، صاحب حجتِ قاہرہ، مجددِ مائۃ حاضرہ، آیۃ من آیات اللہ، حاج الحرمین الشریفین، مولانا ومقتدانا" ۔(فتاوٰی رضویہ، ج: ۱۰، ص:۶۸۰)

امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین

حضرت مولانا محمد عبد الغفور صاحب، مدراس

"امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین حضرت مخدومنا مولانا حاجی احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ ودام فضلہ"۔(خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج:۲، ص:۱۵۵)

بحر العلوم، اعلیٰ حضرت، امام الشریعت والطریقت

مولانا شاہ ابوالرجا غلام رسول قادری، صدر جمعیۃ الاحناف، کراچی

"جناب تقدس مآب، مجمع مکارم اخلاق، منبع محاسن اشفاق، سراپا اخلاق نبوی، مظہر اسرار مصطفوی۔ سلطان العلماء اہل سنت، برہان الفضلاء الملۃ، قدوۃ شیوخ الزمان، مولانا المخدوم، بحر العلوم، اعلیٰ حضرت، امام الشریعت والطریقت، مجدد مائۃ حاضرۃ، متع اللہ المسلمین، بطول بقائہم ودامت علی روس المسترشدین فیوضاتکم وبرکاتکم"۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۸، ص:۴۴۳)

غوث الانام، مجمع العلم والحلم والاحترام

حضرت مولانا قاضی شاہ غلام گیلانی، شمس آباد، پنجاب، پاکستان

"حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی، غوث الا نام، مجمع العلم والحلم والاحترام، امام العلماء، مقدام الفضلا، لازال بالا فادۃ و الافاضۃ والعزم والاکرام" (فتاوٰی رضویہ، ج: ۱۶، ص:۳۴۴)

محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت

حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب، پاکستان

"فیض درجت عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا جناب مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیضہم و ظلہم و برکاتہم" (فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۵۸۱)

قدوۃ العلماء الاعلام، عمدۃ الفضلاء الکرام

حضرت مولانا شاہ کریم رضا قادری گیا

"تابع شریعت، غرمنقاد ملّت بیضا، جامع فضائلِ صوریہ و معنویہ، قدوۃ العلماء الا علام، عمدۃ الفضلاء الکرام، ماحیِ بدعت، حامیِ سنّت، راس العلما، تاج الفضلا "(خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۲، ص:۳۲۶۔۳۲۷)

ناصرِ ملّت مصطفویہ، حامیِ مذہبِ حنفیہ

ندوہ شکن ندوی فگن قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی

"ناصرِ ملّتِ مصطفویہ، حامیِ مذہبِ حنفیہ، عالمِ اہلِ سنّت، دافع و ماحیِ شرک و بدعت، ناصر الاسلام والمسلمین، حامیِ شرع متین، اعلیٰ حضرت، جناب مولانا و مخدومنا، قبلہ و کعبہ، فخرِ علماءِ دوراں، محسودِ زمانیاں، قامع الشرکۃ والبدعۃ، ملک العلما، بحر العلوم، محی السنہ، ممیت البدعۃ، محسودِ اقراں، فاضلِ لبیب، کاملِ اریب، فخر العلما، صدر الکبرا، مولانا و مقتدانا، سیّدی و مقتدی، مخدومی و مولائی"۔ (خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۲، ص:۴۸)

امام الدہر وہمام العصر، عالمِ ربّانی و فاضلِ حقّانی

حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی، پیلی بھیت

"امام الدہر وہمام العصر، عالمِ ربّانی و فاضلِ حقّانی، بحر العلوم، مولانا، سیّدنا، امام المتکلّمین وہمام المحدثین، خیر اللحقہ بالمہرۃ السابقین"۔ (مکتوباتِ علماو اہلِ صفا:۱۰۷تا۱۰۸)

زین الصالحین وزبدۃ العارفین

مولانا اکرام الدین بخاری، خطیب وامام مسجد وزیر خاں، لاہور

"جناب مستطاب، محمدت مآب، قدوۃ الابرار و اسوۃ الاخیار، زین الصالحین وزبدۃ العارفین، علامۃ العصر و فرید الدہر، عالمِ اہل السنہ، مجددِ مائۃ حاضرہ، استاذِ زمان و مقتدائے جہاں، لازوال نتیجۂ خاطرہ، درۃ تاج الفیضان، ثمرۂ شجرۂ ضمیرہ باکورات بستان العرفان"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۱، ص:۴۰)

جنید عصر، شبلی دہر

مولوی مرزا محمد اسمٰعیل بیگ، چھتیس گڈھ

"سرآمد علماے متکلّمین، سرخیل کملاے دین، جنیدِ عصر، شبلیِ دہر، حامیِ شریعت، ماحیِ بدعت، مجددِ مائۃ حاضرہ، مویّدِ ملّت طاہرہ" ۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۴۱۵)

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مجدد مائۃ حاضرہ

برہان ملت مولانا محمد عبد الباقی برہان الحق جبل پوری

"اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مجددِ مائۃ حاضرہ، بحر العلوم، علامہ، محقق بریلوی سلمہ اللہ القوی" ۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۱۴)

محی السنۃ النبویۃ، معراج الاحادیث المصطفویۃ

حضرت مولانا عبد المجید صاحب، رام پور

"فیض درجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقفِ حقائقِ عقلیہ ونقلیہ، محی السنۃ النبویۃ، معراج الاحادیث المصطفویۃ، صاحب التحقیقات الرائقۃ، زبدۃ السعادات الفائقۃ" ۔(فتاوی رضویہ، ج ۱۳، ص ۱۵۵)

کنز الہدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین

مولانا فضل حق چشتی ملتانی، شاہ پور پنجاب

"سلطان العلماء المتبحرین، برہان الفضلاء و المتصدرین، کنز الہدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین، مولانا، مفتی العلامہ" ۔(فتاوی رضویہ، ج:۹، ص:۶۱۴)

اعلی حضرت، عظیم البرکۃ والملۃ والشریعۃ والطریقۃ

مولانا ابوالفیض محمد عبد الاحد حنفی رضوی ابنِ محدث سورتی

"امام العلما، سیّد الاولیا، وارثِ سیّد الرسول، نائب خاتم الانبیا علیہم الصلاۃ والسلام، اعلی حضرت، عظیم البرکۃ والملۃ والشریعۃ والطریقۃ، محی الاسلام والدین، مجدد مائۃ حاضرہ، عالمِ دین و سنّت، امامِ اہلِ سنّت مولانا، مولوی، حاجی، قاری، مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ" ۔(الصوارم الہندیہ، ص:۴۷، راجستھان)

باب دوم

اکابر و معاصر القاب یافتہ
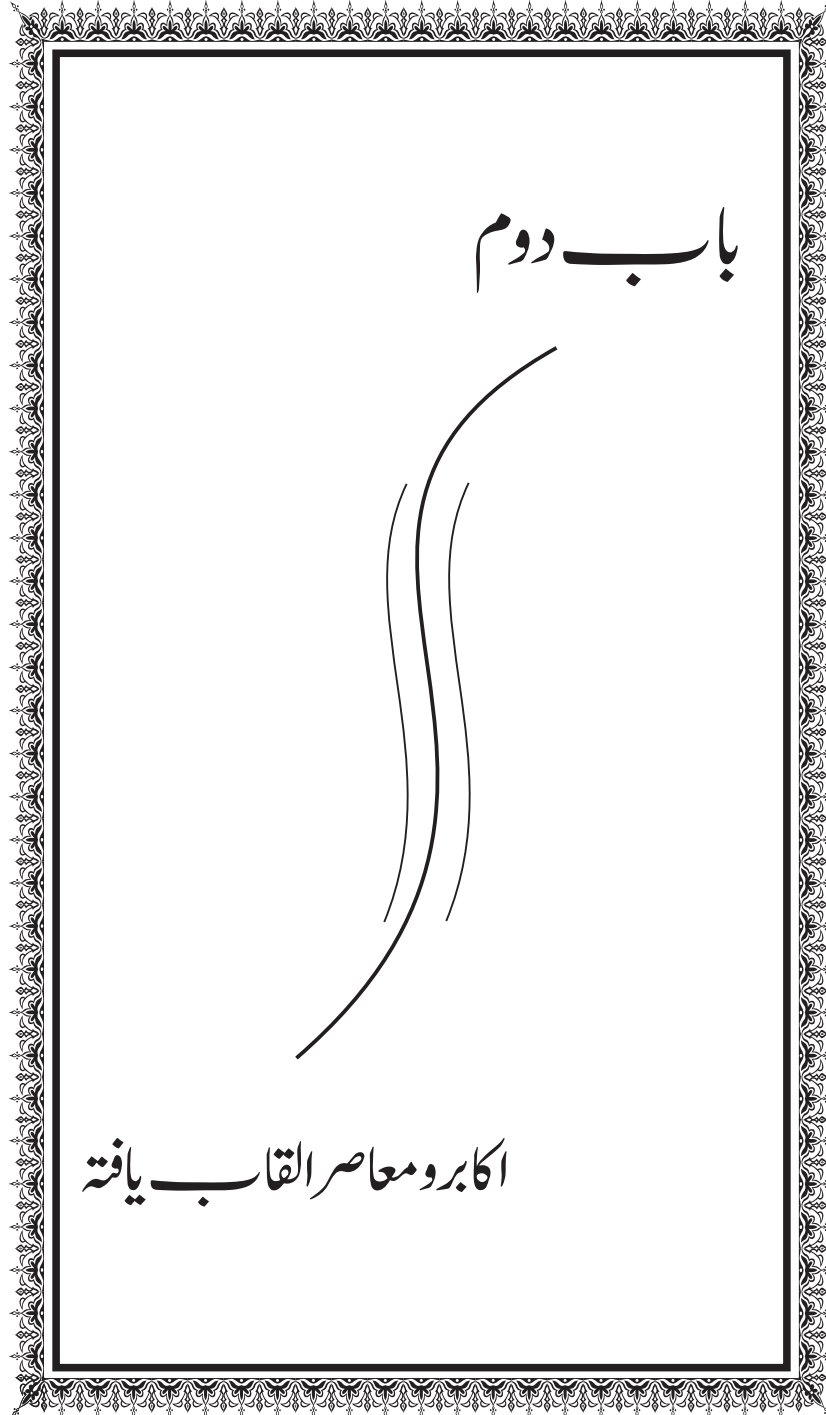
سیف اللہ المسلول معین الحق شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسمِ گرامی: حضرت شاہ فضلِ رسول۔ لقب: سیف اللہ المسلول، معین الحق۔ حضرت شاہ آلِ احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضلِ رسول رکھا گیا۔

سلسلۂ نسب اس طرح ہے: حضرت شاہ فضلِ رسول بدایونی بن عین الحق حضرت شاہ عبد المجید بدایونی، بن شاہ عبد الحمید بدایونی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کا سلسلہ نسب والدِ ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچتا ہے۔

تاریخِ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ماہِ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء کو بدایوں (انڈیا) میں ہوئی۔

تحصیلِ علم: صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم جدا مجد اور والد ماجد سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے پاپیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی محل لکھنؤ میں بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نور الحق قدس سرہ (متوفی ۱۲۳۸ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے چار سال کے قلیل عرصے میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کرلی۔ حکیم ببر علی موہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فن طب کی تکمیل کی۔

بیعت وخلافت: آپ والدِ گرامی عین الحق شاہ عبد المجید بدایونی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے تمام سلاسل میں اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی۔ درگاہِ غوثیہ کے نقیب الاشراف حضرت سید علی نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔

تصانیف: آپ نے خدمتِ خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ آپ نے اعتقادیات، درسیات

،طب، تصوف اور فقہ میں قابلِ قدر کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں، مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) حاشیہ بر حاشیہ میر زاہد رسالہ (۲) شرح فصوص الحکم (۳) تلخیص شرح مسلم امام نووی (۴) المعتقد المنتقد (۵) تثبیت القدمین فی تحقیق رفع الیدین (۶) البوارق المحمدیہ (۷) احقاق الحق وابطال الباطل (۸) سیف الجبار (۹) تبکیت النجدی (۱۰) تصحیح المسائل (۱۱) فصل الخطاب وغیرہ۔

ردوہابیہ: حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری زندگی دینِ متین کی خدمت میں گزری۔ اس وقت "فتنۂ وہابیہ" نیا نیا ظاہر ہوا تھا، اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی "تقویۃ الایمان" کے ذریعے ہندوستان میں اس فرقۂ ضالہ کا بیج بویا جارہا تھا۔ وہابی خذلھم اللہ تعالیٰ سرعام انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی توہین کرتے تھے۔ اس وقت ہندوستان میں آپ ہی کی ذات گرامی تھی جس نے اس فتنے کا سدباب کیا۔ ہر جگہ ان کا تعاقب کیا۔ آپ فرماتے ہیں:" میں قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک میں مراقبہ کر رہا تھا۔ حالتِ مراقبہ میں دیکھا کہ حضور خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دستِ مبارک میں اس قدر کتب کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی ہے؟ ارشاد مبارک ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمے لے کر شیاطینِ وہابیہ کا قلع قمع کر دو۔ آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب "بوارق محمدیہ" تالیف فرمائی۔ (ایضًا، ۲۰۳)

حضرت شاہ فضل رسول قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا۔ ان کے عقائد اور عزائم کا بنظرِ غائر جائزہ لیا۔ ان کے طور و طریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلا کم و کاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں:"فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں۔ چناں چہ بنارس کا ریذیڈنٹ اگنسن بروک نام، اس کے گھر میں ایک فاحشہ تھی، بڑی اختیار والی اور صاحبِ مقدور مرید ہوئی اور دس ہزار روپے نذر پیش کیے اور اس کے مرید ہونے سے

ریذیڈنٹ نے بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم (حضرت شاہ فضل رسول) بھی وہاں موجود تھا"۔ (سیف الجبار، ص، ۷۳)

تاریخ وصال: ۲؍جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ، مطابق ۸؍اگست ۱۸۷۲ء، بروز جمعرات ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ درگاہِ قادری (بدایوں) میں آرام گاہ ہے۔

خطابات:

القابات وخطابات: (۱) خاتم المحققین (۲) عمدۃ المدققین (۳) سیف الاِسلام (۴) اَسد السنہ (۵) حتف الظلام (۶) سد الفتنہ (۷) السیف المسلول (۸) معین الحق (۹) عماد السنۃ (۱۰) فاضل ربانی (۱۱) زین الزمان (۱۲) بہجۃ البلدان (۱۳) عین سر الحق (۱۵) سر عین الحق

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علامہ فضل رضول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاتم المحققین، عمدۃ المدققین، سیف الاِسلام، اَسد السنہ، حتف الظلام، سد الفتنہ، السیف المسلول، معین الحق جیسے عظیم وجلیل القابات سے یاد فرمایا جیسا کہ علامہ فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ کتاب "المعتقد المنتقد" کے حاشیہ "المعتمد المستند" میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

خاتم المحققين، عمدة المدققين، سيف الإسلام، أسد السنة، حتف الظلام، سد الفتنة، مولانا الأجل الأبجل ، السيف المسلول ، معين الحق **فضل الرسول** ، السني الحنفي القادري ، البركاتي العثماني البدايوني ، أعلى الله مقامه في أعلى عليين، وجزاه جزاء الخير الأوفى عن الإسلام والمسلمين، كتابا مفردا في بابه ، كاملا في نصابه ۔ (المعتقد المنتقد مع شرح المعتمد المستند، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی، ص:۸)

دنیائے فتاویٰ کی نہایت مشہور کتاب "فتاویٰ رضویہ" میں بھی مذکورہ القاب سے امام اہل

سنت نے یاد فرمایا، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

نقل هٰذين خاتم المحققين معين الحق المبين السيف المسلول مولانا فضل الرسول قدس سره فی المعتقد المنتقد.

یہ مذکورہ دونوں عبارتیں خاتم المحققین، حق مبین کے معاون ننگی تلوار مولانا فضل رسول قدس سرہ نے اپنی کتاب المعتقد المنتقد میں نقل کی ہیں۔(فتاوی رضویہ مترجم، ج: ۱۵، ص: ۷۲۷)

مذکورہ القاب کے علاوہ امام اہل سنت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "عماد السنہ" سے بھی یاد فرمایا، آپ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں:

عماد السنۃ معین الحق حضرت مولانا فضل رسول قدس سرہ المقبول بھی نہ دیکھیں (ج: ۲۱، ص: ۳۱۹)

امام اہل سنت نے "فاضل ربانی، زین الزمان، بہجۃ البلدان، عین سر الحق اور سر عین الحق سے بھی یاد فرمایا۔ چناں چہ آپ "قصید تان رائعتان" میں لکھتے ہیں:

عَلَماً عَلِیماً عَالِماً عَلّامة فَضلَ الرّسُول الفَاضِلَ الرَّبَّانِیَّ

وَارفَع نِدَاكَ یَا مُعِینَ الحَقِّ یَا زَینَ الزَّمَانِ وَبَهجَةَ البُلدَانِ

یَا عَینَ سِرِّ الحَقِّ فِی أَسرَارِه یَا سِرَّ عَینِ الحَقِّ فِی الاِعلَانِ

(قصید تان رائعتان، امام احمد رضا خان، مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی، بالترتیب ص: ۱۲۷ و ص: ۱۵۸)

خاتم الاکابر حضرت مخدوم الشاہ آلِ رسول مارہروی

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب المرجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی۔

اسم مبارک: آپ کا نام نامی آل رسول ہے اور لقب خاتم الاکابر ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام نامی سیّد شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم وتربیت والد ماجد کی آغوش شفقت میں ہوئی اور انہیں کی نگرانی میں آپ کی نشوونما ہوئی۔ آپ کی ابتدائی کتب حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی صاحب، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہما سے خانقاہ برکاتیہ میں پڑھ کر فرنگی محل کے علماء مولانا انوار صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا عبدالواسع سیّد پوری اور حضرت مولانا شاہ نورالحق رزاقی لکھنوی عرف ملا نور سے معقولات، علم کلام، فقہ واصول فقہ کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔

سلسلہ رزاقیہ کی سند واجازت حاصل فرمائی۔ ۱۲۲۶ھ میں حضرت مخدوم شیخ العالم عبدالحق رودولوی (متوفیٰ: ۸۷۰ھ) کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں دستارِ فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی سنہ پہ حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے ارشاد کے بموجب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درس حدیث میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسل حدیث وطریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں، اور سند علم ہندسہ دو مقالہ اقلیدس سنا کر مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی سے حاصل کی۔ (برکات مارہرہ نور مدائح حضور ص۸۱) آپ نے فن طب اپنے والد ماجد سیّد شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ سے وحکیم فرزند علی خاں موہانی سے عملاً وعلماً حاصل فرمایا۔

بیعت و خلافت: حضرت کو خلافت واجازت حضور سیدی اچھے میاں قدس سرہٗ سے حاصل تھی، والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی مگر مرید حضرت اچھے میاں قدس سرہٗ کے سلسلے میں فرماتے تھے۔

آپ کا مثالی کارنامہ: آپ نے اپنے دور میں خانقاہ برکاتیہ کی بڑی خدمات کی ہیں۔ مدرسہ ومدرسین ومشائخ حجرات وخلوات فقراء تعمیر کرائے۔ عالم، حافظ، قاری، طبیب درگاہ شریف میں معین کیے، ایک محاسب مقرر فرمایا جو تمام حسابات درگاہ شریف رکھے، خود آستانہ کی خدمات مقرر فرمائی، مسجد میں امام وموذن مقرر فرمایا، پہلے اکثر خدمات درگاہ وخانقاہ ومسجد، مریدین وخلفاء کے سپرد تھیں' جو عقیدتاً بلا معاوضہ کرتے تھے مگر حضرت نے وہ تمام کام اپنے ذمے لے لیے اور خود ہی انجام دینے لگے۔

آخری وصیت: وقتِ رحلت آپ سے لوگوں نے استدعا کی کہ حضور! کچھ وصیت فرما دیجیے؟ بہت اصرار پر فرمایا: مجبور کرتے ہو تو لکھ لو یہ ہمارا وصیت نامہ ہے۔: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، بس یہی کافی ہے اور اس میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔ (نور مدائح حضور ص ۹۱/)

تاریخ وصال: آپ نے ۱۸/ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ بروز چہار شنبہ مارہرہ شریف میں وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

مزار شریف: آپ کا مزار شریف مارہرہ میں مشرقی دالان درگاہ گنبد حضور صاحب البرکات میں بالیں مزار حضرت شاہ حمزہ قدس سرہٗ مرجع خلائق ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) آقاے نعمت (۲) دریاے رحمت (۳) سید الواصلین (۴) سند الکاملین (۵) قطبِ اوانہ (۶) امامِ زمانہ (۷) تاج دار مسندِ مارہرہ (۸) مجمع الطریقین (۹) مرجع الفریقین (۱۰) اعرف العرفاء (۱۱) مرجع الاولیاء (۱۲) معدن البرکات مخزن الحسنات (۱۳) اعلیٰ حضرت۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد محترم علامہ نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت وارادت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے پیر و مرشد حضرت سیدنا آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درج ذیل خطابات سے یاد کیا، آپ لکھتے ہیں:

”جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست، **حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، سید الواصلین، سند الکاملین، قطب اوانہ، وامامِ زمانہ** حضورِ پر نور سیّدنا و مرشدنا مولانا وماوانا ذخرتی لیومی وغدی حضرت سیدنا شاہ **آل رسول احمدی تاج دار مسندِ مارہرہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَاَرْضَاہُ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَنِعْمَاہُ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پیرو مرشدِ برحق نے مثال خلافت واجازتِ جمیع سلاسل وسند حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلامِ ناکارہ بھی اسی جلسے میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا۔ و الحمدللہ ربّ العالمین“۔(اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام، علامہ نقی علی خان، ص:۳۲)

اور ”الاجازات المتینہ“ میں لکھتے ہیں:

وتلک العلوم عشرۃ کاملۃ القراء ۃ والتجوید والتصوف والسلوک والاخلاق واسماء الرجال والسیر والتواریخ واللغۃ والادب بفنونہ علی الاطلاق فاجزتکم بقسمی ھذہ العلوم الجلائل بما فیھا من المتون والشروح والحواشی والرسائل للعلماء المتقدمین والمتاخرین من کل ما ارویہ من مشائخی الاکرمین لحضرۃ مولائی ومرشدی وسیدی وسندی وکنزی وذخرتی لیومی وغدی **مجمع الطریقین ومرجع الفریقین** من العلماء والعرفاء الاطھر ملحق الاصاغر بالاکابر سیدنا الشاہ ال الرسول الاحمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی عن شیوخ اجلاء منھم الشاہ عبد العزیز الدھلوی عن ابیہ الشاہ ولی اللہ المحدث المکثر القوی. (الاجازات المتینہ، امام احمد رضا خان، مطبوعہ: مطبع نادری، بریلی شریف، ص: ۱۸)

نیز فتاویٰ رضویہ شریف میں آپ لکھتے ہیں:

” ہاں ہاں یہ ادنیٰ خاک بوسی آستان رفیع غلمان منیع بندگان بارگاہ عرفان پناہ **اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الہا**

مر بفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباھر ذوالقرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق الاصاغر بالحلبۃ الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات من آل محمد سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من حمزۃ الحمزات القمرا لمستبین بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولٰنا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدی اعلٰی حضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلجرامی مارہری رضی اللہ تعالٰی عنہ واجرل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دارالسلام بفضل رحمۃ علیہ وعلٰی آبائہ الکرام والحمد اللہ ابدالآبدین" (فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۱۶۶)

بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ امین احمد فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت و نسب : آپ کی ولادت ۲۳ رجب المرجب ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۸۳۲ء، دوشنبہ بوقت شب بمقام آبائی مکان محلہ خانقاہ بہار شریف ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

شاہ امین احمد فردوسی بن شاہ امیر الدین بن شاہ ولی اللہ بن شاہ علیم الدین درویش بن حضرت مخدوم بھیک فردوسی صاحب سجادہ حضرت مخدوم جہاں۔

اسم گرامی : تاریخی نام بہ لحاظ سن ہجری "اختر مجد" ہے، اصل نام "امین الدین" خود اختیار کردہ نام وعرفیت "امین احمد" لقب "جناب حضور"، تخلص فارسی شاعری میں "ثبات" اور اردو شاعری میں "شوق"۔

تکمیل درسیات : ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء بعمر ۲۱ سال حضرت مولانا محمد موسیٰ قدس سرہ، مولوی عبدالرحیم، ملک مولوی عنایت حسین، مولانا حاجی سید وزیر الدین اور خان صاحب استاذ فارسی کے زیر نگرانی تکمیل درسیات کی۔

بیعت و ارادت : ۷/ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۱/ جون ۱۸۵۶ء یک شنبہ سلسلہ طریقت فردوسیہ شعیبیہ میں بدست حق پرست حضرت شاہ جمال علی، سجادہ نشیں خانقاہ شیخ پورہ بیعت سے شرف یاب ہوئے۔

مسند سجادگی پر : ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء ۴۰/ برس کی عمر میں سجادگی کا شرف حاصل ہوا اور ۲۳ ویں سجادہ نشیں خانقاہ معظم بہار شریف کی حیثیت سے اس منصب پر آئے اور تاحین حیات فائز رہے

تصنیفات : مثنوی "گل بہشتی"، مثنوی "سلسلۃ اللآلی"، مثنوی "روضۃ النعیم"، مثنوی "عبرت افزا"، "شہد و شیر" اور مثنوی "علم نجوم و رمل" بھی ان کی یادگار ہے اور

اا ردو غزل میں " چوپائیوں " کے نام سے ایک مجموعہ بھی ہے۔

وفات: ۵ / جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۹ / اگست ۱۹۰۳ء بروز شنبہ بوقت ایک بج کر ۵۵ منٹ شب بمقام بہار شریف مزار اقدس، آستانہ مخدوم جہاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احاطہ میں ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: بقیۃ الاولیاء۔

جب صلح کلیت تحریک " تحریک ندوہ " کے مفاسد ظاہر ہوئے تو علمائے اہل سنت نے اس کی سخت مخالفت کی، انہیں میں ایک ندوہ شکن ندوی فگن حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تھے جن کی تحریک پر " تحریک ندوہ " کی مخالفت میں پٹنہ میں اجلاس ہوا جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تاج الفحول حضرت عبد القادر بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی آمد ہوئی۔ اسی موقع پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصیدۂ دالیہ " آمال الابرار " منظوم فرمایا جو قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے پیش ہوا۔ اس قصیدہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے " ندوہ " کے مفاسد و خرافات بیان فرمائے اس کے بعد "ندوہ" کے مخالف علمائے اہل سنت کے اسمائے گرامی شمار کرائے جن میں سب سے پہلا نام آپ ہی کا نام نامی اسم گرامی بیان فرمائے اور اس خطاب کے ساتھ بیان فرمائے۔ امام اہل سنت لکھتے ہیں:

بقیۃ الاولیاء امین احمد
امین احمد امن حمود
شمائلہ تذکرنا الصحابۃ
سحائبہ علی کل تجود

(قصیدہ آمال الابرار والام الاشرار، مطبع حنفیہ عظیم آباد، ص:۱۰)

خاتم المحققین علامہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ

ولادت: امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ مفتی نقی علی خاں بن رضا علی خاں بریلوی ۳۰ر جمادی الآخرہ یا یکم رجب المرجب ۱۲۴۶ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اپنے والد محترم مولانا رضا علی خاں بریلی سے جملہ علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب کیا، والد ماجد نے آپ کی تعلیم پر کافی توجہ دی، آپ کو انوار علوم اسلامیہ کا درخشندہ آفتاب بنادیا اور مسند افتا سونپ دی۔ مولانا سید شاہد علی رضوی تحریر فرماتے ہیں:

"امام العلما نے نہ صرف خود مسند افتا کو زینت بخشی بلکہ اپنے فرزند سعید امام المتکلّمین مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ (م ۱۲۹۷ھ) کو خصوصی تعلیم و تربیت دے کر مسند افتا پر فائز کیا"۔ (مفتی اعظم اور ان کے خلفا، شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی، ص:۷۵)

آپ تینتالیس علوم و فنون کے علاوہ منطق و فلسفہ کے ماہر تھے۔ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ (حیات مفتی اعظم، مرزا عبد الوحید بیگ، ص:۳۵)

بیعت و خلافت: اپنے خلف اکبر امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی کے ہمراہ ۵ر جمادی الآخرہ ۱۲۹۴ھ کو خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی سے آپ نے اور آپ صاحب زادے نے شرفِ بیعت حاصل کیا، اسی مجلس میں خاتم الاکابر نے دونوں کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

فتویٰ نویسی: امام العلما مفتی رضا علی خان نے ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتا کی بنیاد رکھی اور چونتیس سال تک فتوی دیا۔ امام العلما نے اپنے فرزند علامہ نقی علی خان کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتا پر فائز کیا، اس کے بعد آپ نے ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علما و فقہا سے اپنی علمی بصیرت کا لوہا منوالیا آپ کے پاس ملک و بیرون ملک سے بکثرت سوالات اور تصدیقات کے لیے فتاوی آتے۔ آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے اگر جوابات صحیح ہوتے تو دستخط فرما دیتے ورنہ

علیحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے، مفتی حافظ بخش آنولوی لکھتے ہیں:

”مولوی صاحب ممدوح (مولانا نقی علی خان) کو کسی کی تکفیر مشتہر کرنے سے کیا غرض تھی نہ آپ کی عادت۔ مسائل جو مہر کے واسطے آتے اگر صحیح ہوتے مہر ثبت فرماتے ہیں اور جو خلاف کتاب (شریعت) ہوتے ہیں جواب علاحدہ سے لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے۔“ (تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال، ص:۲۳)

تصنیف و تالیف: تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ اپنے دور میں نادرِ روزگار مصنف تھے اور جمیع علوم میں اپنے معاصر علما پر فوقیت رکھتے تھے، آپ نے اردو، عربی اور فارسی کو اپنی گراں قدر تصانیف سے مالا مال کیا۔ آپ نے چالیس کتابیں تصنیف کیں اور اعلیٰ حضرت نے ۲۶ر کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

الکام الاوضح فی تفسیر سورہ الم نشرح، سرور القلوب فی ذکر المحبوب، جواہر البیان فی اسرار الارکان، اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ہدایت البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ، اذاقہ الاثام لمانعی عمل المولد و القیام، فضل العلم و العلما، احسن الوعا آداب الدعا، ازالۃ الاوھام، تزکیۃ الایقان رد تقویت الایمان، الکوکب الازہر فی فضاہل العلم و آداب العلماء، الرویۃ فی الاخلاق النبویہ، النقاھۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ، وسیلۃ النجات، لمعۃ النبراس فی آداب الاکل و الباس، ترویح الارواح، التمکن فی تحقیق مسائل التزین، خیر المخاطبہ فی الحابسۃ والمراقبۃ، ھدایت المشتاق الی سیر الانفس والافاق، ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب، اجمل الفکر فی مبحث الذکر، عین المشاہدۃ لحسن المجاھدہ، تشوق الالہ الی طریق محبۃ اللہ، نھایۃ السعادۃ فی تحقیق الھمۃ والارارۃ، اقوی الذریعہ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ، اصلاح ذات بین۔

درس و تدرس: آپ نے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی طرف بھی توجہ دی، آپ کا درس مشہور تھا، طلبہ دور دور سے آپ کے پاس علم کی پیاس بجھانے کے لیے آتے، آپ بہت شوق سے طلبہ کو تعلیم دیتے۔ آپ نے قوم کی فلاح و بہبود کے لیے بریلی میں ”مدرسہ اہل سنت“ قائم کیا۔

وصال: ماہ ذوالقعدہ ۱۲۹۷ھ کو علامہ نقی علی خان راہی ملک بقا ہوئے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

روزِ وصال نمازِ صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقتِ ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرماتے ہیں یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالتِ بے ہوشی میں نمازِ ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی۔ فقیر سرہانے حاضر تھا۔ وَاللہِ الْعَظِیْم! ایک نورِ ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینے سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرے پر چمکا، اور جس طرح لمعان خورشید آئینے میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ، کہ زبانِ فیض ترجمان سے نکلا، لفظِ اللہ تھا وبس اور اخیر تحریر کہ دستِ مبارک سے ہوئی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔ (اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام، ص:۳۳)

خطابات

القابات و خطابات: (۱) تاج العلما (۲) راس الفضلا (۳) حامیِ سنّت ماحیِ بدعت (۴) بقیۃ السلف (۵) حجۃ الخلف (۶) خاتم المحققین (۷) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت (۸) اعلم العلماء (۹) افضل الفضلاء (۱۰) آیۃ من آیات رب العلمین (۱۱) معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱۳) تاج المحققین (۱۴) افضل المحققین (۱۵) امثل المدققین (۱۶) سراج المدققین (۱۷) امام المدققین (۱۸) اکمل الفقہاء والمحدثین (۱۹) حجۃ اللہ فی الارضین (۲۰) حجۃ الاسلام (۲۱) سید العلما (۲۲) سند الکملا (۲۳) تاج الافاضل (۲۴) سراج الاماثل (۲۵) فرد الاماثل (۲۶) فخر الاکابر (۲۷) وارث العلم۔

حضرت علامہ نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور کے مرجع العلما تھے اور امام اہل سنت کو

عظیم المرتبت شخصیت بنانے میں آپ کے والد ماجد علامہ نقی علی خان کا بھی کافی حصہ رہا۔ آپ کے علم و فن سے امام اہل سنت اس درجہ متاثر تھے کہ آپ نے علامہ نقی علی خان کو عظیم عظیم القاب سے یاد فرمائے، نہ اس لیے کہ وہ آپ کے والد ماجد تھے بلکہ اس لیے کہ واقع میں آپ ایسے ہی تھے۔ جیسا کہ خود امام اہل سنت فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ اس کی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

" آہ آہ آہ! ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع و عقائد و فقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاشا للہ نہ اس لیے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے بلکہ اس لیے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق (یہ حق ہے اور میں حق کہتا ہوں، یہ صدق ہے اور اللہ تعالیٰ صدق کو محبوب رکھتا ہے۔ت) میں نے اس طبیبِ صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا اس جناب رفیع قدس سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استباطِ فروع کا ملکہ حاصل تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے، مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں، خادم کمینہ کو مراجعتِ کتب و استخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے " ظاہر اَ حکم یوں ہونا چاہیے " جو وہ فرماتے وہی نکلتا، یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادتِ مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں۔ عرب کا حال یہ ہے کہ اس جنابِ قدس سرہ کا یہ ادنیٰ خوشہ چیں وزلہ ربا، جو مکہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا، وہاں کے اعلم العلماء وافقہ الفقہاء سے چھ چھ گھنٹے مذاکرہ علمیہ کی مجلس گرم رہتی، جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے اپنے زمانہ کے عہدِ افتاء کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا، اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کیے جس مسئلہ و حکم میں اس احقر نے انکی موافقت عرض کی آثار بشاشت ان کے چہرہ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کر دیا کہ فقیہ کی رائے میں حکم

اس کے خلاف ہے، سماع دلیل سے پہلے آثارِ حزن نمایاں ہوئے اور خیال فرما لیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی یہ اسی طبیبِ حاذق کی کفش برادری کا صدقہ ہے"۔(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۲۹، ص:۵۹۶)

(۱) جناب فضائل مآب **تاج العلما، راس الفضلا، حامی سنّت ماحی بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَرْضَاہُ وَفِیْ اَعْلٰی غُرَفِ الْجِنَانِ بَوَّاہُ سلخ جمادی الآخرۃ یا غرّۂ رجب ۱۲۴۶ ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دارِ دنیا ہوئے۔ اپنے والدِ ماجد حضرت مولائے اعظم فضائل پناہ عارف باللہ صاحب کمالاتِ باہرہ وکراماتِ ظاہرہ حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رَوَّحَ اللہُ رُوْحَہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ سے اکتسابِ علوم فرمایا۔ بحمد اللہ منصب شریف علم کا پایہ درجۂ علیا کو پہنچایا۔ (اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام، ص:۲۸)

(۲) عند عامۃ مصنفیہم من اصحاب الفتاوی وغیرھم من المتاخرین اما ائمتنا الاقدمون فعلی ما علیہ المتکلمون کماحققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یعنی فقہاے متاخّرین میں سے اکثر مصنفین، اصحابِ فتاوٰی و غیرہم کے نزدیک (وہ مطلقا کافر ہے) اور ہمارے ائمۂ متقدمین کا مسلک وہی ہے جس پر متکلّمین ہیں جیسا کہ **خاتم المحققین** ہمارے والد ماجد قدس سرہ نے اپنے بعض فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱-۱، ص:۲۴۲)

(۳) ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ **اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیہ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین آیۃ من آیات رب العلمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ** تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وسلم اجمعین ذی التصنیفات الرائقہ والتحقیقات الفائقہ والتدقیقات الشائقہ **تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین** حضرت سیدنا الواجد امجد الاماجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہ، وعم برّہ وتم نورہ واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ ولاحرمنا سعدہ ولم یفتنا بعدہ والحمد اللہ

دہر الداہرین. (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۵، ص:۱٦٦)

(۴) ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب '' اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد '' وکتاب لاجواب '' اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام '' وغیرہما تصنیفات شریفہ و تالیفات منیفہ اعلیٰ حضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیہ السلف المصلحین سیدی دوالدی ومولای ومقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ '' اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تھامہ '' وغرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور۔ والحمدللہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علے المنیر النور وعلیٰ الہ وصحبہ الی یوم النشور امین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۵۷۸)

(۵) ان تمام اصول جلیلہ رفعیہ ودیگر قواعد نافعہ بدیعہ کی تنقیح بالغ وتحقیق بازغ حضرت ختام المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین سید العلما سند الکملا تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقنا برہ نے کتاب مستطاب ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ''وکتاب لاجواب'' اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام '' وغیرہا میں افادہ فرمائی۔ (فتاوی رضویہ، ج:۵ ص:٦۸۱)

(٦) ھوالبحر الزاخر، البدر الباھر، النجم الزاھر، حامی السنن، ماحی الفتن، العالم العامل، الفاضل کامل، الحاج الزائر، الجامع المفاخر مولنا المولوی محمد نقی علی خان المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی اجل خلفاء حضرۃ شیخنا ومرشدنا بحر الرحمۃ مولی النعمۃ حضرۃ السید الشاہ آل الرسول الاحمدی مارھری قدس اللہ تعالیٰ سرھما وافاض علینا برّھما، ولد رحمہ اللہ تعالیٰ مستھل رجب ۱۲۴٦ھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:٦۴۸)

(۷) اوّلاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہل سنت کی طرف سے

ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے، علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وکتاب لاجواب "اذاقۃ الاثام لما نعی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ و تالیف منیفہ **حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃ السلف حجۃ الخلف فرد الاماثل فخر الاکابر وارث العلم کابراً عن کابر**، سیدی و والدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ وقدس سرہ (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۶۲۱)

(۸) اما بعد، یہ چند حروف ہدایت حجاج کے لیے ہیں، ان میں اکثر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف تصنیف لطیف اقدس **حضرت خاتم المحققین** سیدنا و مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ الشریف سے التقاط کیے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۰، ص:۷۳۲)

(۹) بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جب توفیق وعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام الغیر المتناہی نے دستگیری فرمائی اور ۱۲۹۵ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبد المصطفیٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفرلہ ماجنی کو بہ ہمراہی رکاب، سعادت انتساب، حضرت **افضل المحققین، اکمل المدققین، حامی السنۃ السنیّہ، ماحی الفتن الدنیّہ**، خدمت والدم، قبلہ اعظم حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مدظلہم العالی مدی تعاقب الایام واللیالی... نعمت حاضری بلدہ معظمہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً ہاتھ آئی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۰، ص:۷۸۰)

(۱۰) کما حققہ ابی وسیدی **مقدام المحققین** قدس سرہ المکین فی فتاواہ (جیسا کہ میرے والد ماجد مقدام المحققین قدس سرہ نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق فرمائی) (فتاوی رضویہ، ج:۱۱، ص:۶۹۵)

(۱۱) یہ مجمل تحقیق استحباب قیام پر صرف ایک دلیل کی ہے، اس کے سوا دلائل متکاثرہ و حجج باہرہ وبراہین قاہرہ قرآن وحدیث واصول وقواعد شرع سے اس پر قائم ہیں جن کی

تفصیل و توضیح اور شبہات مانعین کی تذلیل و تفضیح پر طرز بدیع و نہج نجیح حضرت حجۃ الاسلام بقیۃ السلف تاج العلماء راس الکملاء سیدی و مولائی خدمت والد ماجد حضرت مولانا محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الزکی نے رسالہ مستطابہ اذاقۃ الاٰثام لمانعی عمل المولد والقیام میں بمالا مزید علیہ بیان فرمائی، جسے تحقیق عدیل و تدقیق بے مثیل دیکھنے کی تمنا ہو اسے مژدہ دیجیے کہ اس پاک مبارک رسالہ کے مائدہ فائدہ سے زلہ ربا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۶، ص:۵۲۳)

(۱۲) وقد فصّل الکلام، فی ھٰذا المرام تاج المحققین، سراج المدققین، سیّدنا الوالد قُدِّس سِرُّہُ الماجد فی بعض فتاواہ التی شدد فیہا النکیر علٰی بعض اعلام عصرہ فلم یرّدو شیئا، و کانوا لہ مُذعنین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۷، ص:۱۷۹)

(۱۳) جس دن یہ شکل حضرت اقدس حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے پڑھی اور اس کی تقریر حضور میں کی۔ ارشاد فرمایا تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود حل کر لوگے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۷، ص:۳۸۴)

(۱۴) خیر، یہ تو اجمالاً ان حضرات کی خدمت گزاری تھی، اور بدعت کی بحث کو علمائے سنت بہت کتب میں غایت قصوٰی تک پہنچا چکے۔ ومن احسن من فصلہ وحققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد رضی اللہ عنہ المولٰی الماجد فی کتابہ الجلیل المفاد "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" (خاتم المحققین سیدنا والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنی جلیل و مفید کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی عمدہ تفصیل و تحقیق کی ہے) (فتاویٰ رضویہ، ج:۳۰، ص:۳۷۳)

امام ہمام حضرت شیخ عبدالرحمن سراج حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت: شیخ عبدالرحمن بن عبداللہ سراج ۱۲۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے

تعلیم و تربیت: حفظ قرآن مجید اور دیگر علوم مکہ مکرمہ کے اجلہ علمائے کرام سے پڑھے ،ان میں آپ کے والد شیخ علمائے مکہ و مفتی احناف شیخ عبد اللہ سراج (وفات ۱۲۶۴ھ) مفتی مکہ شیخ جمال عبداللہ جو آپ کے والد شیخ عبداللہ سراج کی وفات کے بعد "شیخ علمائے مکہ" کے منصب پر فائز ہوئے ،صاحب التالیف الشہیرہ و شیخ علمائے مکہ السید احمد زینی دحلان ،مدرسہ صولتیہ کے بانی شیخ محمد رحمت اللہ کیرانوی ہندی شامل ہیں۔ شیخ عبد الرحمن سراج کے تمام اساتذہ اس دور میں علمائے مکہ مکرمہ کے سردار تھے ،آپ نے حصول علم میں پوری لگن سے کام لیا اور علم و فضل میں ممتاز مقام پایا۔

درس و تدریس: تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے مسجد الحرام میں اپنا حلقہ درس قائم کیا جہاں طالبان علم کی کثیر تعداد آپ سے فیضیاب ہوئی اور سندات حاصل کیں۔

مسند افتا: اسی دوران آپ کے شیخ واستاد ،مفتی احناف شیخ جمال عبد اللہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مدینہ منورہ گئے تو ان کی عدم موجودگی میں مفتی احناف کی مسند شیخ عبدالرحمن سراج کے سپرد ہوئی جس کی ذمہ داریاں آپ نے بخیر و خوبی انجام دیں،اور جب تھوڑے ہی عرصہ بعد شیخ جمال عبداللہ نے وصال فرمایا تو امیر مکہ عبداللہ بن عون الشریف نے مفتی احناف کے منصب پر آپ کے تقرر کے احکامات جاری کیے۔

ہجرت: ۹ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء کو شریف عون رفیق مکہ مکرمہ کے امیر مقرر ہوئے ،شریف عون رفیق غریب الاطوار اور بد مزاج آدمی تھا اس نے اپنے عجیب اعمال وافعال کی وجہ سے چند ہی سالوں میں اہل مکہ کے لئے سانس لینا دوبھر کر دیا ،بالآخر تنگ آکر شہریوں نے سلطان عبد الحمید خلیفہ عثمانی کے نام ایک درخواست لکھی اور اس میں تمام حالات درج کرکے اس پر متعدد شہریوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اکابر علمائے مکہ نے تائیدی

دستخط ثبت کئے جن میں آپ بھی تھے۔ پھر حکومت کی طرف سے اس میں حصہ لینے والوں کی گرفتاریاں ہونے لگیں جس کے سبب آپ ہجرت پر مجبور ہوئے اور جدہ میں ایک جھونپڑی میں قیام پذیر ہوئے پھر وہاں سے مصر چلے آئے۔

دنیا کی خاطر اپنے دین کو بیچا نہیں کرتا: کسی موقع پر برطانوی حکومت کا ایک نمائندہ شیخ عبد الرحمن سراج کے پاس ایک جھونپڑے میں وارد ہوا، اور آپ سے عرض کیا! حکومت برطانیہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ ایک فتوی جاری کردیں کہ اسلامی ممالک میں بیک وقت دو خلفا کا مسند نشین ہونا یا دو خلافتوں کا وجود اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں اور اگر آپ یہ فتوی لکھ کر ہمیں دے دیں تو حکومت برطانیہ آپ کو ہندوستان میں " قاضی القضاۃ" کا اعلی ترین منصب پیش کرے گی، اور فی الفور آپ کی تقرری کے احکامات جاری کرکے آپ کو بحفاظت ہندوستان پہنچا دیا جائے گا، شیخ عبد الرحمن سراج اور برطانوی نمائندے کے درمیان جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو آپ کے نوعمر بیٹے شیخ عبد اللہ سراج وہیں موجود تھے، انہوں نے اپنے والد کی پیرانہ سالی اور مرض کو ذہن میں لاتے ہوئے آپ سے عرض کیا، والد محترم! آپ یہ فتوی جاری کردیں تاکہ ہمیں ان پیش آمدہ مصائب سے نجات ملے، جواباً آپ نے برق آلود نگاہوں سے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ ان کے گال پر رسید کیا اور برطانوی نمائندے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا! آپ جاکر اپنے افسر سے کہہ دیجیے کہ میں دنیا کی خاطر اپنے دین کو بیچا نہیں کرتا، آپ کا یہ دوٹوک جواب سن کر نمائندہ چپ چاپ اٹھا اور جھونپڑے سے باہر نکل گیا۔

وفات: شیخ عبد الرحمن سراج کو بیماری نے گھیر رکھا تھا ساتھ ہی ساتھ اپنے وطن عزیز حجاز مقدس سے جدائی، اپنے اہل وعیال اور احباب سے بچھڑنے کا ملال، نتیجۃً ۱۳۱۴ھ میں چھیاسٹھ برس کی عمر میں یہ بے مثل عالم دیں حق کی خاطر آواز بلند کرنے میں کسی قسم کا ڈر خوف وخطر میں نہ لانے والے رعایا پر ظلم رکوانے کے لئے مناصب جلیلہ اور ذاتی اعزاز واکرام کو خیرباد کہنے والے ایک بھرپور زندگی گزار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

خطابات

القاب و خطابات : مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے پہلے سفر حج ۱۲۹۶ھ /۱۸۷۸ء کے موقع پر جن تین علمائے مکہ مکرمہ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا، شیخ عبد الرحمن سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ایک ہیں ،فاضل بریلوی نے اپنی کتاب "الاجازات المتینہ بعلماء بمکہ والمدینہ "(۱۳۲۴ھ)میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"مولانا الامام الھمام سراج اللہ فی البلد الحرام عبد الرحمن ابن المولی عبد اللہ السراج مفتی الحنفیہ بمکہ التحیہ رحمہا اللہ تعالی"۔(الاجازات المتینہ،ص:۱۰)

"المولی الاجل الفقیہ الاجل درۃ التاج وبدر الواج مفتی الحنفیہ بمکۃ المحیہ سیدنا الشیخ عبد الرحمن السراج ابن المفتی الاجل عبد اللہ السراج الوھاج"۔(ایضاً،ص:۱۹)

حضرت سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : حضرت سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت با سعادت ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۶ء کو شہر مکہ معظمہ میں ہوئی۔

نام و نسب: آپ کا اسم گرامی احمد، کنیت: ابوالعباس ہے۔ آپ حسنی اور قریشی سید تھے سلسلۂ نسب حضور غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے حضرت علی اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پھر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت: امام احمد زینی دحلان صغر سنی ہی سے فطرتاً علم دوست واقع ہوئے تھے۔ شیخ محمد سعید مقدسی، شیخ علی سرور، شیخ عبداللہ سراج الحنفی، بشری جبرتی، شیخ حامد عطار اور علامہ الشیخ سید محمد الکتبی اساتذہ کرام کی بارگاہ میں زانوے ادب تہ کیا؛ کبھی مکہ شریف کے شیوخ سے اکتساب علم و فیض کیا تو کبھی یمن اور دمشق جاکر علمی پیاس بجھائی اور یہاں تک کہ تعلیم مکمل فرمائی۔

درس و تدریس: سید احمد دحلان نے زیور علم سے آراستگی کے بعد درس و تدریس کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا۔ حرم پاک کی عظیم درس گاہ پر متمکّن ہو کر عرصۂ دراز تک علم و عرفان کے سر چشموں سے تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ مگر علم حدیث سے انھیں غیر معمولی شغف تھا اور یہی ان کا میدان خاص تھا۔ آپ نے علم حدیث کا وہ فیضان جاری کیا جس سے ایک عالم مستفیض ہوا اور تاہنوز ہو رہا ہے۔

حضرت کے رشحات قلم سے معرض وجود میں آنے والی چند کتابوں کے نام سپرد قرطاس کیے جا رہے ہیں جس سے ان کی قلمی صلاحیت اور علمی خدمات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب (۲) تاریخ الدول الاسلامیۃ بالجداول المرضیۃ۔ (۳) تنبیہ الغافلین مختصر منہاج العابدین (۴) حاشیۃ علی متن السمرقندیۃ (۵) تاریخ طبقات العلماء (۶) الاستعارات (۷) اعراب جاء زید (۸) البینات (۹) بیان العلم (۱۰) فضائل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱۱) السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ (۱۲) شرح الآجرومیۃ (۱۳) فتح الجواد

المنان شرح العقیدۃ المسماۃ بفیض الرحمٰن (۱۴) الفتح المبین فی فضائل خلفاء الراشدین واہل البیت الطاہرین (۱۵) الفوائد الزینیۃ فی شرح الالفیۃ (۱۶) منہل العطشان علیٰ فتح الرحمٰن (۱۷) النصر فی احکام الصلاۃ بعد العصر (۱۸) کیفیۃ المناظرۃ مع الشیعۃ والرد علیہم (۱۹) الفتوحات الاسلامیۃ (۲۰) فضائل الجمعۃ والجماعۃ (۲۱) الانوار السنیۃ بفضائل ذریۃ خیر البریۃ (۲۲) النصائح الایمانیۃ للامۃ المحمدیۃ (۲۳) حاشیۃ علیٰ السیرۃ الحلبیۃ (۲۴) خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام (۲۵) الدرر السنیۃ فی الرد علیٰ الوھابیۃ (۲۶) فتنۃ الوہابیۃ

وفات: "کل نفس ذائقۃ الموت" کے تحت تیرہویں صدی کے اس عظیم مجدد نے احیاے سنت کا فریضہ انجام دے کر جاں، جاں آفریں کے سپرد کردی اور ۱۳۰۴ھ میں شہر خموشاں کے چراغ بن گئے۔

قبر انور: آپ کی وفات مدینہ شریف میں ہوئی اور قبر مبارک جنۃ البقیع میں ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) وشیخ العلماء (۲) الامام المحدث (۳) الفقیہ الامین (۴) الفقیہ الرزین (۵) زین الحرم (۶) عین الکرم (۷) مفتی مکہ مکرمہ (۸) علماے مکہ معظمہ کے سردار (۹) بقیۃ السلف (۱۰) عمدۃ الابرار (۱۱) خاتمۃ المحققین (۱۲) شیخ الاسلام والمسلمین (۱۳) زبدۃ الکبراء البلد الامین (۱۴) علامۃ الوری (۱۵) علم الہدیٰ۔

شیخ العلماء بالبلد الامین الامام المحدث الفقیہ الامین سیدنا المولیٰ السید احمد بن زید دحلان المکی قدس سرہ المکی۔ (الاجازات المتینہ، ص:۱۰)

شیخ العلماء بالبلد الامین الامام المحدث الفقیہ الرزین المولی السید احمد بن زین بن دحلان المکی قدس سرہ المکی (الاجازات المتینہ، ص:۱۹)

حضرت مولانا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۹، ص:۸۲۸)

لاجرم علمائے مکہ معظمہ کے سردار بقیۃ السلف عمدۃ الابرار خاتمۃ المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ الکبراء البلد الامین شیخنا وبرکتنا وسیدنا وقدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنا بہ وقدسنا بسرہ المکی نے کتاب مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں کہ خاص اسی طائفہ کے رد میں تالیف فرمائی (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۲۵۶)

مولانا جمال عمر قدس سرہ کے اس فتوٰی پر موافقت فرمائی مولانا صدیق بن عبد الرحمن کمال مدرس مسجد حرام اور حضرت علامۃ الوری علم الہدٰی مولانا وشیخنا وبرکتنا السید السند احمد وزین دحلان شافعی اور مولٰینا محمد بن محمد کتبی مکی اور مولٰینا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ وغیرھما اکابر علمانے نفعنا اللہ تعالٰی بعلومہم آمین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۶، ص:۵۱۰)

تاج الفحول عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسم گرامی: شاہ عبدالقادر۔ لقب: تاج الفحول، محبِ رسول، مظہرِ حق، شیخ الاسلام فی الہند۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:

تاج الفحول حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی بن حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی بن عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی بن شاہ عبدالحمید بدایونی رحمۃ اللہ علیہم۔

تاریخ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۷؍رجب المرجب ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم: آپ کی رسم تسمیہ خوانی آپ کے جد محترم نے فرمائی۔ بعد ازاں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا حضرت مولانا نور احمد صاحب نے کمالات علمیہ میں آپ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اس کے بعد آپ نے استاذ الاساتذہ امام الوقت مجاہد جنگ آزادی حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ استاذ کو اپنے تلامذہ میں سے آپ پر ناز تھا۔ مولانا فضلِ حق آپ پر فخر کیا کرتے تھے، اکثر فرمایا کرتے: کہ "صاحب قوت قدسیہ ہر زمانے میں ظاہر نہیں ہوتے بلکہ عصراً بعد عصرٍ پیدا ہوتے ہیں، اگر اس زمانے میں کسی کا وجود تسلیم کیا جائے تو وہ عبد القادر ہیں" ذہن کی جودت کا یہ عالم تھا کہ والد محترم فرمایا کرتے تھے: کہ "برخوردار عبدالقادر کی ذہانت مجھ سے بھی زیادہ ہے"۔ حضرت مولانا فضل حق کے شاگردوں میں چار شاگرد عناصر اربعہ مانے جاتے تھے مگر تاج الفحول کا نام ان میں بھی سر فہرست تھا کیوں کہ تین شاگرد تو کسی خاص فن میں وحید عصر تھے مگر حضرت تاج الفحول کا تبحر جملہ علوم وفنون میں تھا۔ بعد فراغ علوم عقلیہ ونقلیہ سندِ اجازت حدیث اپنے والد ماجد سے لی، اور مکۃ المکرمہ میں شیخ جمال عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔

بیعت وخلافت: اپنے والدِ گرامی حضرت سیف اللہ المسلول شاہ فضلِ رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

درسی خدمات : درس وتدریس آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔اس لیے آپ نے اس جانب پوری توجہ فرمائی۔افہام وتفہیم کا مادہ آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھا،مشکل سے مشکل مسئلہ بڑی آسانی سے حل فرمادیتے،سخت سے سخت بحثیں بچوں کے ذہن میں یوں اتار دیتے کہ محسوس ہوتا کہ پہلے سے جانتے ہیں منطق وفلسفہ میں آپ کو خاصا شغف نہ ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی لاینحل مسئلہ اس فن کا سامنے آتا تو چٹکیوں میں حل فرمادیتے اور ایسی بحثیں فرماتے کہ اس فن کے امام معلوم ہوتے۔

فتاویٰ نویسی: درس وتدریس کے ساتھ آپ فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دیتے۔ سائل کی منشا ومراد کو جان کر نہایت شستہ لفظوں میں بڑے ہی اختصار کے ساتھ جواب مرحمت فرماتے۔خاص طور سے مسائل کے جزئیات مستند کتابوں سے تحریر فرماتے۔اور اس تعلق سے آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ ”مفتی جب تک مخصوص جزئیات کو مستند کتابوں میں نہ پائے تو ہرگز جواب تحریر نہ کرے،محض اپنی یادداشت پر اعتماد نہ کرے“۔

آپ کے تفقہ فی الدین کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب مجدد اعظم امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کی نظر میں ایسے کتنے لوگ ہیں جن کے فتوے پر آنکھ بند کر کے عمل کیا جاسکتا ہے؟ تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ”میری نظر میں صرف دو لوگ ہیں جن کے فتوے پر آنکھ بند کر کے عمل کیا جاسکتا ہے اول والد گرامی مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوم تاج الفحول عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں ان کے علاوہ کوئی نہیں ہے“۔

تصنیفی خدمات : وعظ وتقریر کے ساتھ ساتھ آپ کو تصنیف و تالیف سے بھی شغف تھا۔تقریباً بیسوں کتابیں مختلف موضوعات پر آپ نے تصنیف فرمائیں۔چند کے اسما یہ ہیں:

(۱) حقیقۃ الشفاعۃ علیٰ طریق اہل السنۃ والجماعۃ (۲) سیف الاسلام المسلول علی المناّع لعمل المولد والقیام (۳) رسالہ در رد تقویۃ الایمان (۴) الناصحہ فی تحقیق مسائل المصافحہ (۵) ہدایت الاسلام (۶) ارشاد الانام (۷) رسالہ در تحقیق حیات الانبیاء (۸) رسالہ در تحقیق تحریف توریت وانجیل (۹) رسالہ در تحقیق معنی سنت وبدعت،وغیرہ۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال ۱۸/ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ، مطابق ۲۹/ستمبر ۱۹۰۱ء کو ہوا۔ خانقاہِ قادریہ بدایوں شریف آخری آرام گاہ ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱)اعلیٰ حضرت (۲)تاج الفحول (۳)محب الرسول (۴) خاتمۃ المحققین (۵)فاضلِ بدایونی (٦)ناظم اہتدا (۷)ظلِ غوث الوریٰ (۸)زبدۃ الاتقیاء (۹) عمدۃ الازکیاء (۱۰) خادمِ مرتضیٰ ،(۱۱) مظہرِ ارتضاء(۱۲)نائبِ مصطفیٰ (۱۳) امام الہدیٰ (۱۴) محقق عصر (۱۵)محقق شریعت وطریقت(۱٦)عالم اہل سنت(۱۷)مجدد عصر(۱۸)فرد فرید۔

حضرت تاج الفحول رضی اللہ عنہ ان دو عظیم جلیل شخصیات میں سے ہیں جن پر امام اہل سنت کلی اعتماد فرماتے تھے۔ جیسا کہ امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ میں بیان فرمایا ہے۔ نیز پچیس سال تک آپ کی صحبت بابرکت سے امام اہل سنت مستفید بھی ہوتے رہے۔ اس عظیم ہستی کو امام اہل سنت کیسے کیسے القاب سے یاد کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) نقل ھذہ العبارات الثلثۃ محقق اعصارنا وزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللّٰہ تعالی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲منہ

یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدیوانی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام" میں ذکر کی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۵،ص:۴۸۳)

(۲)چودھویں صدی کے علما میں باعتبار حمایت دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کیے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الاشد، مولوی قاضی عبدالوحید

صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشہ سنت رحمہم اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامی سنت ماحی بدعت، اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول و مقبول ہے اور وہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۶، ص:۲۰۳)

(۳) اصل بات جس پر اس تمہید کا آغاز تھا عرض کریں کہ اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے ان کا قدم ثبات جادہ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریتِ شیطان وسوسے ڈالے تو اس پر اعتماد نہیں کرتے پھر جب امرِ حق جھلک دکھاتا ہے معًا ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اس کی تصدیق والا حضرت بالا درجت معلی برکت حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ حسینی زیدی واسطی مارہری دامت برکاتہم کا واقعہ نفیسہ ہے حضرت والا اجلہ سادات عظام و صاحبزادگان سرکار مارہرہ مطہرہ و تلامذہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبد القادر صاحب قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ الشریف سے ہیں (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۴۲۹)

(۴) اول ... دوم والا حضرت تاج الفحول محبِ رسول مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف، پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی ان کی سی وسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کرکے اس کے فتوے پر عمل ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۵۹۷)

(۵) وقد انتدب للرد علیھم علماء السنۃ من الأقطار الھندیۃ، وکان مقدم جمعھم ابن المصنف العلام محب الرسول تاج الفحول خاتمۃ المحققین مولانا الشاہ عبد القادر القادري البدایوني قدس سرھما (المعتقد، ص:۲۱۹)

(٦) ذلک برھانان من ربک وقد عرضتہ علی محقق الشریعۃ و الطریقۃ مولٰینا محب

الرسول عبدالقادر القادری البدایونی حفظہ اللہ تعالیٰ عن شر کل مجونی وفتونی فاقرہ وصوبہ واستحسنہ واعجبہ، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱، ص:۴۹۴)

(۷)

اے امام الہدیٰ محب رسول	دین کے مقتدا محب رسول
نائب مصطفیٰ محب رسول	صاحب اصفیا محب رسول
خادم مرتضیٰ محب رسول	مظہرِ اتقیا محب رسول
زبدۃ الاتقیا محب رسول	عمدۃ الاذکیا محب رسول

(چراغ انس از امام احمد رضا خان، مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی، ص:۲۵)

عبد قادر نہ کیوں ہو نام کہ ہے	ظلِ غوث الوریٰ محبِ رسول

(ایضاً، ص:۲۶)

ناظمِ فتنہ لاکھ ہوں تو ہے	ناظمِ اہتدا محبِ رسول

(ایضاً، ص:۲۶)

(۸)

عالم اہل السنۃ مصطفانا	مجدد عصرہ الفرد الفرید

(قصیدہ آمال الابرار، ص:۱۱)

پروردۂ سہ محبوباں شبیہِ غوث الاعظم مولانا سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: اسمِ گرامی شاہ محمد علی حسین، کنیت ابو احمد، خاندانی خطاب اشرفی میاں۔

ولادت و تعلیم: اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سراپا سعادت ۱۲؍ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ بروز شنبہ بوقت صبح صادق ہوئی، جب سن شریف چار برس چار مہینے اور چار دن کے ہوئے، موافق معمول خاندان مولانا گل محمد صاحب خلیل آبادی نے جو بڑے اہل دل اور عارف کامل تھے آپ کی بسم اللہ کرائی اس کے بعد مولوی امانت علی صاحب کچھوچھوی نے فارسی کی درسی کتابیں پڑھائیں پھر مولوی سلامت علی گورکھپوری اور مولوی قادر بخش صاحب کچھوچھوی سے تعلیم پائی (وظائف اشرفی ص ۷)

بیعت و ارادت و اجازت و خلافت: اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر کلاں حاجی الحرمین سید شاہ ابو محمد اشرف حسین مدظلہ العالی سے بیعت کر کے خلافت و اجازت خاندانی حاصل فرمائی۔ ۱۲۹۰ھ میں حسب ارشاد ارواح بزرگاں ایک سال کامل آستانہ اشرفیہ پر حسب قاعدہ مشائخ چلہ کشی فرمائی، اسی مدت میں برکت روحانی حضرت محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر قدس سرہ النورانی و بہ توجہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی تمام منازل عرفان وایقان کو اس طرح طے فرمایا کہ آپ کی ذات بابرکات سے جہانگیری آثار وانوار ظاہر ہونے لگے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بہت مدت کے بعد اس خاندان میں ایسا شخص صاحب رشد وارشاد تقدس نہاد ظاہر ہوا۔ (وظائف اشرفی ۷۔۸)

رسم سجادگی اور خرقہ پوشی: جب آپ کی عمر ۲۱ برس کی ہوئی تو ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ میں آپ کے برادر اکبر و پیر و مرشد سید اشرف حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو مسند سجادگی

عطا فرمائی۔ اسی سال ۲۸ محرم کو خرقۂ خاندانی (جو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کا عطیہ ہے) زیب تن فرمایا۔ آپ اس تاریخ سے لے کر وصال تک یعنی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء تک حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند سجادگی پر متمکّن رہے۔ اس مدت میں آپ کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہنچا۔

تصانیف: کثرت اسفار، اور تبلیغی دورے کی وجہ سے آپ کو باضابطہ طور پر تصنیفی کام کا موقع نہ مل سکا، پھر بھی آپ نے جو قیمتی آثار چھوڑے ہیں ان کی تعداد ۳ ہیں (۱) صحائف اشرفی ۲ر جلدیں (۲) وظائف اشرفی (۳) تحائف اشرفی۔

اشرفی پریس کا قیام: آپ نے اپنی ذاتی مصرف سے ایک مطبع بنام ''اشرفی پریس'' ۱۹۲۳ء کو کچھوچھہ مقدسہ میں قائم فرمایا جس میں بعض نادر کتابیں طبع ہوئیں اور آپ نے والیانِ ریاست کو بھی کتابوں کی طباعت و اشاعت کی جانب متوجہ کیا چناں چہ انہیں کی تحریک پر نواب کلب علی خان ریاست رامپور ۱۲۸۷ھ میں لطائف اشرفی کی طباعت کرائی اور نواب میر عثمان علی خان نظام حیدرآباد نے چند نادر کتابوں کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

ماہ نامہ اشرفی کا اجرا: آپ نے ۱۹۲۳ء میں ایک میگزین ماہنامہ اشرفی کے نام سے شائع کیا جس کی ادارت حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔

مدارس کا قیام: آپ نے دین متین کی ترویج و اشاعت کی خاطر قوم مسلم کو علمائے کرام کی ٹیم پیش کرنے کے لیے مدارس کا قیام عمل میں لایا جن میں سے جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نہایت قابل ذکر اور مشہور و معروف ہیں۔

وصال: ۱۱ر رجب المرجب، ۱۳۵۵ھ میں آپ کا وصال ہوا، مرقد درگاہ مخدوم سید اشرف میں زیارت گاہِ عام و خاص ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: پروردۂ سہ محبوباں

امام اہل سنت نے اس لقب سے اس وقت یاد کیا جب اشرفی میاں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کی بارگاہ میں حاضر تھے اور امام اہل سنت اپنے پیر و مرشد کے حکم سے اشرفی میاں کے پاس تشریف لائے تھے تو آپ کے دیدار کے بعد آپ نے ایک شعر برجستہ فرمایا جس میں اس لقب سے یاد کیا۔ اس مکمل واقعہ کو حضرت سید حامد اشرف اشرفی جیلانی نے "صحائف اشرفی" میں یوں جگہ دیا:

محبوب ربانی شیخ المشائخ حضرت سید شاہ ابواحمد المدعو محمد علی حسین اشرف اشرفی میاں الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ حلقہ مشائخ کرام میں احسن الوجوہ ہونے کے بنا پر شبیہ غوث الثقلین سے معروف اور جانے پہچانے جاتے تھے چناں چہ شیخ مارہرہ مقدسہ حضرت قدوۃ السالکین مولانا سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو شبیہ غوث الثقلین سے یاد فرمایا۔

امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو جب معلوم ہوا کہ ان کے پیرومرشد حضرت آلِ رسول علیہ الرحمہ کی طبیعت زیادہ ناساز ہے تو آپ خود بغرض مزاج پرسی مارہرہ شریف تشریف لے گئے۔ حضرت آلِ رسول علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس سرکار غوث اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی امانت ہے جسے اولاد غوث اعظم میں شبیہ غوث الثقلین مولانا سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی کو سونپنی اور پیش کردینی ہے اور وہ اس وقت شیخ المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء چشتی رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر ہیں۔ محراب مسجد میں ملاقات ہوگی۔

چناں چہ الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ دلی تشریف لے گئے۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری دی پھر مسجد میں تشریف لائے تو واقعی پیر کی نشان دہی کے بموجب اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کو محرابِ مسجد میں پایا اور برجستہ فی البدیہہ یہ شعر کہے:

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں — اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

اے اشرفی میاں سرکار! آپکا چہرہ انور حسن و خوبی کا آئینہ ہے

آپ تینوں محبوبین کے پرور دہ اور نظر کردہ ہیں

امام اہل سنت کے اس شعر پر آپ ہی کے خلیفہ اور خاندان اشرفیہ کے عظیم فرزند محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تضمین لکھی ہے موقع کی مناسبت سے اسے یہاں نقل کیا جارہا ہے:

بہ نگہ داشتہ ام روے بسے مطلوباں	دیدہ ام وجہ کشش در نظر مرغوباں
ذاتِ پاکت شدہ بہر ہمہ عطر ولوباں	اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں

اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

اے زہے مظہر اخلاق حبیب رحماں	اے خہے منظر نور شہ غوث جیلاں
اے خوشا زیب دہ جادۂ شاہ سمناں	اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں

اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

مورے داتا مورے مہراج گرو مور میاں	جگ کا دیکھا مدا کچھ اور ہے بتیاں تو نہاں
توری مہما کا بکھانت ہیں رضا شیخ جہاں	اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں

اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

کیا بیاں ترا کرے سید آشفتہ بیاں	ترزباں اندبہ مدحت چو نعیم دوراں
تورا مکھ دیکھ کے اس بولے رضا شیخ جہاں	اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں

اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

امام المحدثین حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسمِ گرامی: وصی احمد۔ لقب: شیخ المحدثین۔ علاقہ "سورت" کی نسبت سے سورتی کہلاتے ہیں۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

مولانا وصی احمد محدث سورتی بن مولانا محمد طیب بن مولانا محمد طاہر بن محمد قاسم بن محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شجرۂ نسب صحابیِ رسول، حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ اور آپ اپنے نام کے ساتھ حنفی اور حنیفی لکھا کرتے تھے۔

تاریخِ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۲ھ، مطابق ۱۸۳۶ء کو "راندیڑ" ضلع سورت، ہندوستان میں ہوئی۔

تحصیلِ علم: ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی مولانا محمد طیب سورتی سے حاصل کی۔ مسجد فتح پور دہلی میں قیام کیا۔ اُس وقت مسجد فتح پور میں حضرت مفتی محمد مسعود محدث دہلوی درس وتدریس میں مصروف تھے۔ اُن کے ہی مشورے پر مدرسۂ حسین بخش میں داخلہ لیا اور علما وفضلا سے صرف ونحو، تفسیر وتراجم اور دیگر قرآنی علوم حاصل کیے۔ ایک سال بعد ۱۲۷۹ھ میں ''مدرسۂ فیضِ عام'' کان پور میں داخلہ لیا اور تمام علوم میں فراغت حاصل کی۔ طب کی تعلیم حکیم عبدالعزیز لکھنوی سے حاصل کی۔

اساتذۂ کرام: آپ کے اساتذہ میں یہ نابغۂ روزگار ہستیاں ہیں۔ حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری، حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی، حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہم۔

بیعت وخلافت: اویسِ دوراں حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دورانِ تعلیم بیعت ہوئے اور تکمیلِ ریاضت کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس: آپ نے اپنی تدریس کا آغاز ۱۲۸۸ھ کے اوائل میں مدرسہ فیض عالم کان پور سے کیا، یہاں آپ نے تقریباً آٹھ سال درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔

دوران تدریس آپ نے لکھنؤ سے علم طب بھی حاصل کیا پھر تقریباً تین سال مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے پاس حصول علم میں صرف کیا۔ پھر جب ۱۲۹۷ھ میں پیلی بھیت تشریف لائے تو جامع مسجد پیلی بھیت میں قائم مدرسہ حافظ العلوم میں آپ صدر مدرس کی حیثیت سے مقرر ہوئے اور ۱۳۱۴ھ تک مدرسہ حافظ العلوم پیلی بھیت میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ مدرسہ حافظ الحدیث سے علاحدگی کے بعد آپ نے ایک مدرسہ بنام "مدرسۃ الحدیث" قائم فرمایا اور تاحین حیات خدمتِ تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

فتویٰ نویسی: محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۲۸۸ھ میں مدرسہ فیض عام کان پور میں فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا اور یہ سلسلہ تادم آخر ۱۳۳۴ھ تک جاری رہا۔ اس لحاظ سے آپ نے فتوی نویسی کا فریضہ تقریباً پچاس برس تک انجام دیا لیکن آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کے جمع و ضبط کا ابتدا سے کوئی اہتمام نہ ہوسکا جس کی بنا پر کوئی جامع فتاویٰ منظر عام پر نہیں آسکا، البتہ رسائل کی صورت میں آپ کے بیشتر فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں۔

تصانیف: حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ دینِ متین کی تائید و حمایت اور سنیت کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود علمی و تحقیقی تصانیف بھی قلم بند فرمائیں۔ ۲۵ سے زائد کتبِ حدیث و فقہ کی شرح لکھی۔ آپ کی تصانیف میں سے چند کے اسماذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حاشیہ مدارک ،حاشیہ بیضاوی (قلمی)، حاشیہ جلالین(قلمی)، تعلیقات سنن نسائی،حاشیہ شرح معانی الآثار، شرح سنن ابی داؤد (قلمی)، تعلیقات شروح اربعہ ترمذی شریف، التعلیق المجلیٰ لمافی منیۃ المصلّی، جامع الشواہد، شرح مشکوٰۃ المصابیح (قلمی)، حاشیہ شافعیہ، انفع الشواہد، تعلیقات شرح ملاحسن ، حاشیہ میبذی، الدرّۃ فی عقد الایدی تحت السرّۃ، کشف الغمامۃ عن سنیۃ العمامہ، امام بقالی اور مکتوب اعلیٰ حضرت وغیرہ۔

وصال : ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۲/ اپریل ۱۹۱۶ء بروز چہار شنبہ بوقت تہجد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱)الاسد الاسد الاشد الارشد (۲)محدثِ سورتی (۳)اسد السنہ (۴)سد الفتنہ (۵)کنز الکرامۃ (۶)جبل الاستقامۃ۔

امام اہل سنت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچھے مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کے مداح تھے۔ امام اہل سنت نے آپ کا ذکر اپنے مختلف فتاویٰ میں بھی کیا ہے اور اپنے خطوط میں بھی آپ کو یاد کیا ہے۔ امام اہل سنت نے آپ کو کون کون سے خطاب سے اور کب یاد کیا اس کی تفصیل یہ ہے:

الاسد الاسد الاشد الارشد و محدث سورتی:(۱) یہ ان جاہلان عالم نما کی جہالت کا رد تھا ورنہ نفس ریل واعانتِ چندہ پر فقیر نے کبھی اعتراض نہ کیا، مسلمانوں کو اتنا ضرور ہے کہ اس امرِ خیر میں ہمت کریں تو ذرائع اطمینان حاصل کرلیں اور اپنے شہر کے معتمد متدین صلحا مثل جناب مولانا **الاسد الاسد الاشد الارشد** مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب **محدّث سورتی** یا مولانا مولوی حکیم محمد خلیل الرحمٰن صاحب یا مولانا قاضی حافظ خلیل الدین حسن صاحب یا مکرمنا منشی محمد عتیق احمد صاحب سلمہم کو متوسط کریں، وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۰، ص:۶۸۳)

(۲) چودھویں صدی کے علما میں باعتبار حمایت دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا۔ ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کیے ہیں۔ حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو **الاسد الاسد الاشد**، مولوی قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشۂ سنت رحمہم اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامی سنت ماحی بدعت، اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے

تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول و مقبول ہے اور وہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۶، ص:۲۰۳)

(۳) آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا **الاسد الاسد الاشد** مولوی **محمد** وصی احمد صاحب **محدث سورتی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے۔ اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں۔ بارک اللہ تعالیٰ وتقبل امین، امید ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لیے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا۔ وللہ الحمد۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۷، ص:۲۰۰)

اسد السنہ سد الفتنہ کنز الکرامۃ جبل الاستقامۃ: جناب مستطاب **اسد السنہ سد الفتنہ کنز الکرامۃ جبل الاستقامۃ** جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب **محمد**ث سورتی الخ (کلیات مکاتیب رضا از جابر شمس مصباحی، ج:۱، ص:۲۷۳)

حضرت مولانا مفتی شاہ ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسم گرامی: حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین۔ لقب: نبراس العلماء، سراج الفقہاء، قطب الارشاد وغیرہ۔ رامپور کی نسبت سے ''رامپوری'' کہلاتے ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:

مولانا ارشاد حسین بن مولانا حکیم احمد حسین بن غلام محی الدین بن فیض احمد بن شاہ کمال الدین بن شیخ زین العابدین عرف میاں فقیر اللہ بن حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہم۔

تاریخ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۴/ صفر المظفر ۱۲۴۸ھ، مطابق نومبر/ ۱۸۳۲ء کو محلہ پیلا تالاب شہر مصطفیٰ آباد عرف رام پور (انڈیا) میں ہوئی۔

قبل ولادت بشارت: عارف باللہ حضرت حاجی محمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جن کا مزار شریف پاک توپ خانہ روڈ رام پور میں مرجعِ خلائق ہے) نے حضرت مولانا حافظ عنایت اللہ خان رام پوری سے ان کے اصرارِ بیعت پر ایک دن فرمایا: ''تم ابھی تعلیم حاصل کرو، ایک قطب وقت کا ظہور ہونے والا ہے، ان سے تمہیں نصیبِ کامل ملے گا''۔ (حیات مولانا ارشاد حسین رام پوری: ص، ۱۴)

تحصیل علم: مولانا محمد ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد اور برادر مولانا امداد حسین رام پوری، شیخ احمد علی اور شیخ واجد علی سے پڑھیں۔ اس کے بعد دیگر فنون کی تعلیم مولانا حافظ غلام نبی، مولانا جلال الدین، اور مولانا نصیر الدین خان سے حاصل کی۔ اس کے بعد علومِ نقلیہ کی تکمیل کی۔ معقولات کا درس علامۂ زماں مولانا محمد نواب خان افغانی نقش بندی سے لیا۔ آپ نے عارف باللہ مولانا عبدالکریم عرف ملا فقیر اخوند قادری چشتی کی خانقاہ کے حجرے میں دورانِ قیام نوماہ میں قرآنِ کریم حفظ کیا۔

بیعت وخلافت: حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی سے مرید ہوئے، اور محبوبیت و مرادیت کا مقامِ بلند پایا، اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے بڑے مداح تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں کثیر مقامات پر بڑے ادب واحترام کے ساتھ آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ چناں چہ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیفِ لطیف "کفل الفقیہ الفاہم" میں آپ کا ذکران القاب وآداب سے کیا ہے۔" **اقضیٰ علیہ ناس من کبار العلماء الہند کالفاضل الکامل محمد ارشاد حسین الرامفوری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ**"۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت، ص: ۲۵/ فتاویٰ رضویہ، ج: ۷، ص: ۱۶۱)

صدرالافاضل بدرالاماثل حضرت مولانا مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے "سنی کی تعریف" ان الفاظ میں کی ہے: "سنی وہ ہے جو ماانا علیہ واصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفاے راشدین، ائمہ دین، مُسلّم مشائخِ طریقت، اور متاخرین علمائے کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحرالعلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک پر ہوں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔" (الفقیہ امرتسر ۲۱/اگست ۱۹۴۵ء، ص ۹)

تاریخ وصال: آپ کا وصال پیر کا دن گزار کر بوقتِ صبح کاذب، ۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ، مطابق ۲۵/ دسمبر ۱۸۹۳ء کو ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار، رام پور (انڈیا) میں مرجعِ خلائق ہے۔

مآخذ ومراجع: تذکرہ علمائے اہل سنت۔ حیات مولانا ارشاد حسین رام پوری۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) حامی السنن ماحی الفتن (۲) فاضل کامل۔

امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے بڑے مداح تھے۔ امام

نے اپنی تحریروں میں کئی مقامات پر بڑے ادب واحترام کے ساتھ آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی حافظ الحاج محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۱۶۵)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

جس نے بحمد اللہ تعالٰی فریب دینے والوں کے مکر کو خاک میں ملایا، والا حضرت حامی سنت مولانا مولوی محمد ارشاد حسین رام پوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور علمائے رام پور نے اس پر تصدیقیں لکھیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۵۴۷)

ایک اور مقام پر ان الفاظ میں یاد فرمایا:

وافتی علیہ ناس من کبار علماء الھند کالفاضل الکامل محمد ارشاد حسین الرامفوری رحمہ اللہ تعالٰی وغیرہ

میں نے بارہا اس پر فتویٰ دیا اور اکابر علمائے ہند سے متعدّد عالموں کا یہی فتویٰ ہوا جیسے فاضل کامل مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وغیرہ۔ اور اس میں میرا اخلاف نہ کیا مگر لکھنؤ کے ایک شخص نے جو عمائد سے گنے جاتے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۷، ص:۴۴۵)

مزید ایک جگہ اس طرح آپ کا ذکر فرمایا:

فتوی حامی سنت ماحی بدعت جناب مولانا مولوی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری رحمہ اللہ۔ (ایضاً، ج:۱۷، ص:۵۰۲)

شیخ الاسلام حضرت انوار اللہ شاہ فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: نام: انوار اللہ، والد ماجد: مولانا شجاع الدین فاروقی۔ آپ نسباً فاروقی ہیں، سلسلۂ نسب انچالیسویں پشت میں خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم پر منتہی ہوتا ہے۔

ولادت: آپ ولادت بتاریخ ۴/ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ ہندوستان کے ضلع ناندیڑ ریاست مہاراشٹرا میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: سال گزرنے کے بعد مولانا سید شاہ بدیع الدین صاحب رفاعی قندھاری سے قرآن شریف ناظرہ کی تکمیل فرمائی، اور سات سال کی عمر میں حافظ امجد علی صاحب کے پاس قرآن مجید کا حفظ شروع فرمایا، اور گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ حفظ قرآن مجید سے فراغت کے بعد ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا ابو محمد شجاع الدین صاحب قندہاری سے پائی۔ دیگر اعلیٰ علوم و فنون کی تکمیل مولانا عبد الحلیم صاحب فرنگی محلی اور مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی رحمہا اللہ اور مولوی فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے کی۔ تفسیر و حدیث کا درس شیخ عبد اللہ یمنی سے بھی حاصل کیا۔ آپ کی خداداد ذہانت واستعداد سے اساتذہ بھی دنگ تھے۔ مولانا عبد الحی صاحب نے اپنی بعض تالیفات میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

بیعت و خلافت: علوم شریعت کی تحصیل و تکمیل کے بعد آپ نے سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد سے پائی اور جملہ سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ وغیرہ) میں بیعت کی اور مدینہ منوّرہ میں شیخ وقت مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مکرر بیعت کی اور منازل سلوک کی تکمیل فرمائی۔ حضرت حاجی صاحب نے بلا طلب خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

کتب خانہ آصفیہ: حیدرآباد میں عوام کے مطالعہ کے لیے کتب خانہ قائم کیے جانے کی تحریک فرمائی ملّا محمد عبد القیوم اور عماد الملک کی تائید سے ۱۳۰۸ھ میں کتب خانہ آصفیہ قائم کیا گیا۔ جو تا حال قائم ہے اور جس سے عوام علمی استفادہ کیا کرتی ہیں۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ: عربی علوم وفنون کی قابل طباعت کتابوں کے لیے قیام دائرۃ المعارف کی تحریک فرمائی جو مذکورہ ہر دو بزرگوں کی تائید سے منظور ہوئی۔ اور سب سے پہلے اس میں حدیث کی جامع ضخیم کتاب کنز العمال کی اشاعت عمل میں آئی جس کو مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بزمانہ قیام مدینہ منورہ بصرف زر کثیر نقل کروایا تھا اور وہ کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ کی گئیں جن کو مولانا مرحوم نے نقل کروایا تھا اور سلسلہ طباعت جاری رہا اور جاری ہے اور اب تک کئی سو نادر و نایاب کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔

مجلس اشاعت العلوم: احاطہ مدرسہ نظامیہ میں اشاعت العلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا کہ جس میں دینی ضروری معلومات پر مشتمل محققانہ کتابیں شائع ہوں چناں چہ اس وقت تک اس ادارہ سے تقریبا (۱۰۰) کتابیں شائع کی گئیں اور ہر کتاب اس لائق ہے کہ اس سے عام مسلمان واقف ہوں خود مولانا مرحوم نے اپنی تالیفات و تصنیفات بھی اسی ادارہ سے شائع کروائیں۔

جامعہ نظامیہ کا قیام: ۱۲۹۲ء میں مدرسہ نظامیہ کا قیام اس مقصد سے کیا گیا کہ ہمیشہ اہل علم کی ایک جماعت پیدا ہوتی رہے اور علم دین کی حفاظت و اشاعت کا فریضہ انجام پاتے رہے۔ اس کے ساتھ دارالاقامہ بھی قائم کیا گیا جس میں طلبہ کے قیام و طعام، لباس، کتب درسیہ اور دیگر ضروریات کا من جانب مدرسہ انتظام بھی رکھا گیا۔

تصنیفات: حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تالیفات کے ذریعے قوم کی خیر خواہی فرمائی ہے۔ آپ کا انداز کسی کے ساتھ بھی جارحانہ نہیں حتیٰ کہ اپنے مخالفین کے ساتھ بھی ناصحانہ ہے۔ آپ کی کل مؤلفات کم و بیش چالیس تک پہنچی ہیں جو زمانہ کی ضروریات کے مطابق تالیف کی گئیں، چند کے نام یہ ہیں:

(۱) کتاب العقل (۲) انوار احمدی (۳) افادۃ الافہام، (۴) انوار الحق، (۵) مفاتیح الاعلام (۶) حقیقۃ الفقہ (۲ حصے) (۷) مقاصد الاسلام (۱۱ حصے) (۸) رسالہ مسئلۃ الربٰوا (۹) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع (۱۰) خدا کی قدرت (۱۱) رسالہ خلق افعال

(۱۲) رسالہ انوار اللہ الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود (۱۳) رسالہ العج للحج (۱۴) رسالہ چہل حدیث (۱۵) رسالہ بُشریٰ الکرام (۱۶) انوار التمجید فی ادلۃ التوحید (۱۷) شمیم الانوار وغیرہ۔

وفات: ۱۳۳۶ھ کے اوائل میں مرض سرطان کا حملہ ہوا اور یہ اندر کا اندر بڑھتا ہی گیا جس کے سبب آپریشن ہوا، آپریشن کے بعد مولانا پر بے ہوشی طاری رہی، آپریشن کے تین گھنٹہ بعد روز پنج شنبہ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ کا ہلال افق مشرق پر نمودار ہوا اور یہ آفتاب علم و عمل غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مکہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور جامعہ نظامیہ میں تدفین عمل میں آئی۔

خطابات

القابات و خطابات: جامع الفضائل (۲) لامع الفواصل (۳) شریعت آگاہ (۴) طریقت دست گاہ۔

شیخ الاسلام اور امام اہل سنت دونوں اپنے اپنے مقام پر خدمت دین اور مفسدین دین کا قلع قمع کرنے میں مصروف عمل رہے، امام اہل سنت سے آپ کے روابط اچھے تھے اور ایک دوسرے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ امام اہل سنت نے آپ کو ادب و احترام اور اچھے القاب سے یاد فرمایا، جیسا کہ امام اہل سنت کے خط کے درج ذیل اقتباس سے واضح ہے:

"بشرف ملاحظہ والاے حضرت بابرکت **جامع الفضائل لامع الفواضل شریعت آگاہ طریقت دست گاہ** حضرت مولانا الحاج مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب بہادر بالقابہ"۔

(کلیات مکاتیب رضا، ج:۱، ص:۱۰۶)

مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت و نام: سراج الاصفیا حضرت علامہ مفتی محمد سلامت اللہ صاحب مجددی رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے ممتاز عالم دین تھے جن کی ولادت اعظم گڑھ میں ہوئی۔

تحصیل علوم: آپ اعظم گڑھ کے رہائشی تھے، ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل فرمائی، بعد ازاں وفور شوق علم آپ کو عارف کامل، بحر العلوم، جامع شریعت و طریقت، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، قاطع بدمذہبیت، مفتی اعظم، چراغ سلسلہ مجددیہ، جناب شاہ ارشاد حسین رام پوری مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۱۱ھ) کی بارگاہ میں لے آیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی ہستی کامل کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔ (تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خان، مطبوعہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ص:۱۵۸، تذکرہ علمائے اہل سنت از مفتی محمود احمد رفاقتی، مطبوعہ: سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، ص:۹۶)

بیعت و خلافت: بعد ازاں علوم باطنی کی تحصیل کے لیے بھی سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں بیعت کے ذریعہ اسی در سے سلسلہ تعلق قائم فرمالیا، اور آخرش اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے، اور ایک مدت تک اپنے شیخ کی خدمت میں رہے حتی کہ وصالِ شیخ کے بعد ان کے قائم مقام ہو گئے۔

تدریس: آپ نے تحصیل علوم کے بعد حضرت مولانا خواجہ احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مدرسے میں تدریس کی خدمات سرانجام دیں، پندرہ روپے تنخواہ تھی، حصول تنخواہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ خواجہ صاحب کے پاس اپنا رومال بھیج دیتے اور وہ اس کے کونے میں رقم باندھ دیتے تھے، جسے لاکر آپ اپنی زوجہ محترمہ کو دے دیتے۔

تصنیفات: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد سلامت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر کامل عبور حاصل تھا، اسی لیے حضرت نے مذکورہ تینوں زبانوں میں تقریبا ایک سو ۱۰۰ کتابیں علمی اثاثے ورثے کے طور پر چھوڑی ہیں جن میں سے چند کے اسمایہ ہیں:

(۱) احکام الملّۃ الحقیۃ فی تفسیق قاطع اللحیۃ، (۲) اوضح البراھین علی عدم جواز الصلوۃ خلف غیر مقلدین، (۳) گیارہویں شریف، (۴) التحفۃ المنصفیۃ و الھدیۃ الاحمدیۃ فی ادلۃ سماع الموتی و حیاتھم

السرمدیۃ،(۵) اعلام الاذکیاء باثبات علوم الغیب لخاتم الانبیاء،(۶) احکام الحجی فی احکام اللحی،(۷) تبشیر الوریٰ بحضور المصطفی،(۸) عمدۃ الفائحہ فی جواز العرس والفاتحہ،(۹) براھین لائحہ ضمیمہ عمدۃ الفائحہ،(۱۰) اللؤلؤ المکنون فی احکام فونوگراف اوگراموفون،(۱۱) شعائر اللہ فی اثبات شعر رسول اللہ ﷺ،(۱۱) حقوق الوالدین والولد، بلاغ المرام،(۱۲) تفسیر قرآن، تحقیق المرام،(۱۳) مفید آخرت،(۱۴) سخاوت الشرافت فی کشف اسرار الجہر والمخافت،(۱۵) رفع الحجاب عن مسئلۃ الخضاب وغیرہ۔

تاریخ وصال: سراج الاصفیاء شاہ محمد سلامت اللہ رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ مطابق جنوری ۱۹۲۰ء میں عالم بالا کا سفر اختیار کیا۔ پیرو مرشد کے حظیرے میں مرقد و مدفن ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱)فضائل انتساب (۲)فواضل اکتساب (۳)ذی اللطف و الجاہ (۴)ابوالذکاء (۵)فاضل کامل۔

مولانا سلامت اللہ رام پوری اپنے وقت کے جید عالم باعمل تھے امام اہل سنت آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور امام اہل سنت نے آپ کی کتاب ''اعلام الاذکیاء'' پر اپنی تائید و تصدیق بھی فرمائی۔ مزید یہ کہ دونوں کے مابین خط و کتابت کا بھی سلسلہ رہا، جن میں امام اہل سنت نے آپ کو کئی القاب سے یاد فرمائے۔

(۱) بجناب **فضائل انتساب فواضل اکتساب ذی اللطف والجاہ** مولوی شاہ **ابوالذکاء** محمد سلامت اللہ بعد اہدائے ہدیہ سنت الخ (کلیات مکاتیب رضا، ج:۱، ص:۲۷۳)

(۲) جس کے دلائل کافی بتفصیل بقدر حاجت مولانا **الفاضل الکامل** المجیب سلمہ الولی القریب المجیب نے بیان فرمائے اور اگر کچھ نہ ہو تو قرآنِ عظیم شاہد عدل و حکم فصل ہے۔ (اعلام الاذکیا از علامہ سلامت اللہ رام پوری، مطبوعہ: انجمن ضیاے طیبہ، ص:۱۵۰)

(۳) **ابوالذکاء سلامۃ اللہ حباہ سلامہ المبدی المعید**

(قصیدہ آمال الابرار، ص:۱۳)

مجاہد اکبر پروفیسر مولانا حاکم علی مجددی

ولادت و خاندان : پروفیسر مولانا حاکم علی مجددی ضلع ہوشیار پور (بھارت) ایک اندازے کے مطابق ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان سکھ مذہب کا پیروکار تھا لیکن بفضلِ مولیٰ تعالیٰ انہوں نے اپنے خاندان سمیت اسلام قبول کر کے اپنا نام "حاکم علی" رکھ لیا۔

تعلیم و تربیت : مکیریاں کے مشہور عالم مولوی خدا بخش سے قرآن مجید کی پڑھائی کی پھر گورداس پور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ میٹک کا امتحان گورداس پور سے پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد آپ لاہور آ گئے اور مشن کالج لاہور میں ایف۔اے سال اول میں داخلہ لیا اور مکمل چار سال بی اے تک اسی کالج میں زیر تعلیم رہے۔ آپ کا تعلیمی ریکارڈ آپ کی ذہانت و فطانت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیوں کہ آپ نے تمام امتحانات امتیازی حیثیت سے سرکاری وظائف لے کر پاس کیے۔

بیعت و ارادت : حضرت مولانا حاکم علی مجددی علیہ الرحمہ حضرت سید میر جان کابلی علیہ الرحمہ سے نسبت بیعت رکھتے تھے۔

تدریس : ایف اے اور بی اے کے امتحانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی جس کے سبب اساتذہ کرام قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور پھر شعبۂ ریاضی کے پروفیسر کی حیثیت سے تعینات ہو گئے، قریبًا سات سال وہاں تدریس کرنے کے بعد آپ نے اسلامیہ کالج، لاہور میں تدریس شروع کی۔ یہاں سات سال تدریس کرنے کے بعد آپ گورنمنٹ ہائی اسکول جہلم میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے، تقریبًا دو سال اس اسکول میں خدمات انجام دیں۔ انجمن حمایتِ اسلام لاہور کی پُرزور خواہش پر آپ نے دوبارہ ۱۹۰۷ء میں اسلامیہ کالج میں ۵۸۱/ روپے ماہوار پر تدریس شروع کی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے کالج کو خیر باد کہہ دیا۔

تصانیف : مولانا حاکم علی مجددی علیہ الرحمہ نے متعدّد کتب تالیف کیں جن کے

نام یہ ہیں:

اِبْطَالِ فَتْوٰے الْعَلَّامَۃِ اَبِی الْکَلَامِ، رویتِ ہلال، کسُوف وخسوف، موجودہ زمانے کے حالات عُرف ساڈیاں امالاں دی شامت، عملی نامیاتی کیمیا، قوانینِ قدرت، قامع المرتدین والفجار، Key to Elementary Statics۔

وفات : آپ کی سن وفات میں اختلاف ہے البتہ آپ کی قبر مقدس پر نصب کتبے پر آپ کی تاریخ وفات ۱۹۲۵ء درج ہے۔ آپ کی قبر آپ کے پیر و مرشد حضرت میر جان کابلی اور حضرت ایشاں کے مزار مبارک (واقع بیگم پورہ، نزد انجینئرنگ یونی ورسٹی، لاہور) کے مشرقی پہلو میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

خطابات

القابات و خطابات : (۱) مجاہدِ کبیر (۲) مخلصِ فقیر (۳) حق طلب (۴) حق پذیر (۵) مجاہدِ اکبر۔

امام اہل سنت نے آپ کو جن القابات سے یاد فرمایا فتاویٰ رضویہ میں یوں ہے:

مجاہدِ کبیر، مخلصِ فقیر، حق طلب حق پذیر سلمہ اللہ القدیر، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۱۰۸۸ر تک کاتب لکھ چکے اور صفحہ ۱۰۹۰ر کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحثِ جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی۔ میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری رہے۔ ادھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرما گئے ہیں، وہی کیفیت اب تک ہے، اب بھی اسی طرح چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور ان مباحثِ جلیلہ غامضہ کی تنقیح و تقریر سے بحمدہٖ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔ آپ نے اپنا لقب ''مجاہدِ کبیر'' رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو

''مجاہدِ اکبر'' کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے۔ اور نفس سے جہاد جہادِ اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہدِ اکبر ہیں۔ بارک اللہ تعالیٰ و تقبل آمین، امید ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے، کہ باطل پر ایک آن کے لیے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا، وِللہ الحمد۔'' (فتاویٰ رضویہ ،کتاب السیر، جلد ۲۷، صفحہ ۱۹۹۔۲۰۰، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور)

باب سوم

شاگردان و خلفا القاب یافتہ
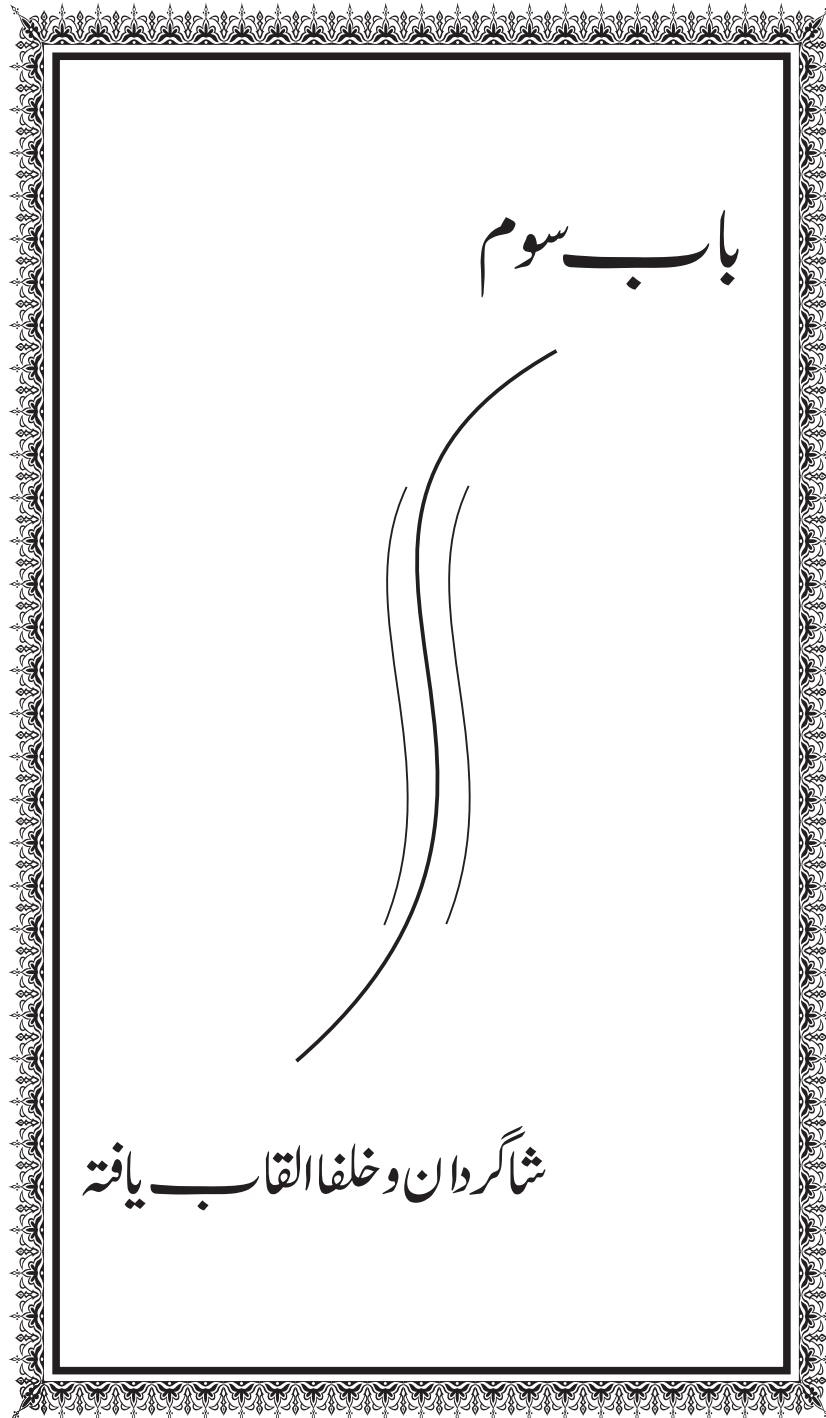
قوت بازوے رضا حضرت مولانا محمد حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسم گرامی: محمد حسن رضا خان۔ لقب: شہنشاہِ سخن، استاذِ زمن، تاج دارِ فکر و فن ۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے:

محمد حسن رضا خان بن مولانا مفتی نقی علی خان، بن مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہم۔ **تاریخ ولادت:** آپ ۴/ربیع الاول۱۲۷۶ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۸۵۹ء کو حضرت مولانا نقی علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم: اِبتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور برادرِ اکبر سیدی اعلیٰ حضرت -رحمۃ اللہ علیہما- سے حاصل کی۔ نعت گوئی کی تعلیم بھی اپنے برادرِ اکبر سے پائی، اور کلام مجاز میں بلبل ہندوستان حضرت داغ دہلوی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ داغ دہلوی کے قیام رام پور کے دوران آپ اُن کے پاس حاضر ہوا کرتے۔ داغ دہلوی کو آپ سے خاص اُنس تھا اور اکثر پیارے شاگرد کہہ کر خطاب کیا کرتے۔

بیعت وخلافت: سراج العارفین سید ابوالحسین احمد نوری قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سند خلافت سے شرف یاب ہوئے۔

تصنیف و تالیف: مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خداے بخشندہ نے ایک سیال وفیاض قلم عطا فرمایا تھا۔ موصوف نے نثر و نظم میں بہت سی گراں قدر یادگار اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ آپ کے نثری رسائل کی تعداد سے بارہ سے متجاوز ہے: (۱) دین حسن، (۲) نگارستان لطافت، (۳) تزکِ مرتضوی، (۴) آئینۂ قیامت، (۵) بے موقع فریاد کے مہذب جواب، (۶) سوالات حقائق نما بر روس ندوۃ العلما، (۷) فتاویٰ القدوۃ لکشف دفین الندوۃ، (۸) ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ، (۹) ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری، (۱۰) اظہار روداد، (۱۱) کوائف اخراجات (۱۲) باقیات حسن (آپ کے بکھرے ہوئے شہ پاروں کا مجموعہ)۔

یوں ہی نظم کے میدان میں آپ نے پانچ لاجواب مجموعے پیش فرمائے ہیں (۱) ذوقِ نعت، (۲) وسائل بخشش، (۳) صمصام حسن، (۴) قندپارسی، (۵) ثمر فصاحت۔

مولانا حسن رضا اور دار العلوم منظر اسلام: منظر اسلام کے بنا و قیام سے انتظام و انصرام تک تمام معاملات میں مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ منظر اسلام کے اصل محرک تو ملک العلما ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ انہوں نے مولانا حسن رضا، حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہما اور پھر ان کی وساطت سے ایک سید زادہ بزرگ جناب سید امیر احمد صاحب کو ہم نوا بنایا اور سید صاحب کے ذریعہ قیام مدرسہ کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قائل کرنے کی سعی کی۔ چناں چہ جناب تحصیل دار رحیم یار خاں صاحب رئیس اعظم بریلی کے عالی شان مکان پر واقع محلہ گلاب نگر میں مدرسہ اہل سنت و جماعت قائم ہوا۔ مولانا حسن رضا نے اس کا تاریخی نام 'منظر اسلام' [۱۳۲۲ء] تجویز فرمایا اور آپ ہی اس مدرسہ کے پہلے منتظم ہوئے، اور مولانا حامد رضا خان پہلے مہتمم قرار پائے۔ جب کہ مولانا ظفر الدین بہاری کو اس مدرسہ کے پہلے طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا حسن رضا کے حسن انتظام سے قلیل عرصہ میں اس مدرسہ نے ریکارڈ ترقی کے منازل طے کیے۔ صرف تین سال کے عرصہ میں اس مدرسہ کے درس و تدریس، تربیت و تہذیب اخلاق اور حسن اہتمام و انصرام کی دُھوم ملک بھر کے علما و عوام میں پڑ گئی۔ مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری ملقب بہ '' سراج الملۃ والدین'' جو کہ مدرسہ کے ممتحن بھی تھے، مولانا حسن رضا کے حسن انتظام کو داد و تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجد ہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنیفہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو''۔

(رُوداد سال دوم مدرسہ اہل سنت بنام کوائف اخراجات از مولانا حسن رضا، ص:۵۱)

وصال: ۲۲/ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ کو ۵۰ سال ۶ ماہ کی عمر میں وصال ہوا۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) قوت بازوے من (رضا) (۲) نجدی فگن (۳) سُنّیہ را حرزِ جاں (۴) نجدیہ را سر شکن۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے " ذوق نعت " کی تاریخ میں ایک شاہ کار قطعہ لکھا، قطعہ کیا ہے اعلیٰ حضرت کی شاعری شکوہ انداز، حسنؔ کی یادیں، شاعری اور شخصیت کا حسین مرقع، ملّی اور مذہبی خدمات، اپنے روابط اور حسنؔ سے جذباتی لگاؤ کا واضح اظہار جو اعماقِ قلب سے زبان قلم پر اُترا اور صفحہ قرطاس پر بکھر گیا۔ آخری چار شعر ہر مصرع تاریخ، مصرع نصف کی تکرار، صنائع بدائع سے مملو، حسن و جمال کی تصویر دیکھیے:

قوت بازوئے من سُنّی نجدی فگن
حاجی و زائر حسن، سلمہٗ ذوالمنن
نعت چہ رنگیں نوشت، شعر خوش آئیں نوشت
شعر مگو دیں نوشت، دور ز ہر ریب و ظن
شرع ز شعرش عیاں، عرش بہ بتیش نہاں
سُنّیہ را حرزِ جاں، نجدیہ را سر شکن
قلقلِ ایں تازہ جوش، بادہ بہ ہنگام نوش
نور فشاند بگوش، شہد چسکاں در دہن
کلک رضاؔ سالِ طبع، گفت بہ افضال طبع
زا ں کہ از اقوالِ طبع، کلک بود نغمہ زن
"اوج بہیں محمدت، جلوہ گہ مرحمت"
"عافیت عاقبت باد نوائے حسنؔ"

"بادِ نوائے حسنؔ، باب رضائے حسنؔ"
"باب رضائے حسنؔ، باز بہ جلبِ منن"
"باز بہ جلبِ منن، بازوئے بخت قوی"
"بازوِ بخت قوی، نیک حجابِ محن"
"نیک حجابِ محن، فضل عفو و نبی"
"فضل عفو و نبی، جبل وی و جبل من"

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کا حسن بریلوی نمبر، ص:۵)

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت با سعادت: حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسلامی مہینہ کی فصل بہار ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں اپنے دادا خاتم المحققین علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کے گھر بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

نام و لقب: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بڑے صاحب زادے کا نام ارشاد حدیث کے مطابق رکھا۔ اور بحساب حروف ابجد اسم "محمد" کے اعداد سے آپ کا سال ولادت "۱۲۹۲" ظاہر ہوا۔ پکارنے کے لیے "حامد رضا خاں" تجویز ہوا اور عوام نے "بڑے مولانا" کہہ کر خراج عقیدت پیش کیا اور خواص نے "حجۃ الاسلام" کا لقب دے کر آپ کے علم و فضل کا اقرار کیا۔

تعلیم و تربیت: حسب معمول جب چار سال چار ماہ کی عمر ہوئی تو تعلیم کا آغاز کیا پھر بڑھتے ہی گئے اور از ابتدا تا انتہا مکمل تعلیم اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی اور نہ صرف حاصل کی بلکہ " اپنے معاصرین میں یہ امتیاز پایا کہ صرف ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء میں فارغ التحصیل ہو گئے "۔ (تذکرہ جمیل از مولانا ابراہیم خوشتر قادری رضوی، ص: ۱۱۰)

مسند افتا: فراغت کے ایک سال بعد مسند افتا پر جلوہ افروز ہوئے اور پھر دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ کار افتا کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اس طرح مکمل پچاس سال تک مسند افتا کو رونق بخشی۔ اس کا انداز بھی کیسا نرالا کہ " فراغت کے بعد ہی ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء سے اپنے عم محترم حضرت حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء تک اپنے والد نام دار امام احمد رضا کی خدمت و صحبت میں تربیت کے مراحل سے گزرتے رہے "۔ (مصدر سابق، ص: ۱۱۱)

اپنے والد ماجد کی خدمت و صحبت میں صرف حصول تربیت ہی نہ کرتے بلکہ اپنے والد ماجد کا تعاون بھی کرتے جس میں " امام احمد رضا کے لیے اندر سے کتابیں نکال کر لانا اور

سندوں کی عبارتیں تلاش کرنا بھی تھا۔ آپ کی یہ خدمت ۱۳۶۲ھ تک جاری رہی یہاں تک کہ حضرت مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی کے وصال کے بعد منظر اسلام کا اہتمام آپ نے سنبھال لیا" ۔(ایضا:۱۸۱)

درس و تدریس: افتا کی مصروفیت کے ساتھ ساتھ "منظر اسلام" بریلی شریف میں تدریس کا فریضہ بھی انجام دیا کرتے اور تدریس و تفہیم کتب کا عالم یہ ہوتا کہ "منظر اسلام میں نہ صرف حدیث بلکہ معقول و منقول کے اعلیٰ درجات کی کتابیں بھی آپ نے ایسی پڑھائیں کہ شاید و باید... ہر درجہ میں پڑھنے والوں کا ہجوم رہا" ۔(ایضًا، ص:۱۸۰)

کار افتا کا ہجوم اور تدریس کا فریضہ اس پر مستزاد، ظاہر ہے کہ مصروفیت میں اضافہ ہونا ہی ہے اور ہوا بھی یہی کہ آپ کی مصروفیات میں خاصا اضافہ رہا جس کا ذکر آپ نے خود اپنے ایک مکتوب میں یوں تحریر فرمایا: "اس سال بوجہ حدیث شریف پڑھانے کے فقیر کو قطعًا فرصت نہ ملی ۔ درمیان سال میں مدرس اول دار العلوم منظر اسلام بعض احباب کے اصرار سے میرٹھ بھیج دے گئے، درس فقیر کے سر رہا" ۔(ایضًا، ص:۱۸۱)

بیعت و خلافت: آپ کے مرشد گرامی حضرت نور العارفین مولانا سید ابو الحسین نوری (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) اور مرشد ہی کے حکم سے آپ کے والد نام دار امام احمد رضا قادری برکاتی نے آپ کو تمام سلاسل عالیہ اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ اور اوراد و اشغال میں ماذون فرمایا۔ طریقت و معرفت کے تیرہ سلاسل میں آپ کو اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔

تصنیفات و تالیفات: اب ذرا ایک نظر تصنیف و تالیف پر بھی۔ اگرچہ مصروفیات و مشاغل کے سبب زیادہ کتابیں منصہ شہود پر نہ آئیں لیکن ان گوناگوں مشاغل کے باوجود جب کبھی بھی موقع میسر آتا آپ اپنے والد ماجد کی روش کے مطابق فتویٰ نویسی میں متوجہ ہو جاتے اور تصنیف و تالیف کا بھی کام جاری رکھتے۔

خیر! مصروفیات کے باوجود جو کچھ بھی تحریری خدمات آپ نے اہل سنت و جماعت کے لیے پیش کیں، وہ اپنے موضوع پر نہایت ہی اہم اور قابل استفادہ ہیں۔ یہ بات ان کتب

کے اسمائے گرامی ہی سے واضح ہے:

(۱) مجموعہ فتاویٰ (یہی فتاویٰ حامدیہ کے نام سے شائع ہوا) (۲) الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی (۳) نعتیہ دیوان (یہی دیوان "بیاض پاک" کے نام سے شائع ہوا) (۴) تمہید و ترجمہ الدولۃ المکیہ (۵) الاجازات المتینۃ لعلماء بمکۃ و المدینۃ (۶) تمہید کفل الفقیہ الفاہم (۷) خطبہ الوظیفۃ الکریمہ (۸) سد الفرار (۹) سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سیل العناد و الفتنۃ (۱۰) حاشیہ ملا جلال (۱۱) کنز المصلی پر حاشیہ (۱۲) اجلیٰ انوار رضا (۱۳) آثار المبتدعین لہدم حبل اللہ المتین (۱۴) وقایہ اہل سنت (تذکرہ جمیل، ص : ۱۸۵) (۱۵) اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (یہ رسالہ فتاویٰ حامدیہ میں شامل ہے) (۱۶) مقالات حامدیہ (۱۷) حاشیہ خیالی، (۱۸) حاشیہ توضیح تلویح، (۱۹) حاشیہ ہدایہ اخیرین، (۲۰) حاشیہ بیضاوی، (۲۱) حاشیہ صحیح بخاری (تذکرہ جمیل، ص: ۱۱۰)

وصال: حضرت حجۃ الاسلام کی علالت کا آغاز ۱۹۳۹ء سے ہی ہو گیا تھا، لیکن اس عالم میں بھی آپ نے متعدّد تبلیغی اسفار کیے، جن میں جودھ پور اور بنارس کے اسفار خاص ہیں۔ آپ اپنے وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی رحلت کے حالات و کوائف بیان فرمانے لگے تھے، آپ اپنے وصال کی کیفیت بیان کرتے اور فرمایا کرتے تھے: زبان سرکار ﷺ پر درود و سلام اور ذکر میں مشغول ہو کر، روح قرب وصال سے چھلکتے ہوئے کیف و سرور کے جام سے محظوظ ہو گی۔ آپ کا وصال مبارک ۱۷/ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ مئی ۱۹۴۳ء دوران نماز عشاء حالت تشہد میں ہوا، نماز جنازہ تلمیذ رشید حضرت محدث پاکستان علامہ سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی، لاکھوں کی تعداد میں عاشقان حجۃ الاسلام شریک جنازہ تھے۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) ولدی الاعز (۲) بڑے مولانا (۳) حامی سنت (۴) فاضل نوجوان

حضور حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ امام اہل سنت کے بڑے صاحب زادے تھے اور آپ کے جانشین ہوئے جس کا اشارہ امام اہل سنت نے اپنی حیات ہی میں فرما دیا تھا جیسا کہ آپ کی سوانح عمری کے مطالعہ سے واضح ہے۔ امام اہل سنت نے اپنے جانشین کو کب اور کن القابات سے یاد فرمایا، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ولدی الاعز: امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے حضور حجۃ الاسلام کے حق میں اپنی جانشینی کا اعلان کرتے اور آپ کو سند اجازت عطا فرماتے ہوئے آپ کے حق میں تحریر فرمایا:

"وقد کنت اجزت **ولدی الاعز** محمد المعروف بالمولوی حامد رضا خان سلمہ الرحمٰن عن طوارق الحدثان و نوازغ الشیطان وجعلہ خیر خلف لسلفہ الصالحین و وفقہ مدۃ عمرہ لحمایۃ الدین و نکایۃ المفسدین وانہ ولی ذالک وخیر مالک والحمد للہ رب العالمین بجمیع السلاسل والعلوم والاذکار و الاشغال و الاوراد و الاعمال و سائر ماوصلت الیّ اجازتہ من مشائخی الاجلاء اولی الافضال"۔ (تذکرۂ جمیل، ص:۶)

المعتقد المنتقد کی شرح المعتمد المستند میں تحریر فرماتے ہیں:

"ولقد تفرعن و تشیطن رجل من قادیان قریۃ من الفنجاب فادعی أن خروجہ ھو المراد بنزول عیسی علیہ الصلوۃ والسلام، وأنہ ھو المسیح الموعود. وقد بین فساد قولہ وضلال زعمہ بأبین وجہ وأوضحہ **الولد الأعز** محمد المعروف بالمولی حامد رضا خان حفظہ اللہ تعالی ورقاہ أعلی مدارج الکمال، وأبقاہ، ووقاہ کل شر وبال، فکتب في ذلک رسالۃ حسنۃ سماھا "الصارم الرباني علی إسراف القادیاني" (۱۳۱۵ھ)"۔ (المعتمد المستند، ص:۱۸۸)

بڑے مولانا: اس لقب کے تعلق سے خلیفۂ حجۃ الاسلام علامہ ابراہیم خوشتر قدس سرہ علامہ تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صاحب تذکرہ کا عنفوانِ شباب تھا، آپ کے والد ماجد گرامی وقار امام احمد رضا سے ایک اسمٰعیل نامی وہابی آمادۂ بحث تھا۔ آپ نے اپنے والد سے گفتگو کی اجازت طلب کی اور وہابی مذکور کو خاموش کر دیا۔ اس پر امام احمد رضا نے اپنے کمسن مگر فاضل صاحب زادے حامد رضا

کو "بڑے مولانا" کہہ کر خطاب فرمایا۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ اہل سنت بریلوی کے حلقہ میں بڑے مولانا سے صاحب تذکرہ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی ذات سمجھی جاتی ہے "۔(تذکرہ جمیل، ص:۱۰۷)

حامی سنت: امام اہل سنت کی حیات مبارکہ ہی میں کچھ حضرات نے آپ کی خلافت کا ذاتی مفاد کے لیے استعمال شروع کیا جس کی اطلاع امام اہل سنت کو ہوئی تو آپ نے اپنے پچاس خلفائے کرام کے اسمائے گرامی کی فہرست جاری فرمائی جس میں اپنے صاحب زادے علامہ حامد رضا کو ان الفاظ سے یاد فرمایا:

"صاحب زادہ جناب مولانا الحاج مولوی محمد حامد رضا خان صاحب محلہ سوداگران، بریلی۔ عالم فاضل مفتی کامل مناظر مصنف **حامی سنت** و مجاز طریقت ہیں"۔

فاضل نوجوان: امام اہل سنت نے قادیانی کے رد میں ایک رسالہ "السوء والعقاب علی المسیح الکذاب" تحریر فرمایا جس کے شروع میں اپنے بڑے صاحب زادے اور قادیانی کے رد میں ان کی کتاب کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

"فقیر کو بھی اس دعویٰ سے اتفاق ہے، مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ بلکہ مسیح دجّال علیہ اللّعن و النّکال، پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب **ولد اعز فاضل نوجوان** مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی "الصّارم الربانی علی اسراف القادیانی" مسمّٰی کیا۔ یہ رسالہ حامِی سنن، ماحِی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مکر منا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا"۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۵۷۶)

حامیِ سنت مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت: حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں بریلوی نوری بن امام احمد رضا خاں بریلوی بن امام العلما علامہ نقی علی خاں بریلوی علیہم الرضوان کی ولادت مبارکہ ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ ۔ ۷/ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق امام احمد رضا کے حقیقی برادر علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی قدس سرہ کے دولت کدہ واقع محلہ رضا نگر سوداگران شہر بریلی شریف میں ہوئی۔

اسم گرامی: حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا پیدائشی اور اصلی نام محمد ہے، اسی اسم پاک پر آپ کا عقیقہ ہوا، غیبی نام آل رحمٰن ہے، پیر و مرشد نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی تجویز کیا اور والد گرامی امام احمد رضا نے عرفی نام مصطفی رضا رکھا، فن شاعری میں آپ اپنا تخلص نوری فرماتے تھے، عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ خاص و عام میں آپ کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت: حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے قرآن کی تعلیم اپنے والد ماجد، عم محترم حضرت مولانا محمد رضا خان، برادر مکرم حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان سے پائی اور فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم بھی انہی حضرات سے حاصل کی۔ پھر جب مدرسہ اہل سنت قائم ہوا تو اپنے والد معظم اور آپ کے علاوہ برادر اکبر حجۃ الاسلام، استاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی منگلوری، شمس العلما مولانا ظہور الحسین فاروقی رام پوری اور شیخ العلما سید بشیر احمد علی گڑھی سے بقیہ تعلیم کی تکمیل کرتے ہوئے آپ نے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۸/ سال خداداد ذہانت، ذوق مطالعہ، لگن و محنت کے نتیجے میں جملہ علوم و فنون پر عبور حاصل کر کے مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے تکمیل و فراغت پائی۔

درس و تدریس: حضرت مفتی اعظم باقاعدہ درس نظامی کے جملہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ میں جامعہ منظر اسلام میں مسند تدریس کو زینت بخشی اور باضابطہ

درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ ھ / ۱۹۳۷ء تک جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مسند تدریس کو زینت بخشی۔ پھر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے قیام کے بعد مظہر اسلام میں بھی مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے اور درس و تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۵ھ تک تقریبًا چالیس سال جاری رہا۔

بیعت و خلافت: حضرت مفتی اعظم کی ولادت کی خبر ملتے ہی شاہ ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ نے سیدنا امام احمد رضا کی اجازت سے داخل سلسلہ فرمایا۔ ۲۵/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ بریلی تشریف لائے اس وقت سرکار مفتی اعظم کی عمر شریف چھ ماہ تین یوم کی تھی، سیدنا تاجدار مارہرہ مطہرہ علیہ الرحمہ نے اپنی انگشت شہادت آپ کے دہن مبارک میں ڈالی۔ مفتی اعظم شیر مادر کی طرح چوسنے لگے۔ تاج دار مارہرہ مطہرہ نے داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ نیز امام احمد رضا نے اپنے نور نظر حضرت مفتی اعظم کو جمیع اوراد و اشغال، اوفاق و اعمال اور جمیع سلاسل طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔

فتویٰ نویسی: ۱۳۲۸ھ میں فراغت کے بعد پہلا قلم برداشتہ فتویٰ رضاعت کے مسئلے پر لکھا۔ جواب کی صحت پر امام احمد رضا نے مسرت کا اظہار فرمایا اور خود ہی مہر بنوا کر عطا کی امام احمد رضا کی کامیابی پر علامہ نقی علی خاں کو جو خوشی ہوئی تھی۔ امام احمد رضا کو چھوٹے شہزادے کی کامیابی پر بھی وہی خوشی ہوئی۔ ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ تک ۱۲/سال امام احمد رضا کی زیر نگرانی فتویٰ لکھا، اور تربیت بھی حاصل کی ۱۳۲۹ھ کو عم مکرم علامہ حسن رضا قادری کا وصال ہوا تو حجۃ الاسلام منظر اسلام کے مہتمم ہوئے اور علامہ مصطفی رضا خاں نوری کو فتوی نویسی اور امام احمد رضا خاں کی اعانت تفویض ہوئی۔ پھر امام احمد رضا کے وصال کے بعد ۱۳۴۰ھ سے باضابطہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔

تصنیفات و تالیفات: حضرت مفتی اعظم نے ہزارہا مصروفیات کے باوجود اہل محبت کو علمی ذخیرہ سے مالا مال فرمایا ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں سے چند کے اسماء یہ ہیں:

(۱) القسوۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ، (۲) القول العجیب فی جواز التثویب، (۳) النکۃ علی مراء کلکتہ، (۴) مقتل اکذب واجھل (۵) حجۃ واھرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ، (۶) مقتل کذب وکید، (۷) وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان، (۸) الموت الاحمر، (۹) طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ و الجھاد، (۱۰) فتاویٰ مصطفویہ، (۱۱) ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان، (۱۲) سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری، (۱۳) طرد الشیطان (عمدۃ البیان)، (۱۴) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان، (۱۵) وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ، (۱۶) الھی ضرب بہ اہل حرب، (۱۷) مسائل سماع، (۱۸) سیف القھار علی عبید الکفار، (۱۹) مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک، (۲۹) فصل الخلافۃ، (۲۱) کانگریسیوں کا رد، (۲۲) الرجم الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی، (۲۳) نھاء السنان، (۲۴) تنویر الحجۃ بالتواء الحجۃ، (۲۵) داڑھی کا مسئلہ، (۲۶) وہابیہ کی تقیہ بازی، (۲۷) القشم القاصم للداسم القاسم، (۲۸) الکادی فی العادی والغادی ،(۲۹) اشد الباس علی عابد الخناس ،(۳۰) نور الفرقانین جند الالہ و احزاب الشیطان، (۳۱) شفاء العی فی جواب سوال بمبئی، (۳۲) الطاری الداری لھفوات عبد الباری، (۳۳) الملفوظ (امام اہل سنت کے ملفوظات کا مجموعہ چار حصے) (۳۴) نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار (۳۵) کشف ضلال دیوبند (حواشی و تکمیلات الاستمداد) (۳۶) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول (۳۷) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (۳۸) حاشیہ تفسیر احمدی (۳۹) حاشیہ فتاوی عزیزی وغیرہ

وصال: آپ کا وصال ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۔ ۱۲/ نومبر ۱۹۸۱ء بانوے سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد رات ایک بجکر ۴۰/ منٹ پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے، اگلے روز نماز جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں تین بجکر پندرہ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی جس کی امامت سرکارِ کلاں سید مختار اشرف اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف نے فرمائی۔ نماز جنازہ میں تقریبًا پچیس لاکھ کا مجمع ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح امنڈ آیا تھا اور تقریبًا چھ بجے امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱)ولد عزیز(۲)حامی سنت (۳) مفتیِ شرع۔

حضور مفتی اعظم ہند امام اہل سنت کے چھوٹے صاحب زادے تھے، امام اہل سنت نے آپ کو درج بالا جن خطابات سے یاد فرمایا ان کی قدر تفصیل یہ ہے:

ولد عزیز: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیمم کے تعلق سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کو ایک قید کے اضافہ کا مشورہ دیا جس کا ذکر کرتے کرتے ہوئے آپ اپنے صاحب زادے کو "ولد عزیز" جیسے پیار بھر خطاب سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**ولد عزیز مولوی مصطفی** رضا خان **سلّمہ ذوالجلال ورقاہ الی مدارج الکمال** نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آبِ کثیر میں سے دے دینا اُس ظن وشک کو کہ قلتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا وکان ذٰلک عند تبییض الرسالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ وللہ الحمد "۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۷۳)

اسی کے چند سطر کے بعد پھر اسی خطاب سے حضور مفتی اعظم کو یوں یاد فرماتے ہیں:

"آیا اسی مشورہ **ولد عزیز** کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ نہ دینا اس بنا پر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہو کر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظنِّ عطا کی خطا نہ بتائے گا"۔(ایضا، ص:۷۳)

حامی سنت: امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پچاس خلفاے کرام کی فہرست میں آپ کے نام کے ساتھ "حامی سنت" کے خطاب ذکر فرمایا۔ چناں چہ فہرست خلفا میں ہے:

"صاحب زادہ جناب مولانا مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب محلہ سودگران، بریلی۔ عالم فاضل مفتی کامل مناظر مصنف **حامی سنت** ومجاز طریقت"۔

مفتیِ شرع: امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات میں مسلم مسائل کے حل کے

لیے قاضیِ شرع کا انتخاب فرمایا تھا اسی مجلس میں آپ نے دو اشخاص کو معاونت کے لیے مفتی شرع بھی مقرر فرمایا وہ دو اشخاص کون ہیں۔ برہانِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"اس (حضور صدر الشریعہ کو قاضیِ شرع کا اختیار دینے) کے بعد حضور (امام اہل سنت) نے اس خادم برہان کو بلایا اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر اس مسند پر صدر الشریعہ کے متّصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا: "میں نے تمھارے فتوے کو دیکھا، افتا کے لیے تمھارے دماغ کو بہت مستعد پایا، میں تمہیں مسند افتا پر بٹھا کر دار القضا شرعی کے لیے مفتی مقرر کرتا ہوں"۔ اس کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کو اپنے دست میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے؛ ان سے فرما کر پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دار القضا شرعی کے لیے قاضیِ شرع مولانا امجد علی کو اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج سے تم دونوں ہندوستان کے دار القضا شرعی مرکز بریلی میں مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے ہو"۔ (تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت از محمد عطاء الرحمٰن، ص:۷۲)

شیر بیشۂ اہل سنت علامہ سید ہدایت رسول لکھنوی

سرزمین پاک و ہند کے افق پر انیسویں صدی کے آخر میں اور بیسویں صدی کے آوائل میں جو عظیم علمی، دینی اور سیاسی شخصیات گزری ہیں ان میں شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری برکاتی رضوی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات اہم کردار کی حامل تھی۔

ولادت ونسب: علامہ سید ہدایت رسول قادری بن مولانا سید محمد احمد رسول قادری ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے، آپ کے آباء و اجداد سادات بخارا سے تھے، آپ کے جد امجد مولانا شاہ سید عبدالرسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بخارا سے ہجرت کر کے سورت اور پھر رام پور آکر بس گئے، اور وہیں وصال فرمایا۔

تعلیم و تربیت: علامہ ہدایت رسول قادری نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد رام پور سے لکھنؤ تشریف لے آئے اور کچھ عرصے کے بعد بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کسب علوم ظاہری و باطنی کیا، اپنی حق گوئی و بے باکی کی وجہ سے بارگاہ اعلیٰ حضرت سے سیف اللہ المسلول ، شیر بیشۂ اہل سنت، مجاہد ملت اور سلطان الواعظین کے خطابات سے نوازے گئے۔

بیعت وخلافت: حضرت علامہ ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام الواصلین حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بارگاہ نوری سے اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔ بعد میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی خرقہ خلافت عطا کیا، آپ کے مریدین کی تعداد خاصی تھی۔

آپ کے خاص مریدین میں حضرت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی ثم پیلی بھیتی کے والد ماجد حضرت نبی بخش صاحب قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا ہدایت رسول قادری کا

فیضان نظر ہی تھا کہ مولانا حشمت علی خاں صاحب کو دیوبندی مدرسہ سے نکال کر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کی خدمت پیش کر دیا۔

اعلیٰ حضرت سے محبت و قربت: حضرت علامہ ہدایت رسول قادری کو سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بے پناہ تعلق اور خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کوئی قدم جو دین وملت کی بھلائی کے لیے ہو، آپ ان کے مشورے کے بغیر نہ اٹھاتے ۔ استاذ اور شاگرد کے علاوہ سیدی اعلیٰ حضرت آپ کو اپنا دست راست جانتے تھے۔ چناں چہ آپ کا یہ قول بہت مشہور ہے " اگر مجھ جیسا لکھنے والا اور ہدایت رسول جیسا بولنے والا ہندوستان میں اور ہوتا، تو بدمذہبیت کا نام و نشان تک نہیں ملتا"

دینی وملی خدمات: حضرت علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے بلند پایہ عالم باعمل تھے، اور شرف کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد خاص اور ان کی بارگاہ کے فیض یاب تھے، اور ان کے دست راست کہلائے جاتے تھے۔ آپ تحریر وتقریر دونوں میدان کے شہ سوار تھے، بے مثال اور نڈر مقرر تھے۔ آپ بلند پایا شاعر بھی تھے، اور امام احمد رضا کی پیروی میں نعت کو صنف سخن کے طور پر اختیار کیا۔

تصنیفی خدمات: حضرت علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاعر کے علاوہ ایک اچھے ادیب وقلم کار بھی تھے، لیکن افسوس کہ ان کے تحریر شدہ مقالات و تصانیف اب ناپید ہیں، صرف دو کتاب " ایھا الولد" کا ترجمہ فیوض ہدایت اور دوسری تصنیف " تنبیہ المفتری" کا پتہ چل سکا ہے۔

وفات: رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ میں علامہ ہدایت رسول قادری رضوی برکاتی بیمار پڑ گئے، مسلسل تین دن اور تین رات ان کو سخت اسہال کی شکایت رہی، اور رمضان المبارک کی ۲۳/ ویں شب جمعۃ الوداع ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں نے آپ کو زہر دلوایا تھا۔ علامہ کے انتقال پر سیدی اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا "آج میرا دست راست جاتا رہا" آپ کا مزار مبارک رام پور میں حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے پائیں جانب ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: امام اہل سنت کو آپ سے گہرا لگاؤ تھا اور امام اہل سنت آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے جیسا کہ اوپر امام اہل سنت کا ارشاد مذکور ہوا کہ ہے " اگر مجھ جیسا لکھنے والا اور ہدایت رسول جیسا بولنے والا ہندوستان میں اور ہوتا، تو بد مذہبیت کا نام و نشان تک نہیں ملتا" آپ کی اسی دینی و مذہبی خدمات کے پیش نظر امام اہل سنت نے آپ کو بھی کئی القاب سے نوازا جس کی تفصیل یہ ہے:

شیر بیشہ سنت: یہ لقب آپ کو امام اہل سنت نے کب عطا فرمایا، اس کے لیے خود امام اہل سنت کے فتاویٰ رضویہ کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"چودھویں صدی کے علما میں باعتبار حمایت دین و نصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا۔ ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کیے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الاشد، مولوی قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، **مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشہ سنت** رحمہم اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامی سنت ماحی بدعت، اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول و مقبول ہے اور وہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۶، ص:۲۰۳)

سیف اللہ المسلول، مجاہد ملت اور سلطان الواعظین: ان القاب سے بھی امام اہل سنت نے شیر بیشہ سنت کو یاد فرمایا جیسا کہ علامہ وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ نے "ماہ نامہ سنی لکھنؤ" کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے لیکن کب یاد فرمایا اس کی تفصیل کا تذکرہ قادری صاحب قبلہ نے نہیں فرمایا اور نہ اس وقت پیش نظر ماہ نامہ سنی لکھنؤ ہے اس لیے صرف

قادری صاحب قبلہ کی ذیل کی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قادری صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

''اپنی حق گوئی بے باکی اور اپنے دل پذیر انداز خطابت کی وجہ سے بارگاہ اعلیٰ حضرت سے **سیف اللہ المسلول**، **شیر بیشۂ اہل سنت**، **مجاہد ملت** اور **سلطان الواعظین** کے خطابات سے نوازے گئے''۔(تذکرہ خلفاے اعلیٰ حضرت، مرتبین: محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص:۳۵۴)

شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت: شیر بیشۂ اہل سنت مناظر اعظم ہند عبید الرضا مولانا حشمت علی خاں قدس سرہ کی ولادت ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں شہر لکھنؤ ہوئی، شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہ "سگ درگہ بغداد" تاریخ ولادت فرماتے تھے، آپ کے والد گرامی جناب نواب علی خاں نوری حضرت ابو الوقت مولانا ہدایت رسول نوری رام پوری خلیفہ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔

تعلیمی سفر: حضور شیر بیشۂ اہل سنت کے والد گرامی حافظ قرآن تھے، دینی علوم و مذہبی امور سے انہیں گہری دلچسپی تھی، انہوں نے آپ کی رسم "بسم اللہ خوانی" کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی، اور ایک صوفی بزرگ الحاج کریم بخش کی ذات بابرکت سے اس مبارک رسم کی ادائیگی عمل میں آئی، قاعدہ بغدادی اور ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم کے لیے حافظ قاری غلام طٰہٰ کی خدمات حاصل کی گئیں، جب آپ نے ناظرہ قرآن پاک ختم کر لیا تو حفظ قرآن کریم کے لیے والد ماجد نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں داخل کر دیا، اسی ادارہ میں دس سال کی مختصر عمر میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی، والد گرامی نے جشن تکمیل قرآن کریم بڑی شان و شوکت سے منایا۔

عربی کی ابتدائی تعلیم آپ نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حاصل کی، حضور شیر بیشۂ اہل سنت کے والدین علامہ ہدایت رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے، جب انہیں معلوم ہوا کہ نواب علی اپنے بچوں کو دیوبندیوں کے مدرسے میں پڑھا رہے ہیں تو بہت ناراض ہوئے اور انہیں بلا کر سخت تاکید کی اور فرمایا بلا تاخیر بریلی شریف سرکار اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پڑھنے کے لیے بھیج دو۔

۱۳۳۶ھ میں جب آپ کی عمر سولہ سال کی تھی۔ حصول علم کی خاطر لکھنؤ سے بریلی آکر

مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوگئے، پہلے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا، پھر تحصیل علم میں منہمک ہو کر پیر و مرشد کے زیر سایہ تعلیمی سفر شروع کیا۔ شیخ کامل کی نگاہ کیمیا نے آپ کو کندن بنادیا، شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ میں سالانہ جشن دستار فضیلت کے موقع پر آپ نے مدرسہ منظر اسلام سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی اور مسجد بی بی جی میں دستار فضلیت سے نوازے گئے۔

تدریسی ذمہ داریاں: تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف سے کیا، دوسال کی تکمیل کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دار العلوم مسکینیہ، دھوراجی، گجرات سے صدر مدرسی کی جگہ کے لئے ایک عالم کی طلبی کی درخواست آئی، تو حضرت والا نے آپ کو وہاں کا صدر مدرس بنا کر بھیج دیا۔

بیعت و خلافت: آپ طالب علمی ہی کے زمانے میں حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرید ہوگئے تھے۔ آپ کو مرشد برحق امام احمد رضا محدث بریلوی سے خلافت بھی حاصل تھی، ان کے علاوہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں بریلوی، شاہ ابو القاسم سید اسماعیل مارہروی، علامہ شاہ سید فتح علی قادری، علامہ ضیاء الدین مدنی، علامہ ضیاء الدین پیلی بھیتی، الحاج ابو بکر کھتری، ایک روایت کے مطابق حضور تاج العلما شاہ سید اولاد رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہم سے بھی اجازت و خلافت کا انمول عطیہ ملا تھا۔

تصانیف و تالیفات: آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۴۰؍ سے زائد ہیں، آپ نے مختلف علوم و فنون پر مشتمل کتابیں تحریر فرمائی ہیں، جن میں چند کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) راد المھند (۲) اجمل انوار الرضا (۳) تقریر منیر قلب (۴) الصوارم الھندیہ (۵) مظاہر الحق الاجلی (۶) القول الاظہر (۷) الصورام السندیہ (۸) سیف خداوندی (۹) الانوار الغیبیہ (۱۰) رد کید الخبثاء (۱۱) قہر القہار (۱۲) عطر الصندل (۱۳) شمامۃ العنبر (۱۴)

تفسیر امداد السبحان (۱۵) فتاویٰ شیر بیشۂ اہل سنت۔

مناظرانہ صلاحیت: حضور شیر بیشۂ اہل سنت کی زندگی احقاق حق اور ابطال باطل کی مکمل آئینہ دار ہے، زندگی کا ہر لمحہ دشمنان رسول اور گستاخان رسول کی سرکوبی کے لیے وقف تھا، وہابی، دیوبندی، نجدی، رافضی، قادیانی، چکڑالوی، نیچری، آریہ ہر ایک باطل طاقت سے ٹکرائے اورانھیں شکست دی۔ ذیل میں ان مقامات کی صراحت پر اکتفا کیا جارہا ہے جہاں آپ نے مناظرے فرمائے۔

(۱) ہلدوانی، (۲) راندیر، (۳) فیض آباد کورٹ، (۴) ادری، (۵) گیا، (۶) سنبھل، (۷) پنجاب، (۸) ملتان، (۹) رنگون، (۱۰) حجاز مقدس، (۱۱) رسولی، (۱۲) بارہ بنکی، (۱۳) فیروز پور چھاونی، (۱۴) آگرہ، (۱۵) لکھنؤ، (۱۶) چندوسی، (۱۷) نان پارہ، (۱۸) بسڈیلہ، (۱۹) مورانواں (اناؤ) (۲۰) سلانواں، ضلع جہلم (پاکستان) (۲۱) بھاوپور (بستی) (۲۲) مہوہ پاکھر (گونڈہ) (۲۳) بھیساوہ (گونڈہ) (۲۴) سنہٹیا (گونڈہ) (۲۵) بازار باغ دھانے پور (گونڈہ)

سفر آخرت: آپ ۸/ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ/ ۳/ جولائی ۱۹۶۰ء بروز یک شنبہ دن میں ۱۰/ بجے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اور تبسم فرماتے ہوئے آغوش رحمت میں چلے گئے۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) ابوالفتح (۲) روحانی بیٹا (۳) ولد المرافق وغیظ المنافق

حضور شیر بیشۂ سنت امام اہل سنت کے ان شاگردوں میں سے تھے جن سے امام اہل سنت ان کی کم عمری کے باوجود ان کی دینی خدمات اور علمی صلاحیت سے متاثر تھے اور پھر اس بنیاد پر امام اہل سنت نے انہیں حوصلہ افزا القاب سے نوازا۔ حضور شیر بیشۂ سنت کو کن القاب سے اور کب نوازا؟ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

ابوالفتح: ۱۳۳۸ھ میں تھانوی کا مرید و خلیفہ خاص مولوی یاسین خام سرائی نے

ہلدوانی منڈی میں سنیوں کو چیلنج مناظرہ دیا جس پر وہاں کے سنیوں نے امام اہل سنت کو خط لکھا جسے خود شیر بیشہ سنت نے آپ کو پڑھ کر سنایا اور ساتھ ہی مناظرہ کے لیے اجازت طلب فرمائی۔ پھر آپ نے اس مولوی کو شکست فاش دی اور کامیاب و کامران ہو کر واپس حضور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں لوٹے۔ آگے کا واقعہ علامہ محبوب علی خان کی زبانی سنیے، لکھتے ہیں:

"اب حضرت شیر بیشہ سنت حضور پُر نور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام و قدم بوسی کے بعد ایک کنارے بیٹھ گئے اور ان مشاہدین (مناظرہ ہلدوانی) نے یہ عریضہ پیش کیا چشم دید تمام واقعات زبانی عرض کیے، تمام باتوں کو حضور اعلیٰ حضرت نے بغور سماعت فرمایا اور تبسم کناں حضرت شیر بیشہ سنت کی طرف دیکھا اور فرمایا: ماشاء اللہ آپ "ابوالفتح" ہیں، قریب بلایا اور خود کھڑے ہو کر حضرت کو سینۂ اقدس سے لگایا، اپنا عمامہ مبارک حضرت شیر بیشہ سنت کے سر پر رکھ دیا، اپنا جبہ شریف عطا فرمایا"۔ (سوانح شیر بیشہ سنت از علامہ محبوب علی خان، مطبوعہ: النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، ص:۴۳)

روحانی بیٹا: مذکورہ واقعہ کے معاً بعد امام اہل سنت نے آپ کو اپنا روحانی بیٹا فرمایا اور ساتھ ہی ماہانہ آپ کے لیے پانچ روپے کا وظیفہ مقرر فرمایا اور مدرسہ کے قبض الوصول میں اسے تحریر بھی فرما دیا۔ علامہ محبوب علی خان لکھتے ہیں:

"اس کے بعد حضور اعلیٰ حضرت نے مدرسہ کا قبض الوصول طلب فرما کر اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ حشمت علی میرا روحانی بیٹا ہے، آج سے میں ان کا پانچ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کرتا ہوں"۔ (ایضا، ص:۴۳)

ولد المرافق و غیظ المنافق: ہندوستان میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ گاندھی نے ایک ایسی تحریک چلائی کہ گاندھی کی اس آندھی میں عوام تو عوام خواص بھی زد میں آگئے انہیں میں ایک علامہ عبد الباری قیام الدین فرنگی محلی بھی تھے لیکن طویل خط و کتاب کے بعد انہوں نے توبہ کیا ان تمام خطوط کو حضور مفتی اعظم ہند نے جمع کر کے "الطاری الداری لہفوات عبد الباری" کے نام سے شائع فرمایا ان میں سے ایک خط میں امام اہل سنت نے شیر بیشہ سنت کو

"ولد المرافق غیظ المنافق "سے یاد کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"ہاں! **ولد المرافق غیظ المنافق عزیزی مولوی حافظ حشمت علی قادری برکاتی لکھنوی زادہ اللہ تعالیٰ من فیضہ الخفی و الجلی** نے جناب کے ان دونوں خطوط سے ان چاروں کمالات مع کفریات و رفض و خروج و وقاحت و گستاخیِ ائمہ و سفاہت و انوبت و فرار سرکار کا انتخاب کیا تھا جس میں پچاس سے زائد تھے اور فقیر دیکھے تو غالباً اس سے بھی زیادہ نکلیں گے ۔ اگر تفصیل کا موقع آیا تو ان شاء اللہ العزیز دکھا دوں گا"۔ (الطاری الداری از حضور مفتی اعظم ہند، مطبوعہ: حسنی پریس، بریلی شریف، حصہ: ۳، ص: ۵۵)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسمِ گرامی: مفتی محمد امجد علی اعظمی۔ لقب: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی بن مولانا حکیم جمال الدین بن حکیم مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کے والدِ ماجد حکیم جمال الدین اور دادا حضور خدا بخش فنِ طِب کے ماہر تھے۔

تاریخ ولادت: آپ ۱۳۰۰ھ مطابق نومبر ۱۸۸۲ء کو محلہ کریم الدین، قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ، ریاست اترپردیش (اب گھوسی علیٰحدہ ضلع مئو میں آگیا ہے) کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: بالکل ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب سے حاصل کی، ان کے وصال کے بعد مولوی الٰہی بخش صاحب ساکن کوپاگنج، شاگرد مولانا تراب علی صاحب لکھنوی سے کچھ پڑھا جو گھوسی ہی کے مدرسہ میں مدرس تھے، اور بھی کچھ دوسرے لوگوں سے پڑھتے رہے۔ پھر ابتداے شوال ۱۳۱۴ھ کو مدرسہ حنفیہ جون پور جو اس زمانہ میں علم وفن کی عظیم درسگاہ مانی جاتی تھی، کا سفر کیا۔ علوم وفنون کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا سید ہادی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے کچھ دنوں تک پڑھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد تحریک آزادی ہند کے عظیم مجاہد اور اپنے وقت کے ممتاز و متبحر عالم دین علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری ثم جون پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) سے اکتساب فیض شروع کیا۔ دن میں استاذ الاساتذہ سے اسباق پڑھتے اور رات میں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے لیکن یہ خدمت بڑی بابرکت ہوا کرتی۔

بیعت وارادت: آپ نے جن دنوں پٹنہ مدرسہ اہل سنت کو اپنی علمی وفکری جولان

گاہ کا مرکز بنا رکھا تھا قاضی عبدالوحید فردوسی قدس سرہ بانی ادارہ کی عیادت کی خاطر، آپ کے استاذ حدیث حضرت محدث سورتی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے پٹنہ میں تشریف ارزانی فرمائی، اپنے استاذ محترم حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشورہ سے سلسلہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے حلقہ بگوش بن گئے اور سیدی اعلیٰ حضرت نے بعد میں شرف خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفاء عظام کی فہرست میں تیسرے نمبر پر آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے: " جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد حال محلہ سوداگران بریلی۔عالم، فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامی سنت و مجاز طریقت"۔

عبقری مدرس: کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ پڑھاتے ہیں اور کچھ لوگ پلاتے ہیں۔ صدر الشریعہ قدس سرہ کی تدریسی لیاقت و صلاحیت کا زمانہ معترف ہے۔ اپنے اور بیگانے، علماء و مشائخ اور دانش وران قوم و ملت سبھی آپ کی تعلیمی و تدریسی عظمت و رفعت کے مداح ہیں۔ بلا شبہ آپ کی تدریس کی یہ نمایاں خوبی تھی کہ نہایت ذہین و فطین تلامذہ اور تیز طرار طلبہ کے ساتھ ساتھ کند ذہن شرکاے درس کو بھی مکمل سیراب کر دیتے اور ان کے قلوب و اذہان میں مسائل و مضامین کو نقش کالحجر فرمادیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صرف پڑھاتے ہی نہ تھے بلکہ گھول کر پلا بھی دیتے تھے۔ سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قدس سرہ یوں مدح سرا ہیں:

"امجد علی کو درس نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت بلند ہے۔"

انتقال پرملال: علم وفن کا یہ بدر منیر، کردار و عمل کا ماہ درخشاں، زہد و تقویٰ کا پیکر اور فکر و نظر کا نیر تاباں اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ زندگی کی اکہتر بہاریں دیکھنے کے بعد ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء کو اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ قدس میں حاضر ہو گیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے

خطابات

القابات و خطابات: (۱) صدرُ الشَّریعہ (۲) قاضیِ شرع (۳) حامی سنت

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی امام اہل سنت کے معتمد خاص تھے اور بار گاہ رضا میں تفقہ میں سب سے بہتر تھے، یوں تو بار گاہ رضا سے فیض یاب ہونے والا ہر ایک اپنی جگہ ایک انجمن تھا لیکن ان میں بھی حضور صدر الشریعہ ایک جداگانہ شان رکھتے تھے۔ امام اہل سنت کی زبان فیض ترجمان سے آپ کے لیے جو خطابات جاری ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

صدر الشریعہ: امام اہل سنت نے آپ کو صدر الشریعہ کے خطاب سے یاد فرمایا لیکن کب اور کہاں اس کی تفصیل قلمِ رضا سے کہیں موجود نہیں۔ البتہ علامہ محمود احمد رفاقتی نے ”تذکرہ علمائے اہل سنت“ اور شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری نے ”شیشے کے گھر“ میں اور حافظ عطاء الرحمٰن قادری پاکستان نے ”تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت“ میں امام اہل سنت کی طرف سے آپ کو اس خطاب کے عطا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ چناں چہ تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت میں ہے:

”حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات ہمیشہ نوک زبان پر رہتے تھے، اسی بنا پر دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کو **صدر الشریعہ** کا لقب عطا فرمایا تھا“۔ (تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت از حافظ عطاء الرحمٰن قادری، مطبوعہ: مکتبہ اعلیٰ حضرت، ص:۶۹)

قاضیِ شرع: اس خطاب سے امام اہل سنت نے آپ کو کب یاد فرمایا؟ خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی سنیے:

”ایک دن صبح تقریباً ۹ بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے، تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا۔ ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لیے فرما رہے

ہیں۔ حضور امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مخاطب کرکے فرمایا: "میں آج بریلی میں دارُ القَضا شرعی کی بنیاد رکھتا ہوں" اور انہیں اپنی طرف بلاکر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر قالین پر انہیں بٹھاکر فرمایا: "میں آپ کو ہندوستان کے لیے قاضیِ شَرع مقرّر کرتا ہوں"۔(ایضا،ص:۷۲)

حامی سنت: امام اہل سنت نے آپ کو اپنے خلفا کی فہرست میں ان القاب کے ساتھ شامل فرمایا:

"جناب مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد حال محلہ سوداگران بریلی۔ عالم فقیہ مصنف واعظ مناظر **حامی سنت** و مجاز طریقت"۔

صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: آپ کا نام سید نعیم الدین بن معین الدین بن امین الدین بن کریم الدین ہے رحمۃ اللہ علیہم۔

تاریخ ومقامِ ولادت: آپ کی ولادت بروز پیر ۲۱/ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بمطابق جنوری ۱۸۸۳ء مراد آباد (یو. پی) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے چار سال کی عمر میں بسم اللہ خوانی کی اور اپنی ذہانت وفطانت کی بنیاد پر صرف آٹھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا، اردو اور فارسی کی کتابیں والد گرامی علامہ معین الدین نزہت سے گھر پر پڑھنے کا شرف حاصل کیا، متوسط کتابیں اور فن طب حضرت علامہ ابوالفضل احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں، منتہی کتابیں فن تفسیر، حدیث، فقہ، منطق وفلسفہ، ریاضی، اقلیدس، ہیئت حضرت علامہ سید محمد گل کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا ،۱۹/ سال کی عمر میں جملہ علوم معقولات ومنقولات سے فراغت حاصل کی، ایک سال افتا نویسی کی مشق حضرت علامہ سید محمد گل کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں کی اور ۱۳۲۰ھ میں بعمر ۲۰/ سال ایک کے عظیم الشان جلسہ دستار بندی میں علما اور مشائخ نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار فضیلت سجائی۔ اس حسین موقع پر آپ کے والد گرامی نے قطعہ لکھا:

ہے میرے پسر کو طلبہ پر وہ فضیلت سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ پر فضیلت
نزہت نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنادے دستار فضیلت کی ہے تاریخ ''فضیلت'' (۱۳۲۰ھ)

تدریسی خدمات: آپ نے مدرسہ انجمن اہل سنت کے نام سے ۱۳۲۸ھ میں مراد آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا اور تشنگان علوم اسلامیہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے، آپ کی بارگاہ میں اپنے وقت کے علما اور مشائخ نے زانوے ادب تہ کر کے شرف تلمذ حاصل کیا اور اپنے وقت کے یگانہ روزگار بنے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ الکل علامہ مولانا سید محمد گل صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور اجازت و خلافت پیرو مرشد علامہ سید محمد گل قادری، شیخ المشائخ علامہ شاہ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل تھی۔

تصنیفات و تالیفات: آپ نے تحریکی، تنظیمی اور مسلکی مصروفیات کے باوجود تصنیفی خدمات بھی انجام دی ہیں، آپ کی تصانیف میں سے چند کے اسمایہ ہیں:

(۱) خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (۲) اطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان (۳) الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ (۴) التحقیقات لدفع التلبیسات (۵) کشف الحجاب عن مسئلۃ ایصال ثواب (۶) السوط العذاب علی قامع القباب (۷) کتاب العقائد (۸) زاد الحرمین (۹) آداب الاخیار (۱۰) سوانح کربلا (۱۱) نعیم ادب (بچوں کا تعلیمی کورس) (۱۲) احکام رمضان (۱۳) سیرت صحابہ۔

وصال مبارک: جماعت اہل سنت کا یہ عظیم مبلغ اور منفرد المثال داعی ۶۷/ برس کی عمر میں ۱۸/ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعہ مبارکہ شب میں ۱۲/ بج کر ۲۵/ منٹ پر ہمیشہ کے لیے ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مزار شریف مرجع خلائق ہے۔

خطابات

القاب و خطابات: (۱) ذی المجد و الکرم (صاحب مجد و شرف) (۲) حامی السنن ماحی الفتن

حضور صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی امام اہل سنت کے ان خلفا سے ہیں جنہوں نے صرف حمایت دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر بغیر کسی سابقہ تعارف کے، امام اہل سنت کے دفاع میں لکھا پھر ملاقات بھی ہوئی، آپسی پہچان بھی ہوئی اور اجازت و خلافت کی

دولت بھی عطا ہوئی۔ یوں تو لقبِ "صدر الافاضل" کے حوالے سے بھی بعض کا قول ہے کہ امام اہل سنت ہی نے عطا فرمایا لیکن مستند حوالہ کی عدم دستیابی کے سبب تحریر کرنے سے صرف قلم کیا جا رہا ہے البتہ آپ کو امام نے جن القاب سے یاد فرمایا ہے، وہ یہ ہیں:

ذی المجد والکرم (صاحب مجد و شرف)، **حامی السنن ماحی الفتن:** حضور صدر الافاضل کے والد محترم استاذ الشعرا حضرت معین الدین نزہت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہوئی تو اس وقت امام اہل سنت بھوالی میں تھے جب یہ خبر امام کو ہوئی تو امام نے تعزیت میں ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا جس میں آپ کو ان الفاظ میں یاد فرمایا:

"**مولیٰ المبجل ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن** جعل کاسمہ نعیم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..." (حیات صدر الافاضل از مولانا غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم، لاہور، ص:۱۷۵)

ایک دوسرے خط میں آپ کا ذکر یوں کیا:

"بملاحظہ **مولانا المکرم حامی السنن ماحی الفتن مولانا حافظ حکیم محمد نعیم الدین** جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ نعیم الدین... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..." (کلیات مکاتیب رضا، ج:۲ص:۲۸۸)

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنے خلفا کی فہرست میں آپ کا تذکرہ ۷۴ رویں نمبر پر اس طرح کیا ہے: " جناب مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مہتمم مدرسۂ اہل سنت مراد آباد چوکی حسن خان۔ عالم، فاضل، مناظر، مصنف، واعظ، حامی سنت، مجاز طریقت"۔

بدر الشریعہ علامہ خواجہ احمد حسین امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت: صاحب جود وسخا مجمع السلاسل بدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا خواجہ احمد حسین قادری رضوی بن شیخ المشائخ حضرت صوفی حافظ محمد عباس علی خاں نقش بندی مجددی قادری امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۴/ شعبان المعظم ۱۲۸۹ھ کو اپنے وطن امروہہ ضلع مرادآباد (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تربیت علمی ماحول میں ہوئی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی آپ کے قریبی رشتہ دار تھے، مولوی احمد حسن امروہوی (م ۱۳۱۳ھ) شاگرد خاص مولوی قاسم نانوتوی نے آپ کی ذہانت وفطانت سے متأثر ہوکر خود آپ کو اپنے مدرسے میں داخلہ کرایا۔ تذکرۃ الکرام میں مرقوم ہے کہ مولوی احمد حسن امروہوی حضرت بدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ''علامہ بایزید'' کے لقب سے پکارتے تھے اور آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، مگر آپ اپنے استاذ کے عقائد سے قطعی متأثر نہ ہوئے، بلکہ علی الاعلان استاذ کے عقائد ونظریات کی تردید کرتے رہے، یہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت شیخ جان محمد خاں قادری بلخی خلیفہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا فیض واثر تھا، آپ نے حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی اور شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی حیدآبادی سے بھی علمی استفادہ کیا۔

بیعت وخلافت: آپ اپنے والد ماجد حضرت حافظ محمد عباس علی خاں قادری نقش بندی امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید باصفا اور خلیفہ اعظم تھے، حضرت سید معروف علی شاہ قادری حیدر آبادی نے بھی شرف خلافت سے سرفراز فرمایا تھا اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں سیدنا مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ '' ۲۴/ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ میں بریلی شریف سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کو سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو اجازت تامہ عطا کرنے کی ہدایت ہوئی، سیدنا اعلیٰ حضرت نے سلام پھیرتے ہی اپنے سر کا

عمامہ شریف اتار کر آپ کو مرحمت فرمایا، اور ” تاج الفیوض “فی البدیہ تاریخ رقم فرمائی۔

محاسن و کمالات: آپ پچاس سال تک بسلسلہ ارشاد و ملازمت حیدر آباد دکن میں مقیم رہے، آپ نے ۱۸۹۴ء میں ”مطبع انتظامی“ کے نام سے امروہہ میں ابتداءً پرنٹنگ پریس کی بنیاد ڈالی، اور ”گلدستہ نسیم چمن“ نامی ایک رسالہ بھی جاری کیا، آپ بلند پایہ سخن گو تھے، اردو کے علاوہ عربی، فارسی شعر و ادب میں خاصا عبور حاصل تھا، احمد تخلص فرماتے۔ (تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، پروفیسر مجید اللہ قادری، ص:۱۲۸)

تصانیف و تالیفات: آپ کے گراں قدر تصانیف حسب ذیل ہیں ☆سنن احمدیہ معروف بہ فتاویٰ محبوبیہ (عبادات پر احادیث و اقوال صوفیہ کا بہترین مرقع)☆ عوامل احمدیہ☆ تصحیح ترجمہ روضہ قیومیہ ☆ سوانح مولانا روم☆ سوانح حضرت خواجہ باقی باللہ ☆ سوانح حضرت حکیم بادشاہ الہ آبادی☆جواہر مجددیہ (سیرت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ☆ جواہر معصومیہ(سیرت حضرت خواجہ معصوم مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)☆ ترجمہ حضرات القدس ☆ ترجمہ معرفۃ الحق ☆ ترجمہ عقائد مجددیہ ☆ اسرار الجلی فی ذکر الخفی ☆حل الجواہر ☆ وظائف احمدیہ ☆ معارف احمدیہ۔(ایضًا ص:۱۲۸)

وصال مبارک: آپ کی قابل رشک شخصیت ۲۷/ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ / ۱۱/ اگست ۱۹۴۲ء بروز شنبہ اجمیر شریف سے واپس ہوتے ہوئے دہلی میں اس دار فانی سے رخصت ہوگئی ، نماز جنازہ حضرت مفتی شاہ مظہر اللہ مجددی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خطیب و امام جامع مسجد فتح پوری نے پڑھائی اور دوسرے دن اپنے وطن میں والد ماجد کے پہلو میں رشد و ہدایت کا یہ آفتاب روپوش ہوگیا۔ مولانا مسعود الحسن صاحب نے یہ تاریخ وصال کہی۔ ” پیر کامل بود بخلد نشیں“ ۱۳۶۱ھ۔

خطابات

القاب و خطابات: خواجہ احمد حسین امروہوی اپنے وقت کے ایک عظیم عالم دین

تھے، آپ کو امام اہل سنت نے اپنی اجازت وخلافت سے بھی نوازا اور "تاج الفیوض" کا لقب بھی عطا فرمایا جس کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

"۲۴؍ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ میں بریلی شریف سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کو سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو اجازت تامہ عطا کرنے کی ہدایت ہوئی، سیدنا اعلیٰ حضرت نے سلام پھیرتے ہی اپنے سر کا عمامہ شریف اتار کر آپ کو مرحمت فرمایا، اور " تاج الفیوض "فی البدیہ تاریخ رقم فرمائی"۔(تذکرہ علمائے اہل سنت، ص:۴۷)

ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و کنیت اور نسب: گاؤں کے بعض معززین نے آپ کا اسم گرامی ''عبد الحکیم'' تجویز کیا، بعض نے سنہ فصلی کے مطابق تاریخی نام ''مختار احمد'' کا انتخاب کیا اور والد محترم ملک عبدالرزاق قدس سرہ نے آپ کا نام ''ظفیر الدین'' رکھا۔ پھر جب آپ بریلی شریف تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف علت ''یا'' کے حذف کے ساتھ ''محمد ظفر الدین'' پسند فرمایا اور اسی نام کو آپ نے بھی اختیار فرمایا نیز اسی نام سے آپ کو شہرت و مقبولیت دوام حاصل ہوئی۔ کنیت کی جہاں تک بات ہے تو آپ نے پہلے پہل ''ابوالبرکات'' اپنی کنیت رکھا لیکن جب آپ کے صاحب زادے ''محمد معروف بہ مختار الدین'' کی ولادت ہوئی تو ''ابو محمد'' بطور کنیت اختیار فرمایا۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بہ مدار الملک ہیں۔ ان کا نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت: آپ رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) صوبہ بہار میں ۹/محرم الحرام ۱۳۰۴ھ مطابق ۸/اکتوبر ۱۸۸۶ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: چار سال کی عمر میں رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، ابتدائی فارسی کتب حافظ مخدوم اشرف، مولانا کبیر الدین اور مولانا عبداللطیف سے پڑھیں۔ پھر مدرسہ ''حنفیہ'' میں مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی سے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ پھر منڈی کان پور میں مولانا قاضی عبدالرزاق، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی کان پوری سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد خوب سے خوب تر کی تلاش انھیں بریلی شریف لے گئی۔ بریلی میں مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رام پوری، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہم سے

علومِ نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل ہوئی۔

درس وتدریس: ملک العلما کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہاں درس دیتے رہے، اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتاویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ ۱۳۸۲ھ کے اواخر میں جناب حامی دین متین خلیفہ تاج الدین صاحب کے گرامی نامہ کے سبب اعلیٰ حضرت نے اپنے نفس پر ایثار کرتے ہوئے حضور ملک العلما کو ''انجمن نعمانیہ، ہند، لاہور'' روانہ فرمادیا جہاں تقریباً ایک سال تدریس فرمائی۔ ۱۳۲۹ھ کے آغاز میں عالم وخطیب کی حیثیت سے شملہ تشریف لے گئے۔ اگلے سال آپ مدرسہ حنفیہ آرا ضلع شاہ آباد بہار تشریف لے گئے۔ اسی سال ۱۳۳۰ھ کے اخیر میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا، جہاں وہ تفسیر وحدیث وفقہ کا درس دینے لگے۔ چار سال بعد ۱۳۳۴ھ میں سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشیں خانقاہ کبیریہ سہسرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہوکر سہسرام ضلع شاہ آباد بہار چلے گئے، جہاں آپ چار سال تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۸ھ میں دوبارہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ آپ سینئر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ تقریباً ۲۸ ر سال کی خدمت کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور پھر دو سال بعد ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر آپ نے سبک دوشی حاصل کی۔ لیکن ۱۳۷۱ھ کو کٹیہار ضلع پورنیہ بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم میں صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی، لطیفیہ بحر العلوم میں تقریباً ۹ ر سال تک خدمت انجام دینے کے بعد آپ ۱۳۸۰ھ کو اپنے گھر ظفر منزل تشریف لے آئے اور اس طرح ملک العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۸۰ھ تک تقریباً ۵۵ ر سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا، اور بریلی، لاہور، آرا، سہسرام، پٹنہ اور کٹیہار پورنیہ کے مدارس میں علمی جواہر پارے لٹائے اور ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔

بیعت وخلافت: حضرت ملک العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے آپ کو حلقہ بگوشان اعلیٰ

حضرت میں یکم محرم الحرام ۱۳۲۲ھ میں شامل کیا اور حسب تعلیم وظائف واعمال قادریہ رضویہ میں مشغول رہنے لگے۔۱۳۲۵ھ میں بزمانہ عرس سراپا قدس سرکار مارہرہ سید آل رسول مارہروی قدس سرہ دستار خلافت سے مشرف ہوئے اور بیعت وارشاد کی اجازت سے سرفراز ہوئے۔

تصنیف و تالیف: ملک العلما کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ فراغت سے دو سال قبل ۱۳۲۳ھ سے شروع ہوکر تقریبًا ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں، لیکن زیادہ تر افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدّد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہئیت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں، اور کچھ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔جن میں سے درج ذیل کتب کو شہرت و مقبولیت دوام حاصل ہے۔

(۱) الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری (۲) حیات اعلیٰ حضرت (۳) مجموعہ فتاویٰ بنام ”فتاویٰ ملک العلما“ (۴) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان (۵) المجمل المعدد لتالیف المجدد (۶) تنویر السراج فی ذکر المعراج (۷) مولود رضوی (۸) النور و الضیاء فی سلاسل الاولیا (۹) موذن الاوقات۔

وفات: ۱۹/ جمادی الآخرۃ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸/ نومبر ۱۹۶۲ء شب دوشنبہ سپیدۂ سحر کی نمودگی سے قبل اللہ اللہ کہتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی اور اس دار فانی کو خیر آباد کہا۔ حضرت شاہ ایوب ابدالی شاہدی رشیدی اسلام پوری نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبرستان محلہ شاہ گنج، پٹنہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) قرۃ عینی (۲) ولدی الاعز (۳) حامی السنن (۴) ولد عزیز (۵)

ذوالعلم والتمیز (صاحب علم وادب) (۶) فاضل بہار (۷) ملک العلماء۔

حضور ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام اہل سنت کے ان چند چنندہ تلامذہ و خلفا سے تھے جن کو نہ صرف اپنے استاذ اور مرشد اجازت پر ناز تھا بلکہ امام اہل سنت کو بھی ان پر فخر تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ملک العلماء کو رضویات کا مؤسس اول ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ امام اہل سنت نے اپنے اس قابل فخر شاگرد و خلیفہ کو وقتاً فوقتاً خطوط لکھے جس میں آپ کو مختلف القاب و آداب سے یاد کیا اور دیگر مواقع پر بھی آپ پر القاب و آداب کی نوازشیں ہوئیں۔ پیش ہے نوازشات کی تفصیل:

قرۃ عینی وولدی الاعز: امام اہل سنت نے شاید جس قدر خطوط ملک العلماء کو لکھے کسی اور کو نہ لکھے، ان خطوط سے جہاں امام اہل سنت کے دل میں خدمت دین کے موجزن جذبے کا پتہ چلتا ہے وہیں اصاغر نوازی کے انوکھے انداز کی جلوہ گری بھی نظر آتی ہے۔ ذرا دیکھیے ملک العلماء کو کیسے کیسے پیار بھرے القاب و خطاب سے یاد فرما رہے ہیں:

"**حبیبی و ولدی و قرۃ عینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری** جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..." (کلمات مکاتیب رضا، ج:۱، ص:۳۳۱)

قرۃ عینی ولدی الاعز مولوی محمد ظفر الدین جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (ایضاً، ص:۳۸۴)

ولدی و زینی و قرۃ عینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.." (ایضاً، ص:۳۳۲)

ولدی الاعز مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری جعلہ اللہ کاسمک ظفر الدین، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..." (ایضاً، ص:۳۳۴)

ولدی الاعز، حامی السنہ ماحی الفتنہ و ذو المجد و الکرم: دوسرے خطوط میں انداز اصاگر نوازی کا جلوہ دیکھیے:

ولدی الاعز حامی السنہ ماحی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین... السلام علیکم

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ..." (ایضًا، ص:۳۵۴)

ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعلہ کاسمہ ظفر الدین... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ... (ایضًا، ص:۳۶۳)

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (ایضًا، ص:۳۶۴)

مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ... (ایضًا، ص:۳۶۴)

ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (ایضًا، ص:۳۸۴)

ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار: ان انعامات پر بھی ایک نظر پھیریے، امام اہل سنت فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں:

"چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک پُرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا اس میں بعینہ عبارت یونہی تھی جس طرح فقیر نے خیال کی ومعه من الماء قدر مايتوضأ به فانه يتيمم ولايتوضأ به لانه لمامر.الخ

اس کے بعد **ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین** وفقہ اللہ تعالٰی لحمایۃ الدین، ونکایۃ المفسدین، وجعلہ کاسمہ ظفر الدین، نے اپنے زمانہ مدرسی مدرسہ شمس الہدیٰ بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدابخش خان سے ایک بہت قدیم قلمی نسخے مکتوبہ ۹۰۰ ہجریہ سے جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہوئے یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے: **ومعہ ماء قدر مایتوضأ بہ فانہ یتیمم ولایتوضأ بہ لانہ لمامر الخ۔** دوسری نقل ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجی جسے ۴۰۸ برس ہُوئے اُس میں یوں ہے: **ومعہ ماء قدر مایتوضأ بہ فانہ یتیمم لانہ لمامر الخ** اس کا بھی حاصل وہی ہے کمالایخفی ۱۲ منہ غفرلہ" (فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۲۱۶)

ملک العلما: اس خطاب کے بارے میں حضور ملک العلما کے ایک خاص شاگرد لکھتے ہیں:
”۱۳۳۷ھ میں جب الاستاذ مدرسہ کبیریہ سہسرام میں صدر مدرس تھے، حاضر بارگاہ کا شرف انہیں حاصل ہوا، اسی زمانے میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ”الاستمداد“ تحریر فرمایا تھا۔ مسودہ ہی تھا کہ مولانا نے اس کی ایک نقل اپنے لیے کر لی، ایک شعر کے متعلق یہ عرض کیا کہ اگر مصرع اس طرح کر دیا جائے تو کیا حرج۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مناسب ہے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد علما کی جماعت نے اپنی سفارشات دربارۂ خطابِ علما پیش کیں جس میں حضرت مولانا کے لیے ” ملک العلما“ کا خطاب تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اور ارشاد ہوا کہ مولانا شعر و سخن کی طرف توجہ نہیں کرتے ورنہ میں ان کو ” ملک الشعرا“ کا خطاب دیتا“۔ (جہان ملک العلما از ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ناشر: انجمن برکات رضا، ممبئی، ص:۱۲۵)

عید الاسلام علامہ عبد السلام جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسم گرامی: حضرت مولانا مفتی شاہ محمد عبد السلام جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور لقب: عید الاسلام، جامع الفضائل، قطب وقت۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

عید الاسلام حضرت مولانا شاہ عبد السلام جبل پوری بن شاہ مولانا محمد عبد الکریم قادری نقش بندی بن مولانا شاہ محمد عبد الرحمن بن مولانا شاہ محمد عبد الرحیم بن مولانا شاہ محمد عبد اللہ بن مولانا شاہ محمد فتح بن مولانا شاہ محمد ناصر بن مولانا شاہ محمد عبد الوہاب صدیقی طائفی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خاندانی تعلق حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

تاریخ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۶/ جمادی الاولی ۱۲۸۳ھ، مطابق ۱۹/ ستمبر ۱۸۶۶ء کو "جبل پور" میں ہوئی۔

تحصیل علم: تین برس کی عمر میں والد ماجد کے ہمراہ جبل پور آئے، اولاً قرآن مجید حفظ کیا، پھر درس نظامی اول تا آخر والد ماجد سے پڑھی۔ بعدہ ایک عرصہ تک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں حاضر رہے اور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ اعلیٰ حضرت سے اخذ علوم کیا، ۳/ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ کو امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اجازت مطلقہ کی سند تحریر کرکے عنایت فرمائی۔

بیعت وخلافت: چودھویں صدی کے مجدد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے خلافت واجازت عطا فرمائی، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر ۳/ ذی قعدہ بروز جمعہ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں بیعت ہوئے اور اسی دن بعد نماز عصر مجدد اعظم نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

وصال: حضرت عید الاسلام شاہ عبد السلام رضوی قادری کا ۱۴/ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ/ ۱۱/ فروری ۱۹۵۲ء میں چھ بج کر ۵۴/ منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

بتاریخ ۱۶/ جمادی الاولی / ۱۳/ فروری کو آستانہ عالیہ رضویہ سلامیہ پر ختم قرآن کا جلسہ ہوا۔
(برہان ملت کی حیات و خدمات)

خطابات

القابات و خطابات: (۱) عید الاسلام (۲) جامع الفضائل (۳) قامع الرذائل (۴) لامع الفواضل (۵) فضائل نصاب (۶) فواضل مآب (۷) حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ (۸) حامی الاسلام والسنن ماحی الکفر والفتن (۹) عمدۃ العلماء (۱۰) زبدۃ الفضلاء (۱۱) حسنتہ الزمن زینتہ الایام۔

حضرت علامہ عبد السلام جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان خوش بخت میں سے ہیں جن کے کاشانہ کو امام اہل سنت نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور ایک بار نہیں بلکہ کئی کئی بار جب کہ یہ جگ ظاہر ہے کہ آپ مصروفیت کار کے سبب کم اسفار کیا کرتے تھے، پھر بھی آپ نے جبل پور کی سرزمین کو خاصہ فیض یاب فرمایا۔ امام اہل سنت نے آپ کو کبھی جبل پور میں اور کبھی خطوط میں عظیم القاب سے نوازے اور اصاغر نوازی کا نمونہ پیش کیا۔ القاب کی تفصیل کچھ یوں ہے:

عید الاسلام: ۱۹۱۹ء کو امام احمد رضا، جبل پور تشریف لائے، ۲۶/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/ مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسہ دستار فضیلت ہوا۔ اس میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی اور دوران تقریر مولانا عبد السلام جبل پوری کے تعلق سے فرمایا:

”اے جبل پور کے مسلمانو! مولانا عبد السلام کی ذات ستودہ صفات صرف تمھارے لیے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لیے ”عید الاسلام“ ہے اور میں آج سے مولانا عبد السلام کے القاب میں خطاب ”عید الاسلام“ کا اضافہ کرتا ہوں، آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عید الاسلام بولا اور لکھا جائے“۔ (اکرام امام احمد رضا از برہان ملت ناشر: ادارہ فیضان امام احمد رضا، لاہور، ص:۳۶)

جامع الفضائل قامع الرذائل لامع الفواضل: جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کو والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے تعزیتی مکتوب کی ابتدا ان الفاظ میں کی:

" بملاحظہ سامی **جامع الفضائل قامع الرذائل لامع الفواضل ذی الکرم و الکرامۃ والا کرام مولانا محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی** دامت معالیہ و بورکت ایامہ و حیاتہ آمین "۔(ایضاً، ص:۳۸)

۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء کو برہان ملت کے برادر عزیز کا انتقال ہوا، اعلیٰ حضرت کو اطلاع دی گئی، آپ نے مولانا عبدالسلام جبل پوری کے نام مندرجہ ذیل تعزیت نامہ ارسال فرمایا:

" بملاحظہ **جامع الفضائل القدسیہ قامع الرذائل الانسیہ مولانا اسمٰعیل المکرم المفخم ذی المجد الاتم والفضل والکرم جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب** دامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ آمین "۔(ایضاً، ص:۴۰)

فضائل نصاب فواضل مآب حامی السنن ماحی الفتن: ۱۳۲۹ھ میں جب مولانا عبدالسلام جبل پوری کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو آپ نے قطعہ تاریخ تحریر فرما کر ارسال فرمایا جس کی ابتدا یوں فرمائی:

" تاریخ رحلت عفیفہ امینہ سکینہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا زوجہ بمقدسہ جناب **فضائل نصاب فواضل مآب حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب قادری جبل پوری** ادامہ اللہ بالفیض النوری، آمین "۔(ایضاً، ص:۳۹)

۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کے مکتوب میں تحریر فرمایا:

" بملاحظہ گرامی **مولانا اسمٰعیل المکرم المفخم حامی الاسلام والسنن ماحی الکفر والفتن مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی** دام بالفضل والبرکات... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "۔(ایضاً، ص:۴۷)

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں صاحب حج کے لیے گئے اور ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں ممبئی کے راستے مراجعت فرمائی۔ مکتوب میں تحریر فرمایا:

" بگرامی **ملاحظہ ذی الفضائل الانسیہ والفواضل القدسیہ المنزہ عن الرذائل الانسیہ حامی السنن ماحی الفتن الدنیہ مولانا بالفضل اولانا مولانا شاہ محمد عبدالسلام صاحب** سلمہ السلام علی المناقب وشامخ النواصب، آمین! "۔(ایضاً، ص:۹۱)

رجب المرجب ۱۳۳۷ھ میں سفر جبل پور سے واپسی کے بعد امام اہل سنت نے مولانا عبدالسلام جبل پوری کو اپنے مکتوب میں یوں مخاطب فرمایا:

" جناب محترم، **ذی المجد والکرم حامی السنن السنیہ، ماحی الفتن الدنیہ، جامع الفضائل الانسیہ والفواضل القدسیہ، قامع الرذائل الانسیہ مولانا بالفضل اولانا مولوی حافظ شاہ عبد السلام عیدالاسلام** سلمہ السلام وادام فیضہ علی الانام، آمین "۔(ایضاً، ص:۱۰۸)

عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حسنۃ **الزمن زینۃ الایام:** برہان ملت کے ایک رسالے پر امام اہل سنت تقریظ تحریر فرماتے ہوئے برہان ملت کے ساتھ ساتھ آپ کے والد ماجد مولانا عبدالسلام جبل پوری کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

" بحمد للہ تعالیٰ یہ ان کے والد ماجد **عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حامی السنن ماحی الفتن** حسنۃ **الزمن زینۃ الایام مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام** سلمہ السلام لحمایۃ الاسلام ونکایۃ الکفرۃ والمبتدعین اللئام وادام فیضہ الی یوم القیام کے برکات ہیں"۔(ایضاً، ص:۸۲)

برہان ملت علامہ مفتی عبدالباقی جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: آپ کا اسم گرامی عبد الباقی برہان الحق ، لقب برہان ملت، برہان الدین، برہان السنۃ ، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ممدوحِ اعلیٰ حضرت، مظہرِ شریعت اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت علامہ مولانا مفتی برہان الحق جبل پوری بن عبد الاسلام حضرت علامہ مولانا شاہ عبد السلام جبل پوری بن مولانا شاہ محمد عبد الکریم قادری نقش بندی بن مولانا شاہ محمد عبدالرحمن بن مولانا شاہ محمد عبدالرحیم بن مولانا شاہ محمد عبداللہ بن مولانا شاہ محمد فتح بن مولانا شاہ محمد ناصر بن مولانا شاہ محمد عبدالوہاب صدیقی طائفی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کا خاندانی تعلق حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

تاریخ ولادت: آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعرات ۲۱/ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳/ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو بعد نمازِ فجر ہوئی۔ آپ کے جد امجد مولانا شاہ محمد عبدالکریم نقش بندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب برہان ملت کی دادی محترمہ نے ولادت کی خبر سنائی تو اس وقت آیت کریمہ " قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ " جاری بزبان تھی۔ خبر سنتے ہی فرمایا کہ "الحمد للہ! برھان آگیا"۔ (برہان ملت کی حیات و خدمات: ۴۲)

تعلیم و تربیت: حضرت عبد الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ہونہار لخت جگر کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا، حضرت برہان ملت تحریر فرماتے ہیں " میں جب پانچ سال کا ہوا، ۲۱/ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ کو حضرت جد امجد نے بسم اللہ شریف کی ابتدا فرمائی، مبارک دعاؤں اور نیک تمناؤوں کے ساتھ مجھے پڑھایا، یہ میری ابتدائی عمر کی داستان تھی"

آپ نے اپنے آبائی مکان جبل پور ہی میں رہ کر ناظرہ سے لے کر درس نظامیہ کا کورس مکمل کر لیا تھا۔ مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے تاجدار علم و فن محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ

عالی میں حاضر ہوئے، آپ خود بیان کرتے ہیں ”دوران قیام بریلی والد صاحب نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تربیت، اکتساب فیض و تہذیب اور تکمیل علوم ظاہری و باطنی و روحانی کے لیے بھیجنے کی اجازت چاہی، ہم دو ہفتہ بریلی شریف رہ کر چلے آئے۔ پھر میں شوال ۱۳۳۲ھ کے دوسرے ہفتہ میں بریلی شریف حاضر ہو گیا، وقت ملتا تو دار العلوم منظر اسلام میں صدر مدرس مولانا ظہور الحسن صاحب رام پوری کے پاس بھی درس میں شریک ہوتا۔ حضرت برہان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کم و بیش تین سال اعلیٰ حضرت کی خدمت میں رہ کر تمام علوم و فنون اور فتویٰ نویسی میں مشق و مہارت پیدا کرلی، آپ کو فقہ و فتاویٰ میں اس قدر مہارت تھی کہ حضرت محدث بریلوی بھی آپ کے فقہ و افتا پر کامل اعتماد کیا کرنے لگے۔ جب مجدد اعظم کو غیر منقسم ہندوستان کے لیے قاضی شرع و مفتی شرع کی تقرری کرنا ہوئی تو حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قاضی اور حضور مفتی اعظم و حضور برہان ملت رحمۃ اللہ علیہما کو ان کا معاون مفتی مقرر فرمایا۔

آپ بارگاہ اعلیٰ حضرت سے تفسیر و حدیث اور فقہ کی سند و اجازت سے سرفراز کیے گئے۔ علاوہ ازیں بارگاہ اعلی حضرت میں علم ہندسہ، ہیئت، زیجات، جبر و مقابلہ، توقیت بالخصوص حاصل کیا۔

بیعت و خلافت: ۱۳۳۵ھ میں سیدنا اعلیٰ حضرت کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل سلسلہ ہوئے اور ٹھیک دو سال پر ۲۶/ جمادی الآخرۃ ۱۳۳۷ھ جبل پور میں عید گاہ کلاں کے جلسہ عام میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو ۴۵/ علوم اور سلسلوں کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تصنیف و تالیف: حضرت برہان ملت کی جملہ تصانیف کی تعداد ۲۶/ ہے اور ۹/ خطبے، جو ملک کی مختلف کانفرنسوں کے لیے بحیثیت صدر و سرپرست تحریر فرمائے، المواھب الربانیہ بالفتاویٰ السلامیہ و البرہانیہ کے نام سے فتاویٰ کی ضخیم ضخیم ۱۹/ جلدیں جو کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں، بعض فتاویٰ تو اتنے اہم اور تفصیلی ہیں کہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

چند تصانیف کے اسمایہ ہیں: (۱) قیامت کبریٰ (۲) اجلال الیقین (۳) سوافل

وہابیت کی تصویر (۴) المسلک المظہر فی تحقیق آزر (۵) اکرام امام احمد رضا (۵) صیانۃ الصلوات عن حیل البدعات (۶) حیات اعلیٰ حضرت کا ایک ورق (۷) سوانح امام دین مجدد مأۃ حاضرہ (۸) اکرامات مجدد اعظم (۹) نیر جلال مجدد اعظم (۱۰) حالات ارتقاعید الاسلام (۱۱) مسئلہ گائے قربانی (۱۲) چاند کی شرعی حیثیت (۱۳) زبدۃ الاصفیا صدر الشریعہ مولانا امجد علی (۱۴) حیات حضرت مولانا عبد الکریم (۱۵) المواھب الربانیہ بالفتاویٰ السلامیہ و البرہانیہ ۱۹ر جلدیں۔

وصال مبارک: حضرت برہان ملت شاہ مفتی عبدالباقی قادری رضوی سلامی کا وصال مبارک ۲۶ر ربیع الاول ۱۴۰۵ھ/۲۰ر دسمبر ۱۹۸۴ء شب جمعہ شام سوا چھ بجے ہوا، آپ کی آخری زیارت کے لیے ۳۹ر گھنٹہ جسد خاکی رکھا رہا، ۲۸ر ربیع الاول/۲۲ر دسمبر کو سوا بارہ بجے تقریباً ایک لاکھ کے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی، آپ کی نماز جنازہ آپ کے شہزادہ حضرت مفتی محمود قادری رضوی سلامی نے پڑھائی، دادا جان حضرت شاہ عبد الکریم قادری نقش بندی کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ (برہان ملت حیات وخدمات)

خطابات

القابات وخطابات: (۱) قرۃ العین (۲) نور عینی (۳) درۃ زینی (۴) روحانی ولد اعز (۵) برہان الدین (۶) برہان الملۃ (۷) برہان السنۃ (۸) برہان الحق المبین (۹) ناصر الدین المبین (۱۰) کاسر رؤس المفسدین (۱۱) فرزند دل بند سعادت مند (۱۲) نور بصری و ثمرۃ فؤادی (۱۳) مفتی شرع۔

حضرت علامہ عبد الباقی رضوی معروف بہ برہان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں کس قدر قرب حاصل تھا اس کے لیے یہی کافی ہے کہ امام اہل سنت نے آپ کو جہاں دیگر القاب سے یاد فرمائے وہیں "روحانی ولد اعز" بھی فرمایا۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا نے آپ کو مرکزی دار الافتا کا مفتی شرع بھی مقرر فرمایا۔ آپ نے اپنے اس لائق و

فائق روحانی بیٹے کو مزید جو القاب عطا فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے:

قرۃ العین: ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کو امام اہل سنت نے اپنے ایک مکتوب میں آپ کے تعلق سے تحریر فرمایا:

"اس وقت نامہ ملا، مولیٰ عزوجل **قرۃ العین** مولوی برہان میاں سلمہ کو بفضلہ وکرمہ نعم البدل ولد صالح عالم باعمل عطا فرمائے اور ان کے گھر شفا، آمین آمین"۔(اکرام امام احمد رضا، ص:۷۴)

نور عینی و درۃ زینی: ایک اور خط میں آپ کو امام اہل سنت نے جن پیار بھرے الفاظ سے خطاب فرمایا ذرا اسے دیکھیے:

"بملاحظہ مولانا المبجل المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم حامی السنن ماحی الفتن عیدالاسلام و **نور عینی و درۃ زینی** مولوی برہان الحق وحافظ صاحب مکرم کرم فرمائے"۔ راقم (ایضاً، ص:۷۶)

برہان الدین، برہان الملۃ، برہان السنۃ: ان باعظمت القاب سے آپ کب یاد کیے گئے اس کا مکمل واقعہ یہ ہے:

"جمادی الآخرۃ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹؍ مارچ ۱۹۱۹ء سنیچر کو بعد عشا عیدگاہ کلاں میں عام جلسہ ہوا، تین چار ہزار کا مجمع تھا، مولانا عبدالاحد صاحب پھر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے تقریر فرمائی پھر امام اہل سنت کی تقریر ہوئی، اسی موقع پر برہان ملت کو اجازت و خلافت عطا فرمائی اور آپ کے حق میں یوں دعا گو ہوئے:

" رب العزت تبارک وتعالیٰ میرے روحانی ولد اعز کو ان کے برہان الحق کے ساتھ، **برہان الدین، برہان الملۃ، برہان السنۃ** بنائے اور حضرت عیدالاسلام کے ظل رحمت و عاطفت کے تحت دین متین و شرع مبین کی خدمت وحمایت پر ثابت قدم رکھے، میں یہ رسم بریلی میں منظر اسلام کے سالانہ اجلاس میں انجام دینے والا تھا مگر حسن اتفاق کہ جبل پور میں آپ حضرات کے درمیان موقع مل گیا، بارک اللہ!"۔(ایضاً، ص:۷۹)

مزید ایک اور موقع پر امام اہل سنت نے آپ کو ایسے رفعت والے القاب سے یاد فرمایا جس کا پس منظر خود برہان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح رقم فرماتے ہیں:

"ایک روز اعلیٰ حضرت نے والد ماجد سے فرمایا: "آج عصر کے بعد ایک مجذوب بزرگ کی زیارت کے لیے باندرہ چلنا ہے، واپسی پر (نماز) مغرب مہائم شریف میں ادا کر کے دعوت ہے، آپ عصر کے پہلے آجائیں" ہم لوگ حسب ارشاد عصر کے وقت حاضر ہو گئے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ باندرہ پہنچے، مسجد کے مشرق کی جانب ایک ٹین کے ہال کے باہر بڑا مجمع تھا، اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر مجمع نے راستہ دیا، حضرت کے پیچھے ہم لوگ ہال میں داخل ہوئے، تخت پر ایک بزرگ عمامہ باندھے، پیر تخت سے لٹکائے بیٹھے ہیں، دلائل الخیرات شریف دونوں ہاتھ سے آنکھوں کے بالکل متّصل پڑھنے میں مصروف ہیں، اعلیٰ حضرت کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کتاب بند کر دی، اعلیٰ حضرت سے مصافحہ کرتے ہوئے کچھ فرمایا جو میں سمجھ نہ سکا، ہم سب قدم بوسی کر چکے تھے تو ہم سب کو ایک بڑے ہال میں بٹھایا گیا، پورا ہال بھرا ہوا تھا، چند منٹ بعد وہاں کے منتظم خاص حاجی قاسم آئے، اعلیٰ حضرت سے عرض کیا: " جو لوگ مجذوب صاحب کی زیارت کو آتے ہیں، ان کے لیے چائے، کافی، قہوہ تیار رہتا ہے، حضرت جو فرماتے ہیں، پلایا جاتا ہے، آپ حضرات کے لیے دریافت کیا گیا تو فرمایا: "چائے، کافی، قہوہ میں سے جو حضور فرمائیں وہ اس وقت پلایا جائے"... اعلیٰ حضرت نے فرمایا: بزرگ نے چائے، کافی، قہوہ تینوں کا نام لیا ہے اس لیے تینوں کو ملا کر پلایا جائے، چناں چہ ایک بڑے سماوار میں تینوں کو ملا کر پلایا گیا، ان دنوں بڑے پیالے چلتے تھے، بھر بھر دیے گئے، رنگ دیکھا تو کراہت ہوئی مگر لب سے لگایا تو اتنا لذیذ پایا کہ پورا پیالہ صاف کر دیا۔

والد ماجد نے مجھے آہستہ سے ہدایت فرمائی کہ واپسی کے وقت حضرت کے پیچھے رہنا اور بزرگ کی قدم بوسی کر کے اپنے لیے دعا کی درخواست کرنا... واپسی کے وقت میں اعلیٰ حضرت کے پیچھے رہا، جب حضرت مصافحہ کر کے آگے بڑھے، میں نے ان کے قدم پکڑ کر عرض کیا: " میرے لیے دعاے خیر فرمائیے "... بزرگ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا،

سندھی الفاظ تھے اور اعلیٰ حضرت کی طرف اشارہ کیا:

''اس کے پیچھے چلتا جا، تیرے پیچھے سب چلیں گے''۔

ہم جب واپسی کے لیے گاڑی پر سوار ہوئے، میں، اعلیٰ حضرت اور والد ماجد کے درمیان بیٹھا تھا، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: ''برہان میاں! آپ نے مجذوب سے کیا کہا تھا؟''... میں نے جو کہا تھا، اور اس کا جواب بتایا، اعلیٰ حضرت نے میری پیٹھ پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں **برہان الحق، برہان الدین، برہان السنۃ** بنائے، آمین''۔ والد اور چچا نے آمین کہا''۔ (ایضًا، ص:۸۹ تا ۹۰)

ناصر الدین المبین، کاسر رؤس المفسدین: امام اہل سنت نے حضور برہان ملت کو جبل پور میں خلافت کی دولت سے سرفراز فرمایا اور سند خلافت میں آپ کے نام کے ساتھ جن القاب کا اضافہ فرمایا اس کو بیان کرتے ہوئے برہان ملت اپنے قلم کو یوں حرکت دیتے ہیں:

'' جبل پور میں اعلیٰ حضرت نے دستار فضیلت و سند اجازت کے ساتھ ساتھ سند خلافت سے بھی نوازا، یہ عربی سند ضروری ترمیم و اضافے کے ساتھ دوسرے خلفاے عرب و عجم کو بھی عنایت فرمائی، خادم برہان کو جو سند عطا فرمائی، اس میں اپنے دست مبارک سے یہ کلمات تحریر فرمائے:

'' یا ولدی و برد کبدی و قرۃ عینی و عزۃ زینی ابن الفاضل الکامل جامع الفضائل قامع الرذائل مولانا المولوی عبدالسلام وقد لقبتہ عید الاسلام جعلک اللہ کاسمک **برہان الحق المبین و ناصر الدین المبین و کاسر رؤس المفسدین**۔ آمین''۔ (ایضًا، ص:۸۰)

فرزند دل بند سعادت مند: برہان ملت کا ایک رسالہ اجلال الیقین بتقدیس سیّد المرسلین (۱۳۳۷ھ) اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی جو رسالہ کے لیے ایک نہایت مستحکم سند ہے۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

'' الحمد للہ! فقیر غفرلہ القدیر اس تالیف منیف و ترصیف نظیف کے مطالعہ سے

مسرور ہوا، مولیٰ عزوجل اس کے مولف سعید حمید رشید **فرزند دل بند سعادت مند مولانا مولوی برہان الحق** جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ دلیل الصدق وبرہان الحق کو دارین میں مدارج عالیہ ومعارج جلیلہ کرامت فرمائے"۔(ایضًا، ص:۸۲)

نور بصری و ثمرۃ فؤادی: رجب المرجب ۱۳۳۷ھ میں سفر جبل پور سے واپسی کے بعد امام اہل سنت نے مولانا عبدالسلام جبل پوری کو اپنے ایک مکتوب لکھا جس میں برہان ملت کو اس انداز میں یاد فرمایا:

" **نور بصری و ثمرۃ فؤادی مولانا برہان میاں**، عزیزہ سعیدہ ہمشیرہ کی شادی کب ہے؟ کیا تاریخ مقرر ہوئی، شہر ہی میں ہے یا دوسری جگہ؟"۔

مفتی شرع: حضرت برہان ملت کے فقہ و فتاویٰ میں گہری نظر کے سبب امام احمد رضا نے آپ کو "مفتی شرع" کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا۔ سنیے برہان ملت خود فرماتے ہیں:

"اس (حضور صدر الشریعہ کو قاضی شرع کا اختیار دینے) کے بعد حضور (امام اہل سنت) نے اس خادم برہان کو بلایا اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر اس مسند پر صدر الشریعہ کے متّصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا: "میں نے تمھارے فتویٰ کو دیکھ، افتا کے لیے تمھارے دماغ کو بہت مستعد پایا، میں تمہیں مسند افتا پر بٹھا کر دار القضا شرعی کے لیے مفتی مقرر کرتا ہوں"۔ اس کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ کو اپنے دست میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے؛ ان سے فرما کر پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دار القضا شرعی کے لیے قاضی شرع مولانا امجد علی کو اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج سے تم دونوں ہندوستان کے دار القضا شرعی مرکز بریلی میں مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے ہو"۔(تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت از محمد عطاء الرحمٰن، ص:۷۲)

ضیغم رضا علامہ محمد لعل خاں کلکتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: اسم گرامی حاجی محمد لعل خان اور والد کا اسم گرامی قاسم خان تھا۔

تاریخِ ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۸۳ھ، کو" ویلور "(مدراس، انڈیا) میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد گرامی جناب محمد قاسم خان صاحب کا شمار شہر مدراس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص میں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے لخت جگر نور نظر کو بھی عصری علوم سے لیس کیا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، علاقائی اسکول میں میٹرک کر کے مدراس یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور اعلیٰ نمبروں سے ممتاز قرار دیے گئے۔ چوں کہ گھرانہ مذہبی تھا اور اہل خانہ بزرگان دین سے لگاؤ رکھنے والے تھے اور والدہ ماجدہ سے بارہا سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر جمیل، خلفاے راشدین اور صحابہ کرام کا تذکرۂ مبارکہ، سیدنا غوث اور سیدنا خواجہ پاک کی حیات طیبہ کے گوشے سنا کرتے تھے، اسی لیے بچپن سے دینی ذہن بنا ہوا تھا۔ جب آپ نے عملی دنیا میں قدم رکھا تو مزید دینی شعور میں بالیدگی پیدا ہوگئی۔

ترک ملازمت: اردو انگریزی تعلیم پانے کے بعد ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں اٹھارہ برس کی عمر میں فوج میں محرری کے عہدہ پر تعین ہو کر برما کی جنگ میں شریک ہوئے، دوران جنگ آپ کے دل میں اسلامیات اور کتب سیرت کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، تو اس سلسلہ میں شمس العلما حضرت علامہ غلام رسول مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چند کتب منگوائی، علامہ موصوف نے آپ کی تسکین ذوق کے لیے ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں "اکسیر ہدایت، حکایات الصالحین اور کنز الدقائق" وغیرہ کتب روانہ کیں۔

"اکسیر ہدایت" کے مطالعہ کے دوران رزق حلال کا بیان پڑھ کر دل ملازمت سے اچاٹ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جوں ہی پلٹن واپس ہندوستان پہنچے گی تو ملازمت کو خیر باد کہہ دوں گا، مگر والدہ صاحبہ کے ساتھ دیگر اہل خانہ رضامند نہ ہوئے، جب ۱۳۰۶ھ

/۱۸۹۰ء میں پلٹن واپس مدراس سے سکندر آباد گئی، تو آپ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محی الدین ویلوری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ " یہ روزگار جو میں کرتا ہوں، کیسا ہے؟" انہوں نے ارشاد فرمایا: "حرام ہے" عرض کیا: " میں اسے چھوڑ دوں؟" فرمایا:"ہاں"۔آپ اس وقت کچھ مقروض تھے، اور صرف پچیس روپیہ(۲۵/ روپے) تنخواہ تھی، آپ نے کوشش کر کے چھ ماہ میں قرض ادا کردیا اور ملازمت سے سبک دوش ہوگئے۔(تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص:۳۱۷)

شہر کلکتہ آمد: ترک ملازمت کر کے ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں سفر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ انور ﷺ کے بعد ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں واپس تشریف لا کر کلکتہ میں مقیم ہوگئے اور آپ نے تجارت شروع کی، زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں تجارت کا وسیع کاروبار تھا، آپ ایک عرب تاجر محمد یوسف صاحب کے شریک کار تھے، کلکتہ سے عرب ممالک میں چاول وغیرہ برآمد کرتے۔(تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص:۳۱۷)

مدرسہ عثمانیہ کا قیام: آپ نے علوم نبویہ کی اشاعت اور فکر رضا کی تشہیر کے لیے ایک علمی قلعہ بنام " مدرسہ عثمانیہ " بیاد گار مرشد سرکار غریب نواز حضرت سیدنا شاہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہا ۱۳۳۴ھ میں مرشد برحق امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سرپرستی میں کلکتہ کے زکریا اسٹریٹ میں قائم فرمایا۔مغربی بنگال میں جماعت اہل سنت کا یہ پہلا مدرسہ تھا، علامہ کلکتوی نے تعلیمی معیار کو مزید مستحکم کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت کے توسل سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ سید غیاث الدین رضوی سہسرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بحیثیت صدر المدرسین مقرر کیا۔اس مدرسہ میں مروجہ کتب کے علاوہ تصوف کی بھی کتابیں داخل نصاب تھیں، جن میں مکتوبات صدی کو اول درجہ حاصل تھا۔

تحریکی کارنامے: مسلک اہل سنت اور پیغام رضا کی تبلیغ کے لیے حضرت علامہ محمد لعل خاں کلکتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۳۴ھ میں سرزمین کلکتہ پر "انجمن اصلاح عقائد" کے نام سے ایک فعال تنظیم قائم کی۔اس انجمن کے بینر تلے حضرت علامہ کلکتوی نے تبلیغی اور ملی

کارنامے انجام دے کر اہل سنت و جماعت کو سربلندی عطا کی۔

تصنیفی خدمات: آپ نے فکر رضا کی ترسیل کے لیے تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں: (۱) سوانح ملک العلما (۲) تاریخ وہابیہ (اس کتاب پر اعلی حضرت نے تقریظ تحریر فرمائی)

اشاعتی خدمات: حضرت علامہ محمد لعل خاں کلکتوی نے اپنی جیب خاص سے مرشد برحق امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علماے اہل سنت کی پچاس سے زائد کتابیں شائع کر کے تقسیم کروائی ہے، علامہ کلکتوی نے باقاعدہ علما اہل سنت کی کتابوں کی اشاعت کے لیے زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں ایک مطبع بنام "مطبع اہل سنت و جماعت" قائم فرمایا تھا۔ آپ کے ذریعہ اشاعت پذیر چند کتب یہ ہیں:

(۱) تدبیر فلاح و نجات (۲) موذن الاوقات (۳) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لٹریچر کی اشاعت میں حضرت حاجی (علامہ کلکتوی) صاحب کی خدمات بے مثال ہیں۔ حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر " خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کی اشاعت میں بھی معاونت فرمائی۔ (تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص:۳۲۰)۔

بیعت و خلافت: حضرت علامہ شاہ محمد لعل خاں قادری رضوی برکاتی مدراسی کلکتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدراس کے مشہور و معروف بزرگ مرشد برحق حضرت علامہ شاہ محی الدین قادری ویلوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے۔ پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ سے اجازت و خلافت کی عظیم دولت سے سرفراز کیے گئے۔

وصال مبارک: آپ کا وصال مبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو ہوا۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) حامی سنت ماحی بدعت (۲) برادر طریقت (۳) ناصر ملت۔

حامی سنت ماحی بدعت: امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چودھویں صدی میں حمایت دین ونصرت سنت کا عظیم فریضہ انجام دینے والے علماے اہل سنت کے لیے خطاب تجویز فرمایا جس میں آپ کو "حامی سنت ماحی بدعت" کے خطاب عطا فرمایا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

"چودھویں صدی کے علما میں باعتبار حمایت دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الاشد، مولوی قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی کو ندوہ شکن ندوی فگن، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشہ سنت رحمہم اللہ تعالیٰ، **حاجی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامی سنت ماحی بدعت**، اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول ومقبول ہے اور وہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۶، ص:۲۰۳)

ملک العلما حضرت سید ظفرالدین بہاری کو ایک خط لکھا جس میں حاجی لعل محمد خان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ اور مولانا **حامی سنت ماحی بدعت حاجی محمد لعل خان** صاحب سلمہما جو کچھ خدمات دین کررہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل برہمہ قبول فرمائے اور دونوں جہان میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعداے دین پر منصور رکھے، آمین"۔ (کلیات مکاتیب، ج:۱، ص:۳۵۹)

برادر طریقت: فتاویٰ رضویہ میں امام اہل سنت لکھتے ہیں:

"بملاحظہ مکرمی **حامی سنت ماحی بدعت برادر طریقت حاجی لعل خاں** صاحب دام مجدہم۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المویدکے چھ پرچے آئے انھیں بالاستیعاب دیکھا گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کر سکتی صدمہ کے لیے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کر دی"۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۴۲)

ناصر ملت: حاجی لعل محمد خان مدراسی اپنی ذات میں انجمن تھے اور نصرت دین وسنت میں کوشاں رہتے تھے جس کا اظہار واعتراف خود امام اہل سنت نے بھی فرمایا چناں چہ ملک العلما کو لکھے گئے ایک میں امام لکھتے ہیں:

"کلکتہ میں بھی ایک عالم سنی کی ضرورت ہے، حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے تنہا وہ اپنی ذات سے کیا کیا کریں، سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے افلاس کا مرض۔۔۔افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، ہمت والے مال دار۔ایک ظفر کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خان کیا کیا بنائیں؟۔" (کلیات مکاتیب رضا، ج:۱، ص:۳۵۸)

شاید حاجی صاحب کی انہیں خدمات کے سبب امام احمد رضا نے ان کو "ناصر ملت" کے خطاب سے بھی نوازا۔جیسا کہ امام ایک خط میں لکھتے ہیں:

بملاحظہ **حامی سنت ماحی بدعت ناصر ملت حاجی منشی محمد لعل خان** صاحب دام مجدہم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۷۲ بحوالہ کلیات مکاتیب رضا، ج:۲، ص:۲۳۸)

فقیہ ملت علامہ عبد الغفور شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت مبارکہ: فقیہ ملت حضرت علامہ مولانا شاہ عبد الغفور قادری رضوی شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت مبارکہ ایک متدین اور سنی گھرانے میں شاہ پور (پنجاب) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت قاضی مولانا مولوی قاری حافظ محمد عبد الحکیم قادری شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متصلب سنی تھے اور معمولات اہل سنت کے سخت پابند تھے۔ آپ کا گھرانہ علم دین اور بزرگان دین کا متوالا تھا۔

تعلیم و تربیت: حضرت فقیہ ملت علامہ عبد الغفور قادری رضوی شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، حفظ و قراءت پڑھا اور والد گرامی نے اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند بھیج دیا، غالباً اس وقت تک پاکستان کے سنی حضرات کو دار العلوم دیوبند کے مفاسد کا نہ علم تھا۔ جب حضرت علامہ عبد الغفور قادری شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دار العلوم دیوبند سے تحصیل علم کے بعد اپنے گھر شاہ پور تشریف لائے، تو ان کے والد ماجد حضرت مولانا قاضی عبد الحکیم شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محسوس کیا کہ مولانا موصوف سلف صالحین کی راہ سے ہٹ گئے ہیں، چناں چہ وہ شہزاد محترم کو مرکز علم و ادب بریلی شریف لے گئے تا کہ وہ شکوک و شبہات رفع کرا دیے جائیں جو دار العلوم دیوبند کی بد عقیدگی کے ماحول میں پیدا کر دیے گئے ہیں۔ آپ کے والد گرامی جناب مولانا قاضی عبد الحکیم شاہ پوری بذات خود مولانا عبد الغفور قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے، سب سے پہلے شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) اور خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی قادری رضوی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ) سے ملاقات ہوئی۔ جیسا کہ سند تکمیل سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عبد الغفور قادری قدس سرہ نے ان حضرات سے بعض کتابیں پڑھی ہیں۔ ان دونوں نفوس قدسیہ سے ملاقات کے بعد جب امام

احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو سارے شکوک وشبہات حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

حضرت علامہ عبد الغفور قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بریلی شریف حاضر ہوکر بارگاہ اعلیٰ حضرت سے علمی استفادہ بھی کیا ہے اور تکمیل علوم اسلامیہ پر دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے آپ کو ۲۶/ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ کو سند تکمیل سے بھی سرفراز کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں ایک سند حدیث آپ کو حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں نوری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کے استاذ محترم استاذ الاساتذہ حضرت علامہ سید بشیر احمد علی گڑھی (م ۱۳۵۴ھ) تلمیذ حضرت علامہ مفتی لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ) نے عنایت کی ہے۔

بیعت و خلافت: حضرت علامہ عبد الغفور قادری رضوی شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے اور غلامان غوث الوریٰ میں اپنے آپ کو شامل کیا۔ آپ کی علمی قابلیت اور شریعت مطہرہ کے پاس ولحاظ کی بنا پر حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شرف خلافت سے مشرف فرمایا اور سند خلافت بھی عطا فرمائی۔ اس سند پر آخر میں حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری بریلوی، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کے اور دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کی مہریں ہیں۔

وصال مبارک: جماعت اہل سنت کا یہ عظیم مبلغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بہترین داعی کا غالباً ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء میں انتقال ہوا اور شاہ پور (پنجاب) میں مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ (تذکرہ خلفاے اعلیٰ حضرت، ص:۳۶۶تا۳۶۷)

خطابات

القابات و خطابات: (۱) عالم عامل (۲) برادر یقینی (۳) صالح سعید (۴) فاضل

حمید (۵) حسن شمائل (۶) محمود الخصائل۔

آپ پہلے پہل بد عقیدوں سے کچھ متاثر تھے اور ذہن میں شکوک و شبہات نے جگہ بنالیا تھالیکن جب بریلی شریف آمد ہوئی اور بارگاہ امام سے فیض یاب ہوئے تو تمام شکوک و شبہات زائل ہوگئے۔ آپ کو بریلی شریف سے سند تکمیل بھی ملی اور سند خلافت بھی، جس میں آپ کے لیے درج ذیل القاب لکھے گئے تھے:

عالم عامل: علامہ عبد الغفور شاہ پوری قدس سرہ کی سند فراغت میں آپ کا اسم گرامی ان القاب کے ساتھ لکھا ہوا ہے:

" العالم العامل و الفاضل المولوی عبد الغفور بن قاضی عبد الحکیم المتوطن پنجہ ضلع شاہ پور"۔(تذکرہ خلفاے اعلیٰ حضرت، ص:۳۶۷)

برادر یقینی ،صالح سعید، فاضل حمید، حسن شمائل ، محمود الخصائل: امام اہل سنت کی طرف سے ملنے والی سند خلافت میں حضرت علامہ عبد الغفور قادری شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا گیا ہے:

"برادر یقینی، صالح سعید، فاضل حمید، حسن شمائل، محمود الخصائل، راغب الی اللہ، الغفور الشکور قاری حافظ مولوی عبد الغفور بن مولوی حافظ قاری محمد عبد الحکیم شاہ پوری نور بالنور المعنوی والصوری"۔(ایضا، ص:۳۶۷)

مداح الحبیب صوفی جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت و نام: مداح الحبیب حضرت صوفی شاہ محمد جمیل الرحمن قادری برکاتی رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مرکز علم و فن بریلی شریف میں تولد ہوا۔

تعلیم و تربیت: جماعت اہل سنت کی مرکزی علمی و دینی دانش گاہ دار العلوم منظر اسلام میں تعلیم حاصل کی، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا، نعتیہ شاعری کا فن خاص کر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھا البتہ تعلیم کہاں تک حاصل کی اس کی تفصیل دست یاب نہیں۔ آپ کے اساتذہ کرام میں امام اہل سنت اور استاذ زمن علامہ حسن رضا خان کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

جماعت رضائے مصطفی سے وابستگی: ۷؍ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ/۱۷؍دسمبر ۱۹۲۰ء میں مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "جماعت رضائے مصطفی" بریلی شریف قائم فرمایا اور سرپرست اول قرار دیے گئے، اس تنظیم سے امام احمد رضا کے رفقاء، مریدین، خلفا اور تلامذہ زیادہ تر منسلک تھے، ان میں مجلس شوریٰ میں جماعت اہل سنت کے سرخیل میں سے ۱۱؍نفوس قدسیہ کے اسماء مبارکہ شامل ہیں، ان میں ۵؍ویں نمبر پر حضرت مداح الحبیب صوفی شاہ مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم گرامی اس طور پر درج ہے "مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی" اسی طرح عہدے داران میں ۵؍ویں نمبر پر " مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خان قادری رضوی، واعظ و مبلغ جماعت " درج ہے۔ اسی جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف کے شعبہ تبلیغ وارشاد کی فہرست میں چوتھے نمبر پر" مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خان رضوی بریلوی " تحریر ہے۔ (ماخوذ از تاریخ جماعت رضائے مصطفی مرتب مولانا شہاب الدین رضوی، مطبوعہ: فرید بک اسٹال، لاہور)

بیعت و خلافت: حضرت صوفی شاہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔

رحلت: حضرت صوفی شاہ جمیل الرحمٰن قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۱۳۴۳ ھ /۱۹۲۴ء میں بریلی شریف میں مرشد برحق سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال حق کے چوتھے سال میں ہوا اور خود آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے میرے استاد محترم حضرت استاد زمن کے جوار مرحمت انگیز میں دفن کرنا چناں چہ بعد وصال آپ کو سٹی قبرستان میں استاد محترم کے متّصل دفن کیا گیا۔ (قبالۂ بخشش، مطبوعہ: مدرسہ قادریہ، ممبئی، ۲۰۱۴ء)

خطابات

القابات وخطابات: (۱) مداح الحبیب (۲) مداح سرکار دوجہاں

مداح الحبیب: حضرت جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی امام احمد رضا کی بارگاہ فیض سے فیض یاب ہوئے اور امام نے آپ کے لیے بھی خطاب تجویز فرمائی جسے آپ خود بڑے فخر سے بیان کرتے۔ چناں چہ حضرت جمیل قادری اپنے دیوان "قبالۂ بخشش" میں لکھتے ہیں:

کر دیا تیرا لقب مرشد نے **مداح الحبیب** — کر جمیلِ قادری مدحت رسول اللہ کی

(قبالۂ بخشش، ص: ۳۳۷)

اور امام اہل سنت کی قائم کردہ عظیم دینی، دعوتی اور تبلیغی تنظیم "جماعت رضائے مصطفیٰ" میں عہدہ داران اور شعبہ دعوت و تبلیغ کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی اس طرح درج ہے: جماعت رضائے مصطفیٰ کے عہدے داران میں ۵/ویں نمبر پر ہے:

"**مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خان قادری رضوی**، واعظ ومبلغ جماعت"۔

اسی جماعت رضائے مصطفی بریلی شریف کے شعبہ تبلیغ وارشاد کی فہرست میں چوتھے نمبر پر "**مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن خان رضوی بریلوی**" تحریر ہے (تاریخ جماعت رضائے مصطفی)

اور فہرست خلفا میں امام نے آپ کا نام اس طرح تحریر فرمایا:

"**مداح الحبیب جناب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب**، بریلی محلہ بہاری پور، (میلاد خواں خوش الحاں، **مداح سرکار دوجہاں**)"۔

سلطان الواعظین حضرت عبدالاحد پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: اسم گرامی عبدالاحد، لقب سلطان الواعظین، والد کا اسم گرامی استاذ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ سلسلہ نصب اس طرح ہے:

مولانا عبد الاحد محدث پیلی بھیتی بن مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی بن مولانا محمد طیب بن مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہم۔

تاریخ ولادت: مولانا عبدالاحد محدث پیلی بھیتی ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۳ء کو پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا عبداللطیف سورتی سے حاصل کی اور بعد میں اپنے والد گرامی سے تمام علوم و فنون کی تکمیل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے، جہاں آپ نے باقاعدہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دورۂ حدیث کیا، اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دست مبارک سے آپ کی دستار بندی فرمائی۔

بیعت و خلافت: آپ والد ماجد علامہ وصی احمد محدث سورتی کی طرف سے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے سلسلے میں بھی بیعت کرنے کے مجاز تھے جب کہ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

درس و تدریس: تعلیم سے فراغت پانے کے بعد آپ نے کچھ عرصہ لکھیم پور میں طبابت کا کام کیا، پھر اپنے والد کے حکم پر مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں مدرس ہو کر چلے گئے۔ جہاں کئی سال تک آپ کا چشمہ علم، فیض رساں و جاری رہا۔ ۱۳۳۴ھ میں حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کے انتقال کے بعد آپ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دینے لگے۔ اور یہ سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔

وعظ وخطابت: مولانا عبد الاحد کو فن خطابت میں ید طولیٰ حاصل تھا، آواز نہایت پاٹ دار اور ایسی کہ گھنٹوں ماحول میں اس کی گونج برقرار رہتی تھی، سیرۃ النبی اور فضائل صحابہ کے بیان پر خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ تقریر کے دوران اکثر رقت طاری ہوجاتی اور وجد کے عالم میں درود وسلام پڑھنے لگتے۔ یہی وجہ ہے کہ نوعمری میں ہی آپ کے مواعظ حسنہ کی پورے برصغیر میں شہرت ہوگئی نیز مولانا غلام علی مہر گولڑوی نے مولانا وصی احمد سورتی کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک مقام پر مولانا عبد الاحد کے بارے میں لکھا کہ " **واشتھرت مواعظہ فی اکناف الھند** " (آپ کے وعظ کی شہرت ہندوستان کے اطراف واکناف میں پھیلی ہوئی تھی)۔

وصال: آپ نے ۱۳/ شعبان ۱۳۵۲ھ/یکم دسمبر ۱۹۳۳ء بروز جمعہ عصر اور مغرب کے درمیان داعی اجل کو لبیک کہا۔

خطابات

القابات وخطابات: حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی کے صاحب زادے اور علمی جانشیں سلطان الواعظین حضرت عبد الاحمد پیلی بھیتی کو امام احمد رضا سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا اور شرف اجازت وخلافت بھی۔ امام اہل سنت آپ کے جن اوصاف سے متاثر تھے ان میں ایک وصف آپ کا "وعظ" تھا جس کا پتہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ بارگاہ امام سے آپ جن خطاب سے یاد کیے گئے ان میں "سلطان الواعظین" ہے۔ امام اہل سنت نے کب ،کہاں اس خطاب سے یاد کیا اس کی تفصیل دست یاب نہیں اور نہ ہی حضرت عبد الاحد سے کہیں منقول۔ البتہ " تذکرہ محدث سورتی " میں خواجہ رضی حیدر صاحب نے صرف اس خطاب کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

" آپ کے وعظ کی اثر پذیری سے متاثر ہو کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے بریلی شریف میں ایک خصوصی تقریب کے دوران آپ کو **"سلطان الواعظین"** کا خطاب عطا فرمایا"۔ (تذکرہ محدث سورتی از خواجہ رضی حیدر، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی، ص:۱۹۱)

ہاں! لیکن اتنا تو ہے کہ امام اہل سنت آپ کے وعظ سے متاثر تھے جبھی تو "الاستمداد" تصنیف فرمائی تو آپ کے وصف وعظ ہی کو بیان فرمایا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں:

اک اک وعظ عبد الاحد پر

کیسے نتھنے پھلاتے یہ ہیں

حامی سنت: اور فہرست خلفا میں آپ کا نام یوں درج ہے:

"جناب مولانا مولوی حکیم محمد عبد الاحد صاحب خلف الرشید حضرت مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملقب از جانب اہل سنت مدراس بہ "سلطان الواعظین" مہتمم مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت، عالم، واعظ، مناظر مدرس، **حامی سنت**، مجاز طریقت۔"

محدثِ پیلی بھیتی حضرت عبدالحق پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت اور تعلیم: نمونۂ سلف ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ عمدۃ الفقہا حضرت علامہ شاہ عبد الحق محدث پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت پاک شہر فکر و فن مدینۃ العلما پیلی بھیت میں ۱۲۸۶ھ میں ہوئی، آپ پیلی بھیت کی پنجابی سوداگری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شہر کے علما اور فقہا سے حاصل کی اور بقیہ تمام علوم کی تکمیل کم عمری میں حضرت وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔

درس و تدریس: اللہ تعالی نے علوم اسلامیہ میں غضب کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، آپ نے تبلیغ دین کے لیے اپنا میدان درس و تدریس کو بنایا اور مدرسہ حافظیہ جامع مسجد، پیلی بھیت میں مدرس مقرر ہوئے، نہایت ہی سادگی کے ساتھ علم دین کے فروغ میں مشغول رہے، عادات و اطوار میں اپنے استاذ محترم حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشابہ تھے اور حضرت محدث سورتی (وصال ۱۳۳۴ھ) کے بعد پیلی بھیت شہر میں آپ کو اپنے علمی تبحر کی بنا پر مرکزیت حاصل ہوگئی تھی۔ پھر ایک عرصے تک مدرسۃ الحدیث میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ جامع مسجد پیلی بھیت کے مدرسہ رحمانیہ اور پھر آستانہ شیریہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

بیعت و خلافت: حضرت شمس العلما حضرت علامہ شاہ عبد الحق محدث پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تعلیم سے فراغت کے بعد مرکز علم وفن بریلی شریف پہنچے اور بارگاہ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں شرف یابی حاصل کی، دیکھتے ہی آپ حضرت محدث بریلوی کے گرویدہ ہو گئے اور اپنی گردن میں غلامی کا پٹہ ڈالتے ہوئے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے علم و فضل اور شریعت مطہرہ کا پاس و لحاظ کی بنا پر ۱۳۳۳ھ میں شرف خلافت سے مشرف فرمایا۔

وصال مبارک: جماعت اہل سنت کا یہ نیر تاباں تقریبًا ۷۵/ سال کی عمر میں ۱۳۶۱ھ بروز جمعۃ المبارک ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔

خطابات

القاب وخطابات: (۱) محدث پیلی بھیتی۔

محدثِ پیلی بھیتی: آپ کو بارگاہ امام سے جس خطاب کا تحفہ ملا اس کا ذکر خواجہ رضی حیدر "تذکرہ محدث سورتی" میں ان الفاظ سے کرتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا عبدالحق کو" **محدث پیلی بھیتی**" کے لقب سے یاد فرماتے اور اکثر کہتے کہ مولانا عبدالحق کو دیکھ کر سلفِ صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے"۔
(تذکرہ محدث سورتی، ص: ۲۵۲)

فقیہِ اعظم خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسم شریف محمد شریف، کنیت ابو یوسف ہے۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "فقیہِ اعظم" لقب عطا کیا۔ والد کا نام حضرت مولانا عبدالرحمن نقش بندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ جوکہ ایک متبحر عالمِ دین تھے۔ ان کے علم وفضل کا شہرہ پورے ہندوستان میں تھا۔ اسی طرح ان کی اہلیہ محترمہ بھی ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔

سنِ ولادت: ۱۸۶۱ء کو "کوٹلی لوہاراں غربی" ضلع (سیالکوٹ، پنجاب، پاکستان) میں مولانا عبدالرحمن کے گھر پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم: آپ نے ابتدائی تعلیم سے لے کر منتہی درجوں تک کی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی، اسی طرح علم مناظرہ کی باریکیاں بھی اپنے والدِ گرامی سے بچپن میں ہی سیکھ لی تھیں۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد مزید علم کی تحصیل کے لیے لاہور میں "دارالعلوم انجمن نعمانیہ" میں داخلہ لیا۔ حضرت فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زمانۂ طالب علمی سے ہی باجماعت نماز اور تہجد کے پابند تھے، اور یہ سلسلہ آخری دن تک جاری رہا۔ آپ اپنے اسباق کے علاوہ دیگر کتب کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے۔ ہر وقت مطالعہ اور تحریر میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت فقیہِ اعظم کو پچاس ہزار مستند احادیث یاد تھیں۔ اس لحاظ سے آپ "فقیہِ اعظم" کے ساتھ "محدثِ اعظم" بھی تھے۔

بیعت وخلافت: آپ حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقش بندی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

تصنیف وتالیف: آپ نے تقریباً ۵۰ کتابیں خدمتِ دین کے لیے تصنیف فرمائیں۔ آپ نے سب سے زیادہ اپنی تصانیف سے فقہ حنفی کی اشاعت کی اور اس کی اہمیت وافادیت پر

دلائل و براہین کے انبار لگا دیے اور غیر مقلدین کو دندان شکن جوابات دے کر لاجواب کر دیا۔ چند اہم ترین کتب کے اسما مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اباحۃ السلف البناء علی قبور المشائخ والعلما (۲) اخلاق الصالحین (۳) اربعین حنفیہ (۴) الاربعین فی فضائل النبی الامین (۵) تائید الامام باحادیث خیر الانام (۶) تحقیق البدعۃ (۷) در مختار پر اعتراضات کے جوابات (۸) شمس الحق (۹) شیعہ مذہب کی ابتداء (۱۰) صداقت الاحناف (۱۱) ضرورت فقہ (۱۲) علم النبی ﷺ (۱۳) کتاب التراویح (۱۴) کشف الغطاء عن مسئلۃ النداء (۱۵) نفی "فیء" (۱۶) حنفی نماز مدلل موسوم بہ نماز رسول (۱۷) ہدایہ پر اعتراضات کے جوابات وغیرہ۔

وصال: آپ کا وصال بروز پیر ۷ / ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ، مطابق ۱۵ / جنوری ۱۹۵۱ء کو ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار "کوٹلی لوہاراں غربی" ضلع سیالکوٹ پنجاب پاکستان میں ہے۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) فقیہ اعظم۔

امام اہل سنت کی کوئی ایسی تحریر نہیں ملی جس میں آپ نے حضرت علامہ یوسف شریف کوٹلوی کو کسی خطاب کیا ہے لیکن جب ان کی تصنیف "اربعین حنفیہ" مطبوعہ المدینۃ العلمیہ میں حالات مصنف کے تحت "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ فقیہ اعظم کا لقب آپ ہی نے عطا فرمایا تھا" پڑھا تو مزید تلاش جاری رکھی یہاں تک کہ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت جناب میثم عباس قادری صاحب کے وسیلے سے فقیہ اعظم کے نواسے محمد مجیب صاحب پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسیٹی، اسلام آباد، پاکستان سے رابطہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ امام اہل سنت نے آپ کی کتاب "نماز حفی مدلل" معروف بہ "نماز رسول" پر تقریظ لکھتے ہوئے آپ کو "فقیہ اعظم" کا خطاب عطا فرمایا لیکن جب اس کتاب میں تقریظ راقم کو نہیں ملی تو راقم نے پھر رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تقریظ

اب دستیاب نہیں پھر راقم نے عرض کیا کہ جب دستیاب نہیں تو کیسے معلوم ہوا اس تعلق سے انہوں نے بتایا کہ خاندانی روایت بھی ہے اور امام اہل سنت کے زمانے میں ان کو فقیہ اعظم لکھا جاتا رہا ہے۔ نیز پروفیسر صاحب نے اپنی دو کتابوں کی پی ڈی ایف بھی ارسال فرمائی جن میں انہوں نے اس طرح اس لقب کے بارے میں ذکر فرمایا:

"اعلیٰ حضرت بریلوی نے "نماز حنفی مدلل" پر تقریظ بھی لکھی جس میں آپ نے مولوی محمد شریف کو "فقیہ اعظم" کا خطاب دیا تھا۔ ولی راولی می شناسد کے تحت اعلیٰ حضرت بریلوی کا دیا ہوا "فقیہ اعظم" کا یہ خطاب ایسا مقبول ہوا کہ یہ مولوی محمد شریف کے نام کا جزو لاینفک اور دائمی پہچان بن گیا"۔(تذکرہ فقیہ اعظم از پروفیسر مجیب احمد، مکتبہ اشرفیہ پاکستان، ص:۲۲)

امین الفتویٰ حضرت شفیع احمد بیسلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی محمد شفیع، لقب امین الفتویٰ تھا جو امام اہل سنت نے عطا فرمایا تھا۔ اور آپ کے والد محترم مولانا فضل احمد شاہ صاحب تھے۔ آپ فاتح روہیل کھنڈ حافظ رحمت علی خاں کے سپہ سالار عبد الرشید خاں کی اولاد میں سے تھے۔

ولادت: امین الفتویٰ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیع رضوی بیسلپوری ماہ شعبان ۱۳۰۱ھ بیسلپور پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: ابتدائی تعلیم والد ماجد ہی سے حاصل کی، علم حدیث اور درس نظامی کی کتب کی تکمیل حضرت امام المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی، آپ فہم وفراست اور علم وعمل کا پیکر تھے۔

بیعت وخلافت: امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے تو آپ کی نگاہ انتخاب علامہ محمد شفیع بیسلپوری پر پڑی، چناں چہ اپنے ہمراہ بریلی لے آئے، اور فتاویٰ نویسی اور کتب خانہ کی نگرانی سپرد کی، بعد میں آپ نے فاضل بریلوی کی شفقت ومحبت کے نتیجے میں دست مبارک پر بیعت کی اور اعلیٰ حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت بھی عطا کی۔

تحریر وقلم: قلمی نعتیہ دیوان اور مجموعہ فتاویٰ آپ کی علمی یادگار ہیں، آپ نے شاعری کے ذوق کے ساتھ ساتھ علمی فقہی موضوعات پر بھی اہم مضامین قلم بند کیے ہیں، جو وقتاً فوقتاً تحفۂ حنفیہ پٹنہ اور الفقیہ امرتسر میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ نیز علامہ شفیع احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی بعض تحریروں پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کرتے ہوئے غیر مقلدین کی وکالت کرنے والوں کو بھی خارج اہل سنت قرار دیا ہے۔ (تذکرہ محدث سورتی ص:۲۶۱)

وصال: آپ نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے مرشد برحق سے والہانہ الفت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں یوں دعا کی: ''مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھے تمام عمر حضور (مرشد برحق) کی حضوری میں رکھے اور حضور کے سامنے باایمان اٹھائے'' (ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، ستمبر ۱۹۸۵ء، ص: ۲۴)

مولانا شفیع احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ دعا اگرچہ اس وقت تھی جب آپ کا آغاز شباب تھا، اور فاضل بریلوی کا دور پیرانہ سالی کا، مگر چونکہ اخلاص قلب کے ساتھ بارگاہ عالی میں دعا کی تھی ،بارگاہ رب العزت میں دعا قبول ہوئی، اور عین جوانی میں ۳۰؍ سال کی مختصر عمر میں اور ایک روایت کے مطابق ۲۴؍ سال کی عمر میں آپ کا وصال باکمال بروز جمعۃ الوداع مرشد برحق کی حیات ہی میں ۲۴؍ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ میں تپ کی حالت میں ہوا، آپ کی نماز جنازہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی اور مجمع کثیر نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

علامہ شفیع احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ ہی کے مملوکہ باغ میں دفن کیا گیا، اور یوں مرید باصفا کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ آج پورا ہوا، ''حضور (مرشد برحق) کے سامنے موت آئے'' اور یوں آپ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) اہل فتویٰ (۲) اہل تقویٰ (۳) امین الفتویٰ۔

حضرت شفیع احمد امام احمد رضا سے حد درجہ محبت و الفت کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ خواہش اور دعا کی کہ ''حضور (مرشد برحق) کے سامنے موت آئے''۔ خدا کی مشیت کہ آپ کی یہ خواہش اور دعا مقبول بارگاہ ایزدی ہوئی اور اپنے مرشد کے سامنے راہی ملک عدم ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ امام اہل سنت نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ساتھ ہی غالباً یہ سعادت بھی خلفاے امام میں صرف آپ کے حصہ میں آئی کہ امام نے بروز قیامت آپ کو اپنے شافع ہونے کی امید کی۔ جیسا کہ امام کے اس شعر

سے عیاں ہے:

امید ہے نزع وقبر میں ہو شافع مرا شفیع احمد

اہل فتویٰ، اہل تقویٰ اور امین الفتویٰ: امام اہل سنت نے اپنے اس چہیتے خلیفہ کے لیے بھی چند القاب منتخب فرمائے۔ اس کی تفصیل درج ذیل اشعار میں ہے جو امام نے حضرت شفیع کی وفات کے بعد بطور تعزیت اور قطعہ تاریخ تحریر فرمائے:

اہل الفتویٰ شفیع احمد	**اہل التقویٰ** شفیع احمد
سنی و حنفی قادری تھا	سچا یکا شفیع احمد
تھا مفتی و واعظ ومدرس	فضلوں والا شفیع احمد
مرگ صدا سے سخت تر ہے	تیرا مرنا شفیع احمد
مجھ کو کوئی **امین فتویٰ**	تجھ سا نہ ملا شفیع احمد
ہے چار شہادتوں کا جامع	گر چاہے خدا شفیع احمد
جمعہ، رمضان، تپ، تعلیم	طوبیٰ لایا شفیع احمد
امید ہے نزع و قبر میں ہو	شافع مرا شفیع احمد
تاریخ لکھی رضا نے فوراً	یارب تیرا شفیع احمد

(حدائق بخشش سوم، ص:۱۰۲)

اور اپنے پچاس خلفائے کرام کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی اس طرح تحریر فرمایا:

جناب مولانا مولوی شفیع احمد خان صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت بریلی و **امین الفتویٰ بدار الافتاء**۔ عالم مفتی واعظ مناظر و مجاز طریقت۔

ندوہ شکن ندوی فگن قاضی عبد الوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و نسب: بعد ولادت " منظور النبی "تاریخی نام تجویز ہوالیکن آپ قاضی عبد الوحید فردوسی کے نام سے مشہور و معروف ہوئے اور آپ شاعری میں اپنا تخلص "وحید" فرماتے تھے اور رسالوں اور گلدستوں میں " وحید عظیم آبادی " کے نام سے آپ کی تخلیقات شائع ہوا کرتی تھیں۔ قاضی صاحب کے والد کا نام قاضی عبد الحمید، دادا کا نام قاضی محمد اسماعیل، قدیمی تخلص، بن قاضی اکرام الحق قاضی امین الحق بن قاضی کمال الحق جو کہ بہترین فارسی کے شاعر تھے ان کے والد حضرت مفتی غلام یحییٰ تھے جو کہ محشی شرح آداب المریدین تھے، قاضی صاحب کے نانا جناب سید شاہ امجد علی جروحی حاجی پور ضلع مظفر پور کے رہنے والے تھے۔

تعلیم و تربیت: حضرت فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درسی کتابیں شمس العلما مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید مولانا سید عبد العزیز چشتی صابری انبیٹھوی سے پڑھیں۔ پھر انگریزی تعلیم ایف۔ اے تک پائی تھی، قاضی رضا حسین جو کہ قاضی عبد الحمید کے خالو کے بیٹے تھے، دونوں میں گہرے تعلقات تھے، قاضی رضا حسین کی تحریک سے قاضی عبد الحمید قاضی عبد الوحید کو اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان بھیجنا چاہتے تھے، لیکن قاضی عبد الوحید صاحب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی اور اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر فاضل بدایونی قدس سرہما کی تعلیمات کے زیر اثر انگریز اور انگریزی تعلیم سے بیزار ہو چکے تھے کیوں کہ آپ مغربی تعلیم کو مذہب کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے بلکہ جب گھر سے انگریزی تعلیم کے لیے زیادہ زور پڑا تو احتجاجاً گھر چھوڑ دیا۔ جیسا کہ خود آپ کے صاحب زادے محقق اردو قاضی عبد الودود لکھتے ہیں:

"عربی کی تکمیل اور انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد کالج میں داخل ہوئے۔ ایف اے کے بعد میرے دادا انہیں قاضی رضا حسین کے مشورے پر انگلستان بھیجنا چاہتے تھے لیکن وہ کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئے۔ یہی نہیں، یہاں رہ کر بھی انہوں نے مزید

انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ وجہ یہ کہ وہ مغربی تعلیم و تہذیب کو مذہب کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے"۔

بیعت و خلافت: آپ نے بیعت کا شرف "جناب حضور" بقیۃ الاولیا حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی منیری سجادہ نشین مخدوم شاہ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ کے دست حق پرست پر حاصل کیا۔ نیز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنی خلافت سے نوازا۔

خدمات: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذہن و فکر اور قلب و جگر میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور مذہب و مسلک کی حفاظت و صیانت کا جذبہ صادق بحر بیکراں کی طرح موجیں مار رہا تھا یہی وجہ ہے کہ حصول تعلیم سے فراغت کے بعد آپ مختلف طریقے سے مذہب و ملت کے لیے تن من دھن کے ساتھ وقف ہو گئے۔ جس کی ایک جھلک درج ذیل ہے:

تحریک ندوہ کا رد: تحریک ندوۃ العلما ایک ایسی تحریک تھی جس نے شہد دکھا کر زہر پلانے کا کام خوب کیا، اسی کے سبب بہت سے علماے اہل سنت بھی اس کے ساتھ ہو گئے لیکن بعض اہل نظر علماے اہل سنت نے اس کے مفاسد کو بھانپ لیا اور مقدور بھر اس کا رد کیا جن میں قاضی عبد الوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نمایاں حضرات کی فہرست میں شامل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ندوۃ العلما کے اس فریب کاری کو بے نقاب کیا جو پٹنہ کے جلسہ ندوہ میں دیا گیا کہ ندوہ کی مخالفت میں صرف مولانا عبد القادر بدایونی، خواجہ عبد الصمد سہسوانی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی سرگرم ہیں ورنہ تمام علما و مشائخ ندوہ کے حامی تھے۔ قاضی صاحب نے اہل ندوہ کے اس غلط تاثر اور پروپیگنڈے کی حقیقت یوں آشکار کی کہ ندوہ کے رد میں ڈھائی سو سے زائد علما و مشائخ اہل سنت کے خطوط کی اشاعت کی اور واضح کر دیا کہ اکثر علماے اہل سنت تحریک ندوہ کے مخالف ہیں۔

رسالہ مخزن تحقیق ملقب بہ "تحفہ حنفیہ" کا اجرا: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذہب حق اہل سنت و جماعت کی تائید و حمایت اور فرقہ ضالہ مضلہ و عقائد باطلہ کی تردید و تغلیط میں ۱۳۱۵ھ کو

ایک رسالہ بنام ''مخزن تحقیق'' معروف بہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ کا اجرا فرمایا۔ جس کے سرورق پر مرقوم عبارت سے ہی اجراے رسالہ کے مقاصد واضح تھے کیوں کہ سرورق پر لکھا ہوتا:

''حمایت اسلام و تائید شرع واصحاب سنت و نکایتِ بدعت و تہدید ارباب ضلالت و بطالت''۔

اس رسالے میں قاضی صاحب کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے نیز یہ رسالہ ۱۳۱۵ھ سے آپ کے انتقال ۱۳۲۶ھ کے بعد بھی چند برس جاری رہا جیساکہ محسن رضا رضوی نے '' قاضی عبدالودود ایک مختصر خاکہ'' میں لکھا ہے:

'' انہوں (یعنی قاضی عبدالوحید فردوسی) نے ایک دینی رسالہ مخزن تحقیق جو ''تحفہ حنفیہ'' کے نام سے مشہور تھا، ہر ماہ شائع کرنا شروع کیا۔ اس میں دوسروں کے علاوہ قاضی عبدالوحید صاحب کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ اس رسالے کے مہتمم (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولوی شاہ محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی تھے۔ یہ رسالہ قاضی عبدالوحید کے انتقال (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے بعد بھی چند برسوں تک جاری رہا''۔

مطبع حنفیہ کا قیام: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علماے اہل سنت کی کتب، رسائل اور مضامین کی اشاعت کے لیے ''مطبع حنفیہ'' کے نام سے ایک پریس کا قیام بھی عمل میں لایا جس سے آپ کا اپنا رسالہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ کی بھی اشاعت ہوتی۔ نیز اسی مطبع سے اس زمانے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تقریباً ستر رسائل اور حدائق بخشش کی اشاعت ہوئی۔ چناں چہ پروفیسر فاروق احمد صدیقی تحریر فرماتے ہیں:

''مطبع حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ستر کتابیں شائع ہوئیں۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش،'' بھی پہلے تحفہ حنفیہ میں ہی شائع ہوا جو محرم الحرام ۱۳۵۲ھ کو شروع ہو کر ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں اختتام کو پہنچا''۔

مدرسہ حنفیہ کا قیام: جیساکہ اوپر بیان ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انگریزی تعلیم کو مذہب کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے اس لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اجراے رسالہ اور قیام مطبع کی کامیابی کے بعد دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لیے ایک مدرسہ بنام '' مدرسہ حنفیہ'' قائم فرمایا۔ اس

مدرسہ کے افتتاح اور افتتاحی جلسہ میں کن حضرات کی شرکت ہوئی ؟ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے پروفیسر صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

" اسی طرح تحفہ حنفیہ کا فاتحانہ سفر جاری رہا اور بد مذہبیت اور ضلالت کے زور کو توڑ تا رہا، پرچہ اور پریس کے قیام کے بعد قاضی صاحب کی ہمت عالی نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈال دی جس کا نام " مدرسہ حنفیہ " رکھا گیا۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۸ کو اس کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی جلسہ کی صدارت شاہ محمد کمال صاحب رئیس اعظم پٹنہ نے کی اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف نے علم دین کے موضوع پر شاندار تقریر فرمائی۔ بدایوں سے مولانا فضل حق (شاگرد مولانا عبدالکافی الہ آبادی) بلا کر صدر مدرس رکھے گئے۔ کچھ دنوں کے لیے مولانا سید دیدار علی الوری نے بھی مسند صدارت کو عزت بخشی رحمۃ اللہ علیہم "۔

وفات: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی محنت و لگن اور جگر سوزی و عرق ریزی سے دین اسلام کی ترویج و اشاعت، مذہب و مسلک کی حفاظت و صیانت اور علم دین کی نشر و اشاعت میں مصروف عمل تھے لیکن بارگاہ ایزدی سے آپ صرف ۳۷ سال کی مختصر سی زندگی لے کر آئے تھے پھر ہونا کیا تھا۔ ۱۳۲۶ھ کو آپ شدید علیل ہوئے جس کی اطلاع اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ملی پھر کیا ہوا؟ اس کی تفصیل پروفیسر صدیقی صاحب کی زبانی پیش ہے:

" اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو جب قاضی صاحب کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ عازم پٹنہ ہوئے۔ ۱۸/ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کو آپ کا ورود مسعود ہوا۔ فوراً قاضی صاحب کے پاس پہنچ کر ان کی مزاج پرسی کی، دیر تک ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ وقت موعود آ پہنچا۔ ۱۹/ ربیع الاول شب چہار شنبہ کو دو بجے قاضی صاحب کی روح نے کمال فرح و سرور کی حالت میں قفس عنصری کو چھوڑا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی نے جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال بڑی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ ان کے مطابق حضرت محدث سورتی نے قاضی صاحب کو غسل دیا اور اعلی حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اور قبر خاص میں یہ دونوں حضرات اترے۔ اس حقیر (مولانا ضیاء الدین) اور شاہ

بغدادی نے جنازہ چارپائی پر سے اٹھا کر ان دونوں صاحبان کو دیا۔ قبر میں رکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مرحوم کے چہرے سے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ ”حضرات دیکھیے! دین کی سچی مدد کرنے والوں کی بعد وفات حالت حیات سے بھی بڑھ کر پاکیزہ ہوتی ہے“۔

خطابات

القابات و خطابات : (۱)ندوہ شکن (۲)ندوی فگن (۳)حامی السنن ، ماحی الفتن (۴)الوحید الفرید (۵)وحید الزمن۔

قاضی عبد الوحید فردوسی کی خدمات اور امام اہل سنت کی بارگاہ میں آپ کی قدر و منزلت اور مقبولیت جگ ظاہر ہے۔ خلفائے امام میں اشاعت کتب اہل سنت کے تعلق سے آپ کی نظیر نہیں بلکہ اشاعت کتب آپ کی زندگی کا ایک نصب العین تھا۔ علاوہ ازیں ایمان مسلم پر شب خوں مارنے والی تحریک ندوہ کی کمر توڑنے میں آپ کا نام نمایاں حضرات کی فہرست میں ہے۔ آپ کی حمایت دین و مسلک کے پیش نظر امام احمد رضا نے آپ کو بھی قابل قدر خطاب سے سرفراز فرمایا۔

ندوہ شکن ندوی فگن: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قاضی صاحب کو کب اس خطاب سے یاد فرمایا اس کی روداد بیان کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں:

”چودھویں صدی کے علما میں باعتبار حمایت دین و نصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کیے ہیں حضرت مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب کو الاسد الاسد الاشد، مولوی قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی کو **ندوہ شکن ندوی فگن**، مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کو شیر بیشہ سنت رحمہم اللہ تعالیٰ، حاجی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حامی سنت ماحی بدعت، اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول و مقبول ہے اور وہ بیشک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے“۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۶، ص:۲۰۳)

حامی السنن، ماحی الفتن، الوحید الفرید: قاضی صاحب کتب حقہ کی طباعت واشاعت میں پیش پیش رہتے تھے اسی جذبے کے پیش نظر آپ نے سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی کی عقائد میں مایہ ناز کتاب "المعتقد المنتقد" پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا لاجواب حاشیہ "المعتمد المستند" کی اشاعت کے موقع پر امام اہل سنت نے آپ کو مذکورہ القاب سے یاد فرمایا، المعتمد میں ہے:

توجه إلى طبعه طبع من توجه الله تعالى بتيجان الخيرات ، وجعله موفقا بل وقفا موقوفا على فعال المبرات ، فكلما عاد على السداد شدة ، أمدا وأعد لسدها عدة ، **وهو الوحيد الفريد ، حامي السنن ، ماحي الفتن ، مولانا القاضي عبد الوحيد ، الحنفي الفردوسي العظيم آبادي** ، أبده الله وأيده بالأيدي والأيادي ۔(المعتقد المنتقد مع شرح المعتمد المستند، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی، ص:۸)

وحید الزمن، حامي السنن، ماحي الفتن: اسی "المعتمد المستند" میں ایک دوسرے مقام پر قاضی صاحب کے بارے میں امام اہل سنت لکھتے ہیں:

(۱)"و من أشد القائمين بالحق في هذه الفتنة العمياء، و البلية الصماء أعاذنا الله تعالى منها و من كل بلاء، **وحيد الزمن، حامي السنن، ماحي الفتن، صديقنا القاضي عبد الوحيد الحنفي الفردوسي العظيم آبادي،** حفظه الله ذو الأيادي، الذي بأمره وقع طبع هذا المتن الشريف، و تأليف هذا التعليق اللطيف، فاحتفل احتفالا، و صرف أموالا، و نصر الحق و قهر الضلالا، فجزاه الله الحسنى بدأ و مآلا و الفاضل الكامل جبل الاستقامة، كنز الكرامة صديقنا و حبيبنا مولانا المولوي محمد وصي أحمد الحنفي المحدث السورتي وطنا، نزيل "بيلي بهيت" حفظه الله تعالى ناصرا للدين، وقاما للمبتدعين"۔ (ایضًا، ص:۲۱۹)

(۲) فقیر کو بھی اس دعویٰ سے اتفاق ہے، مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک

نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ بلکہ مسیح دجّال علیہ اللّعن و النکال، پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی "الصّارم الربانی علی اسراف القادیانی" مسمّٰی کیا۔ یہ رسالہ **حامِی سنن، ماحِی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مکر منا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن** نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا، بحمد اللہ تعالیٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے، اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں، مجیب ہفتم نے جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کیے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریاتِ دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۵۷۶)

(۳) اور فتاویٰ رضویہ ہی میں آپ کو امام اہل سنت نے اس طرح یاد فرمایا:

مولانا حامی سنت ماحی بدعت اکرمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۶، ص:۴۶۸)

(۴) فتاویٰ رضویہ ہی میں ایک مسئلہ کا جواب لکھتے وقت امام احمد رضا نے قاضی صاحب کو یاد کرتے ہوئے:

"**حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحید زمن، صین عن الفتن و حوادث الزمن آمین یا ذالمنن** !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب مسائل اجمالاً حاضر، تفصیل کا وقت کہاں۔ قرآن مجید سن کر اس وقت آیا ہوں، بارہ بجا چاہتے ہیں، گیارہ بج کر ساڑھے باون منٹ آئے ہیں کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں اور اگر کسی میں تفصیل طلب فرمائیں گے تو امتثال امر کے لیے ہوں اور بارگاہ عزت سے امید ایسی ہی ہے کہ آپ کا ذہن سلیم بحمد اللہ تعالیٰ اسی اجمال سے ہی بہت کچھ تفصیل پیدا فرمائے گا"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۳۰، ص:۷۲)

فاضل کامل سید عبد الرحمٰن بیتھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت: آپ کا آبائی گھر یوں تو موضع ترہٹ ضلع نوادہ بہار میں تھا لیکن آپ کی ولادت بیتھوں شریف ضلع گیا بہار میں علمی و روحانی فیضان لٹا رہے آپ کے نانا جان عارف باللہ حضرت سید شاہ عبد الحق قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دولت کدے میں ۱۲۹۴ھ کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت: عہد طفلی ہی میں آپ کے والد محترم حضرت سید شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مالک حقیقی سے جا چلے جس کے سبب آپ شفقت پدری سے زیادہ محظوظ نہ ہو سکے اور آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے نانا جان کے زیر سایہ ہوئی۔ لیکن کس کس سے، کہاں کہاں اور کس طرح ہوئی؟ اس کی مکمل تفصیل دست یاب نہیں، البتہ ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت کا مختصر ذکر کچھ یوں کیا ہے:

" حضرت شاہ صاحب قبلہ کے تعلیمی مراحل کے تعلق سے ابتدائی تعلیم سے فراغت تک کی تعلیم کا باضابطہ تذکرہ عام طور پر کہیں دست یاب نہیں ہے۔ آپ کے سوانح نگار سید شاہ محمد حسنین رضا قادری سجادہ نشیں خانقاہ رحمانیہ کیری شریف، بانکا (بہار) نے ایک جگہ اس تعلق سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس تذکرہ سے پتا چلتا ہے کہ خانگی تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو کر آپ نے سہسرام، کان پور، بلند شہر کا رخ کیا۔ وہاں درس نظامی کی متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی۔ اس تعلیمی سفر کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے اندر مزید حصول تعلیم کا ذوق اور بھی بڑھ گیا اور یہ جذبہ جب طغیانی پر آ گیا تو اب اس کی تسکین کے لیے صرف ایک بارگاہ تھی جہاں سائلوں کی بھیڑ تھی، پینے والوں کا میلا تھا اور لے جانے والے بھر بھر کر جامِ علم شریعت و طریقت لے جا رہے تھے۔ آپ کو بھی وہاں پہنچنے کا باطنی اشارہ ہوا اور آپ سیدھے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ گویا اب آپ اس در تک پہنچ گئے جہاں آپ کی ہر تشنگی دور ہو سکتی تھی، ہر خلش کا علاج تھا اور جہاں آپ طبیعت کے مطابق

شریعت وطریقت کا جام سیر ہو کر پی سکتے تھے"۔

فراغت: سید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارگاہ اعلیٰ حضرت میں اکتساب علم کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی فراغت کی مسرت آمیز ساعت بھی آن پڑی اور ۲۰؍ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۳ء کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس سے دستار وسند فراغت اور سند حدیث سے سرفراز ہوئے۔

میدان عمل میں: بعد فراغت آپ نے میدان عمل میں قدم تو رکھا لیکن کس کس شعبہ میں آپ نے اپنی کارکردگی سے خلق خدا کو فائدہ پہنچایا، اس کی تفصیل دست یاب نہیں البتہ ڈاکٹر امجد صاحب کی تحریر سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ آپ بریلی شریف میں دو سال تک درس وتدریس میں اپنا جوہر لٹاتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

" فراغت کے بعد آپ نانا جان کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا، ایک سال بعد آپ کے نانا شیخ حضرت شاہ عبد الحق قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں انتقال ہو گیا۔ ایسے عالم میں آپ نے پھر بریلی شریف مراجعت فرمائی اور دو سال مسلسل درس وتدریس میں مشغول رہے"۔

رضوی دار الافتا میں: آپ نے بریلی شریف کے زمانہ تدریس میں صحبت وقربت اعلیٰ حضرت کا خوب خوب فائدہ اٹھایا اور طلبہ کو افادہ اور اعلیٰ حضرت سے استفادہ میں لگے رہے۔ پھر کیا تھا صحبت وقربت کا اثر یہ ہوا کہ آپ رضوی دار الافتا کی مسند پر متمکّن ہوئے اور تقریباً گیارہ سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے۔ ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ رقم طراز ہیں:

" رفتہ رفتہ (اعلیٰ حضرت نے) انہیں اس لائق بنا دیا کہ رضوی دار الافتا میں آنے والے استفتا کا جواب دینا بھی آپ کے حصے میں آ گیا۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت کی حیات میں ہی ۱۳۲۸ھ تا ۱۳۴۰ھ فتاوے لکھے، اس پر اعلیٰ حضرت نے تصدیق فرمائی گویا اعلیٰ حضرت نے اپنے فیض ظاہری وباطنی سے شاہ صاحب قبلہ کو شریعت کا عالم اور طریقت کا عارف بنا دیا"۔

وصال: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس عظیم مگر گمنام خلیفہ کی طبیعت ۱۱/ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ کو علیل ہوئی اور دون دن اسی حالت میں بسر کرتے ہوئے ۱۳ / ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو جمعۃ المبارک کا دن گزار کر رات میں اپنے مالک حقیقی سے واصل ہوگئے۔ آپ کے حجرہ مبارکہ میں آپ کی تغسیل اور تجہیز وتکفین کے بعد کیری شریف میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱)فاضل کامل (۲)مرضی الخصائل (۳)محمود الشمائل۔

حضرت سید عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام احمد رضا کے گم نام خلفا اور تلامذہ سے ہیں۔ اور ان چنندہ اشخاص سے تھے جن کو رضوی دار الافتا میں خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو بھی بارگاہ امام سے خطاب کا تحفہ ملا۔ کب اور کہاں؟؟

فاضل کامل، مرضی الخصائل، محمود الشمائل: آپ کی فراغت (۲۰/ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۳ء بروز جمعہ) کے وقت اعلیٰ حضرت نے سند و دستار فضیلت اور سند حدیث سے نوازا اور سند میں اپنے دست مبارک سے لکھا:

"ایها **الفاضل الکامل مرضی الخصائل محمود الشمائل الرفیع الشان** مولانا عبد الرحمن قادری بن سید عبد القادر بیتھوی"۔(ماہ نامہ معارف رضا کراچی، اکتوبر ۲۰۱۲ء، ص:۲۷)

علیمِ رضا حضرت عبد العلیم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳/ اپریل ۱۸۹۲ء محلہ مشائخاں میرٹھ یو پی میں ہوئی۔ والد ماجد مولانا شاہ محمد عبد الحکیم صدیقی جوشؔ نعت گو شاعر اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۳۷/ ویں پشت میں خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق سے جاملتا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اردو، عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کی، چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک مکمّل حفظ کر لیا۔ بعد ازاں، مدرسۂ عربیہ اسلامیہ، میرٹھ، میں داخل ہوئے۔ تین جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ (اگست ۱۹۰۴ء) کو والدِ ماجد کا سایہ سر سے اٹھا، تو بقیہ تعلیم و تربیت آپ کی والدۂ ماجدہ (والدہ صاحبہ کا انتقال ۱۹۳۱ء میں اپریل کے آخر یا مئی کے شروع میں ہوا) اور برادرِ اکبر حضرت علامہ شاہ احمد مختار صدّیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی۔ چناں چہ حضرت مبلغ اعظم نے مدرسۂ قومیہ عربیہ، میرٹھ، میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۶ھ میں امتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ دینیات کے موضوع پر نیشنل عربک انسٹی ٹیوٹ سے ڈپلوما کیا۔ تبلیغ دین کے جذبے کے تحت، آپ نے علومِ جدیدہ کی طرف متوجہ ہوکر، بی۔اے کیا اور پھر وکالت کا امتحان پاس کر کے الہ آباد یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کی سند حاصل کی، میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین صاحب سے فنّ حکمت (علمِ طب) سیکھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی آپ کو شرفِ تلمّذ حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرت نے مبلغ اعظم رحمۃ اللہ علیہا کو ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو صحاحِ ستّہ و غیرہا کتبِ احادیث کے روایت کرنے کی سندِ اجازت عطا فرمائی۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے برادرِ اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدّیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

مرید تھے اور انھی سے خلافت بھی حاصل تھی۔ برادر اکبر کے علاوہ آپ کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قطب المشائخ حضرت ابو احمد سیّد شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی عرف ''اشرفی میاں'' نَوَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَرْقَدَہٗ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی، نیز، مذکورہ بزرگوں کے علاوہ، اپنے والد ماجد، اور حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی اور لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السنوسی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ نے روحانی فیوض کا اکتساب کیا۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبد الحق ابنِ یار محمد صدّیقی الہ آبادی مہاجر مکی سے، جن کی دلائل الخیرات شریف کی سند بہت معروف ہے، دلائل الخیرات کی اجازت لی۔

تصنیف و تالیف: آپ نے مختلف موضوعات پر کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو آپ کی علمی صلاحیتوں کی غماز ہیں۔ آپ کی گراں قدر تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری نقش بندی فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی قدس سرہٗ نے تالیف و تصنیف پر بھی خاطر خواہ توجہ دی۔ اور کثیر تعداد میں قابلِ فخر تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ لیکن افسوس ان میں سے بہت سی تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔ اور جو طبع ہوئیں ان کا شایانِ شان اہتمام نہ کیا گیا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

(۱) ذکرِ حبیب (دو حصے) (۲) کتاب تصوف (۳) بہارِ شباب (نوجوانوں کی اصلاح کے لیے بہترین کتاب) (۴) احکام رمضان (یہ تصانیف اردو میں ہیں) (۵) اسلام کی ابتدائی تعلیمات (۶) اسلام کے اصول (۷) اسلام اور اشتراکیت (۸) انسانی مسائل کا حل (۹) اسلام میں عورت کے حقوق (۱۰) مکالمہ جارج برنارڈ شا (۱۱) مرزائی حقیقت کا اظہار (یہ تصانیف انگریزی میں ہیں) (۱۲) دیوبندی مولویوں کا ایمان (۱۳) سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ

قیام مساجد و تعلیمی ادارے: آپ نے جو مساجد اور علمی ادارے قائم کیے ان کی تفصیل اس طرح ہے:

"حنفی مسجد کولمبو (سیلون)، مسجد ناگیریہ (جاپان)، سلطان مسجد (سنگاپور)، عربک یونی ورسٹی (ملایا)، دی مسلم ڈائجسٹ (ڈربن جنوبی افریقہ)، اسٹار آف اسلام (سیلون)، پاکستان نیوز (پاکستان)، اسلامک ورلڈ (یوایس اے) وغیرہ۔

تنظیم و سوسائیٹی کا قیام: آپ کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ دین کی دعوت و تبلیغ ہے جس کے لیے مختلف تنظیموں، اداروں اور سوسائٹیوں کی بنیاد بھی ڈالی۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے غلام مصطفی رضوی رقم طراز ہیں:

"۱۹۲۸ء میں موریشس میں تنظیم "حزب اللہ" کی بنیاد ڈالی...۱۹۲۹ء میں سیلون میں "مسلم مشنری" کی بنیاد ڈالی... موریشس میں "حلقہ قادریہ اشاعت اسلام" قائم فرمایا... ۱۹۳۳ء میں کولمبو کے نزدیک "غفوریہ عربی اسکول" قائم کیا...۱۹۳۴ء میں ڈربن میں "انٹرنیشنل اسلامک سروس سینٹر" قائم کیا ...۱۹۳۶ء میں ہانگ کانگ میں "یتیم خانے" کی بنیاد ڈالی...۱۹۳۹ء میں موریشس میں "مسلم یونیٹی بورڈ اور مسلم یوتھ بریگیڈ" قائم فرمایا...۱۹۴۹ء میں کمیونزم کے خلاف تنظیم "بین المذاہب" کی تشکیل فرمائی...اسی سال قاہرہ میں تنظیم "بین المذاہب الاسلامیہ" کی بنیاد رکھی..."۔

دعوتی و تبلیغی دورے: آپ نے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے مختلف ممالک بلکہ بعض کے بقول ساری دنیا کا دورہ کیا اور کامیاب دورہ کیا۔ آپ کے تبلیغی دورے کی مختصر تفصیل یہ ہے:

"آپ نے ۱۹۵۱ء میں خصوصی طور پر پوری دنیا کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ جن میں قابل ذکر ممالک انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، سعودی عرب، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون وغیرہ تھے۔ ان کے علاوہ برما، انڈو چائنا، چین، جاپان، ماریشیش، جنوبی و مشرقی افریقہ کی نوآبادیات، سری نام، ملایا، عراق، اردن، شام، مصر، فلسطین وغیرہ وغیرہ ممالک کی مختلف ریاستوں، شہروں، دیہات اور قصبات وغیرہ کا دورہ کیا اور اسلام کی تبلیغ فرمائی اور فکر رضا کو عام کیا۔ ان دوروں میں آپ نے

تمام مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے دنیا کی مشہور شخصیات میں بورینو کی شہزادی Gladys Palmer ماریشیش کے فرانسیسی گورنر Merwat ٹرینی ڈاڈ کی ایک خاتون وزیر Murifl Donawa مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ آپ کی علمی و روحانی شخصیت سے محمد علی جناح، مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البناء، سیلون کے آنر یبل جسٹس ایم مروانی، کولمبو کے جسٹس ایم ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس دتؔ، اور مشہور انگریزی ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برناڈ شا جیسی مشہور ہستیاں بے حد متاثر تھیں۔

۷/اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسہ جنوبی افریقہ میں جارج برناڈ شا سے علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے برناڈ شا کے مختلف سوالات کے جوابات اس انداز سے دیے کہ دنیا کا عظیم فلاسفر آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگا۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کا تقابلی جائزہ تاریخ، سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں اس طرح بیان کیا کہ برناڈ شا پھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ: ”عبدالعلیم! تم جو کہہ رہے ہو وہی اسلام ہے تو مستقبل میں جو مذہب حکومت کرے گا وہ اسلام ہی ہوگا“۔

وصال: چالیس سال تک دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے کر ۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء (۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) کو مدینہ منورہ میں اپنے محبوب حقیقی سے جاملے، اور تعلیمات اسلامیہ کی تبلیغ و اشاعت کے انعام کے طور پر جنت البقیع میں جگہ ملی، اس نابغۂ روزگار ہستی کے وصال سے تاریخ اسلام کا ایک روشن ورق الٹ گیا۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) علیم رضا (۲) واعظ خوش بیاں۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے ایک عظیم اسلامی اسکالر اور امام احمد رضا کے نام ور خلفا سے تھے اور یہ کہنا بالکل حق ہے کہ بیرون ہند رضا اور

افکار رضا کی ترسیل و تبلیغ کا کارنامہ آپ کے حصہ میں آیا۔ آپ کو امام احمد رضا سے حد درجہ لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ زیارت روضہ رسول سے واپسی کے بعد سب سے پہلے آپ نے بارگاہ امام میں حاضری دی اور امام احمد رضا کو بھی آپ سے گہرا لگاؤ تھا اس لیے امام نے اپنے نام کے ساتھ آپ کے نام کو ضم کیا اور آپ کو "علیم رضا" سے یاد فرمایا۔

علیم رضا: بارگاہ امام سے آپ کو "علیم رضا" کا خطاب ملا اور یہ خطاب آپ کو اتنا پیارا تھا کہ نیچریوں کے رد میں امام اہل سنت کے رسالے "الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ" پر جب مبلغ اسلام نے تصدیق کی تو بعد تصدیق اپنا نام یوں تحریر فرمایا:

"واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اکمل واتم۔ فقیر محمد علیم رضا القادری غفرلہ"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۵)

نیز مصنف "حیات علیم رضا" مذکورہ خطاب کے امام کی طرف سے عطا ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" آپ کا شمار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص خلفا میں تھا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو "علیم رضا" کے لقب سے بھی مشرف فرمایا " ۔(حیات علیم الرضا، ص:۱۲)

واعظ خوش بیان: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے تیار کی گئی پچاس خلفا کی فہرست میں آپ کا نام اس طرح شامل ہے:

"جناب مولانا الحاج المولوی محمد عبد العلیم الصدیقی ۲۳۶ محلہ مشائخاں میرٹھ عالم فاضل **واعظ خوش بیان** ومجاز طریقت"۔

بڑے مولانا حضرت رحیم بخش مظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت و تعلیم: عارف باللہ بڑے مولانا علامہ مفتی محمد رحیم بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضع باتھ اصلی مظفر پور (سیتامڑھی) بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کی، اور اعلیٰ تعلیم کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے، اس وقت وہاں باضابطہ مدرسہ کا انتظام نہیں تھا، سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکان پر ہی خاندان کے افراد اور مخصوص حضرات کو تعلیم دیتے تھے۔ بڑے مولانا کو حضور حجۃ الاسلام برکت الانام علامہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہم درس و ہم سبق ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پہلے سفر میں سات سال اور دوسرے سفر میں پانچ سال یعنی بارہ سال امام اہل سنت کی بارگاہ عالی میں رہ کر جملہ علوم و فنون میں مہارت و تربیت حاصل کی اور یگانۂ روزگار ہو کر واپس ہوئے۔

خدمات: بعد فراغت سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حکم پر شمالی دیناج پور مغربی بنگال کے علاقہ ڈیمٹھی، اسلام پور میں خدمت دین و اشاعت سنیت اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۲۶ھ) کے وصال کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں ان کی جگہ پر حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۲ھ) نے آپ کا تقرر فرمایا اور اس کے لیے حضور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنفس نفیس باتھ اصلی تشریف لائے، ممدوح گرامی کا وہاں جانا طے ہو گیا، لیکن کچھ رشتہ داروں کی ریشہ دوانیوں کے سبب غیر معمولی تاخیر ہو گئی، اس لیے بریلی شریف نہ پہنچے، پھر دوبارہ بنگال تشریف لے گئے، کچھ دنوں مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا (سیتامڑھی) میں بھی تدریسی خدمت انجام دی۔

بیعت و خلافت: آپ سرکار اعلیٰ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور آپ ہی سے خلافت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ سرکار اعلیٰ حضرت سے آپ کی خلافت و اجازت کا واقعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور مفسر اعظم ہند (م

۱۳۸۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

"۲۰/ اپریل ۱۹۶۲ء کوڈیمٹھی، اسلام پور (دیناج پور، مغربی بنگال) پہنچنا ہوا، ۲۵/ کو یہاں سے روانگی ہوئی، یہاں بھی ایک دو جلسے ہونے ہیں، یہاں حاجی محمد حلیم صاحب سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ تھا کہ مرید ہوں، مونگیر (مولوی محمد علی مونگیری) کی طرف خیال تھا، کوئی فقیر منش شخص مانع ہوئے، اور مولانا رحیم بخش صاحب باتھوی فاضل بریلی مرحوم و مغفور کی طرف اشارہ کیا، ان سے ہوجاؤ، انہوں نے مولانا رحیم بخش صاحب مرحوم سے کہا، انہوں نے فرمایا مجھے اعلیٰ حضرت سے اجازت نہیں ہے، جب تک اجازت نہ لے لوں بیعت نہیں کر سکتا، چناں چہ بہ قصد اجازت بریلی کا سفر کیا، اور بھی کچھ صاحبان ہمراہ تھے، یہ فقیر بھی، اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ فرمایا: اجازت ہے فوراً واپس جاؤ، ہم راہیان پر اعلیٰ حضرت کی اس کرامت کا عجیب اثر ہوا، چناں چہ مولانا رحیم بخش مرحوم باتھوی واپس ہوئے اور یہاں کے لوگوں کو مرید کیا، اس لیے اس نواح کے باشندگان کو حق و باطل کی خوب تمیز ہے"۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، جون ۱۹۶۲ء، ص:۱۱)

وصال: مرض طاعون میں آپ کا وصال ہوا، اس طرح شہادت کا مرتبہ پایا، باتھ اصلی کے جنوبی قبرستان میں آپ کا مزار مرجع خلائق و منبع برکات اور فیض بخش عام ہے۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) بڑے مولانا۔

بڑے مولانا: امام اہل سنت کے خلیفہ میں ایک نام " مولانا رحیم بخش مظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کا بھی آتا ہے۔ آپ کو امام اہل سنت کی طرف سے کون سا خطاب عطا ہوا؟ اس تعلق سے مفتی اشرف رضا قادری مہاراشٹر کی تحریر کے علاوہ کوئی اور حوالہ نہیں۔ مفتی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

"امام اہل سنت نے آپ کو **"بڑے مولانا"** کا خطاب و لقب عطا فرمایا"۔

ناصر سنت قاطع بدعت ابوالمساکین ضیاالدین پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: اسم گرامی مولانا ضیاءالدین، کنیت ابوالمساکین ہے۔ والد کا اسم گرامی مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔

ولادت: ابو المساکین حضرت علامہ مفتی شاہ ضیاءالدین تلہری ثم پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت ایک متدین اور علمی گھرانے میں شوال المکرم ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۴ء میں تلہر ضلع شاہ جہاں پور (یوپی) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر والد ماجد حضرت مولوی حسین علی تلہری مرحوم سے حاصل کی، علم حدیث کے حصول کے لیے اپنے والد ماجد کی اجازت سے مدرستہ الحدیث پیلی بھیت کا سفر فرمایا، جہاں امام المحدثین حضرت علامہ مفتی شاہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند شیخ الحدیث پر متمکّن تھے۔ آپ نے حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بار گاہ گوہر بار میں زانوے ادب تہ فرما کر صحاح ستہ کا درس لیا اور فن حدیث میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ آپ کی ذہانت اور تبحر علمی کو دیکھتے ہوئے حضرت استاذ محترم نے علم طب حاصل کرنے کا مشورہ دیا، آپ کے ایماء پر تکمیل الطب کالج لکھنو تشریف لے گئے اور بہت ہی انہماک کے ساتھ ذی صلاحیت اساتذہ سے علم طب حاصل کیا۔

درس و تدریس: تکمیل الطب کے بعد باقاعدہ طبابت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ قال اللہ اور قال الرسول کے درس ہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔

تحریری خدمات: حضرت علامہ ضیاء الدین رضوی پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تدریسی صلاحیت کے ساتھ ساتھ تحریری دنیا میں کامل دسترس حاصل تھا، اسی صلاحیت کو کار آمد بنانے کے لیے خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ ''ماہنامہ تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ کی ادارت کے لیے منتخب فرمایا، آپ نے کئی سال تک بحیثیت

مدیر خدمت انجام دی، رسالے کو بام عروج تک پہنچایا۔ آپ نے صحافت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی مسلک اہل سنت کے پیغام کو عوام تک پہنچانے میں ایک منفرد مثال پیش کی ہے، آپ کی چند قابل ذکر کتابیں یہ ہیں:

(۱) ذکرابرار (۲) ضیاءالرشاد (۳) التحقیق المعلیٰ (۴) فرامین شریعت (۵) مراتب سیاست۔

بیعت و خلافت: محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ بروز جمعرات بریلی شریف حاضر ہوئے وہیں اعلیٰ حضرت کی پہلی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت اپنے اس چہیتے مرید کے علمی طنطنہ، تحریری وصحافتی لیاقت، تدریسی تبحر اور فقہی صلاحیت کے اس حد تک معترف تھے کہ اپنے خلفا اور تلامذہ کے درمیان آپ کی رفعت شان بیان کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حاضر بارگاہ خدمت ہوئے، اعلی حضرت کا مزاج شریف اوج ثریا پر تھا، آپ کو دیکھتے ہی قریب آنے کا حکم دیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا نیز اوراد و وظائف کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

وصال: ۲۸/ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء بوقت فجر بحالت نماز روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، آپ کے شاگرد عزیز شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مفتی شاہ الحاج حشمت علی خاں لکھنوی ثم پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتیوں والی مسجد سے متصل تدفین عمل میں آئی۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) ناصر سنت (۲) قامع بدعت۔

امام اہل سنت کے خلفاے کرام میں ایک نام ابوالمساکین مولانا محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی کا بھی آتا ہے۔ نیچریوں کے رد میں امام اہل سنت کے رسالے "الدلائل القاھرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ" میں آپ کی تصدیق کو درج ذیل القاب کے ساتھ جگہ دی گی ہے:

"تصدیق ناصر سنت قامع بدعت مولانا مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب زید مجدہم

(۵۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد اللہ العزیز الکریم والصلٰوۃ والسلام علی حبیبہ الرؤف الرحیم.

فتوائے مبارکہ فرستادہ ناصر ملت حقہ، ناشر سنت سنیہ، قاطع اعناق بدعات شنیعہ، قامع بیخ محدثات قبیحہ، سرشکن فرق باطلہ من الندوۃ والوہابیۃ والنیاچرہ، ماحی وطغیان، حامی ودین وایمان جناب قاضی قاسم میان امام جامع شہر گونڈل متعلق کاٹھیاوار صانہ المولی الستار عن شرور الاشرار (خدائے ستار انھیں اختراز کے شر سے محفوظ فرمائے۔ت) فقیر کی نظر سے گزرا خلعت صدق وثواب سے اراستہ زیور شدہ ہدایت سے پیراستہ پایا"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۲۰)

حافظ المسائل عبد الکریم چتوڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تعارف: خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی عبد الکریم قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چتوڑ گڑھ کے رہنے والے تھے، چھینبا برادری سے تعلق رکھتے تھے، بہت خوبصورت اور جید عالم دین تھے۔

درس و تدریس: حضرت مولانا عبد الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فراغت کے بعد غالبًا چتوڑ گڑھ ہی میں تدریس کی خدمات انجام دیں علاوہ ازیں مدرسہ اسلامیہ اودے پور میں بحیثیت صدر مدرس آپ کی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے۔

تصنیف و تالیف: حضرت علامہ عبد الکریم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی اپنی قوم کی اصلاح کی کوشش کی، آپ کی تالیفات و تصنیفات کا تذکرہ صحیح طریقہ سے کہیں نہیں البتہ ایک کتاب "مسائل قربانی و عقیقہ" کے نام سے دست یاب ہے جس پر مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعائیہ کلمات پر مشتمل درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

"نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیر نے عزیز کریم صاحب فکر قویم و عقل سلیم حامی سنت ماحی بدعت مولانا عبد الکریم صاحب ادامہ مولاہ الرؤف الرحیم بالفیض والمواجب کا یہ نافع رسالۂ جلیلہ مطالعہ کیا، بکرمہ تعالیٰ وفضلہ مسائل صحیحہ پر مشتمل پایا۔ فجزاہ سبحانہ تعالی جزاء حسنا۔ مولیٰ اس سے مسلمانوں کو نفع بخشے اور مصنف سلمہ کو شرف قبول اور اجر موفور و مقبول عنایت کرے (آمین) فقط فقیر مصطفی رضا قادری نوری عفی عنہ"۔

وصال: حضرت مولانا عبد الکریم محدث بھیرو گڑھی کا وصال ۱۵ر صفر المظفر کو ضلع اجین ایم پی میں ہوا، وہیں آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔

خطابات

حافظ المسائل: آپ کو امام احمد رضا قادری سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اپنے مرشد کی

بارگاہ سے آپ کا رشتہ بڑا مضبوط تھا، بارگاہِ مرشد میں کئی بار حاضری کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اور بذریعہ استفتا بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری اور استفادہ کی سعادت ملی۔ فتاویٰ رضویہ میں بھی آپ کے آٹھ استفتے موجود ہیں اور آپ کی رہنمائی میں ۴۲ر استفتا اودے پور سے ہوئے جو فتاویٰ رضویہ کے مختلف جلدوں میں شامل ہیں۔ آپ کو بھی امام اہل سنت نے خطاب سے نوازا لیکن خود امام یا ممدوح کی کوئی تحریر اس تعلق سے نہیں، البتہ حضرت مولانا محمد نعیم اللہ فیضی، ایڈیٹر ماہ نامہ صراط مستقیم اودے پور جنہوں نے حافظ مسائل کو دیکھا، سنا اور سمجھا کی رویت سے مولانا اسلم رضا ثقافی لکھتے ہیں:

" امام احمد رضا قادری قدس سرہ بھی مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قدر کرتے تھے، انھیں "**حافظ المسائل**" کے خطاب سے بھی نوازا"۔(یادگار رضا، ممبئی ۲۰۱۵، ص:۱۳۲)

حضرت شیخ ابوالحسین سید محمد بن عبدالرحمن المرزوقی مکی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام محمد بن عبدالرحمن بن مجوب المرزوقی حنفی مکی اور کنیت ابوالحسین تھی۔

تاریخ ومقام ولادت: شیخ ابوالحسین کی ولادت ۱۲۸۴ھ میں مکہ میں ہوئی۔

تحصیل علم: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کم عمری میں قرآن کریم حفظ کر کے فقہ اسلامی کے متون کو حفظ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ مفتی مکہ شیخ صالح کمال کی خدمت میں رہ کر علم فقہ حاصل کیا اور اس میں عبور حاصل کیا۔ نحو، منطق، معانی، بیان وغیرہ سید بکری شطا سے حاصل کیا۔

بیعت وخلافت: شیخ ابوالحسین المرزوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ عبدالحق الہ آبادی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، آپ کے شیخ نے آپ کو خلافت واجازت سے نوازا۔ جب امامِ اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حج کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو شیخ ابو الحسین المرزوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امامِ اہل سنت سے خلافت واجازت طلب فرمائی اور امامِ اہل سنت نے آپ کو تمام سلاسل کی خلافت واجازت عطا فرمادی۔

سیرت وخصائص: قدوۃ العلماء، زینۃ الفقہاء حضرت علامہ مفتی شیخ ابوالحسین المرزوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زاہد، عابد، متقی، جواد وسخی، عالم شریعت وطریقت تھے۔ آپ ابو حنیفہ صغیر کے لقب سے ملقب ہوئے۔ فضل وکمال کی وجہ سے مسجدِ حرام میں آپ کے لیے مسندِ تدریس رکھی جاتی جس میں کبار علما حلقۂ درس میں شامل ہو جاتے۔ اسی طرح آپ کو حکومتی سطح پر ایک ہی وقت میں کئی بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا گیا، جس کو آپ نے خوش اسلوبی کے ساتھ اپنایا اور اُن عہدوں کے تمام حقوق کا تحفظ کر کے عوام الناس کو نفع پہنچایا، اور اپنی زندگی کے آخر وقت تک آپ انہی عہدوں پر فائز رہے۔ حکم شرع کی تنفیذ وتعمیل آپ کو بہت محبوب تھی، ہر وقت اسی میں ہی کوشاں رہتے کہ لوگ شریعت کی پابندی وپاس داری کریں، جہاں کہیں خلافِ شرع کوئی کام دیکھتے فوراً بلا تاخیر زدوکوب کرتے، جس کی وجہ سے لوگوں

کے ذہن میں خلافِ شرع کام کرنے کا تصور ہی نہیں آتا تھا۔ اپنے حکومتی عہدوں کو بھرپور طریقے سے نباہنے کے باوجود آپ کے دینی کاموں میں کوئی تبدیلی یا تنزلی نہیں آتی تھی، بلکہ جوش وجذبہ کے ساتھ دین کی خدمت بھی کرتے اور اسی کو اول ترجیح دیتے۔

تاریخِ وصال: شیخ ابوالحسین المرزوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۱۳۶۵ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا۔

(ماخذومراجع: امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماءِ مکہ مکرمہ)

خطابات

القابات و خطابات: (۱) امین الفتویٰ (۲) مکین التقویٰ (۳) الفاضل الجلیل (۴) السید الجمیل (۵) جامع الفضائل (۶) قامع الرذائل (۷) الفقیہ الوجیہ (۸) النبیل النبیہ۔

شیخ سید ابوالحسین محمد مرزوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکہ شریف کی علمی شخصیات سے تھے۔ آپ کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپ "ابو حنیفہ صغیر" کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ آپ کو بھی امام اہل سنت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ بھی امام اہل سنت کی عزت کرتے تھے۔ امام اہل سنت نے آپ کو بھی کئی خطاب سے یاد فرمایا۔

امین الفتویٰ، مکین التقویٰ: الاجازات المتینہ میں امام اہل سنت آپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**مولانا السید ابی حسین المرزوقی امین الفتویٰ ومکین التقویٰ**"۔ (الاجازات المتینہ، ص:۱۶)

مذکورہ کتاب ہی میں دوسرے مقام پر ایسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں جس سے امام کی کشادہ دلی کے ساتھ ساتھ علامہ مرزوقی کی شخصیت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ امام لکھتے ہیں:

"الفضل الجلیل السید الجمیل جامع الفضائل الانسیة قامع الرذائل الدنسیة الفقیه الوجیه النبیل النبیه مولانا الشیخ السید ابو الحسین محمد المرزوقی سلمه الله تعالیٰ ابن السید العالم الکبیر عبد الرحمن المکی رحمه الله تعالیٰ"۔ (مصدر سابق، ص:۲۳)

فاضل متجر مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: آپ کا اسمِ گرامی عمر الدین۔ لقب فاضل متبحر تھا۔ جب کہ علاقہ ہزارہ کی نسبت سے "ہزاروی" کہلاتے تھے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

مولانا عمر الدین بن مولانا قمر الدین بن علاء الدین بن مراد بخش بن گل محمد رحمۃ اللہ علیہم۔

مولد وموطن: آپ "کوٹ نجیب اللہ" (ضلع ہری پور ہزارہ سے چھ میل دور ایک قصبہ ہے) میں پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم: ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہوئی۔ والدِ گرامی جید عالمِ دین تھے، ان سے اکتسابِ علم کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبید اللہ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تحصیل وتکمیلِ علوم کی۔ آپ نے متحدہ ہندوستان کے مشاہیر علمائے کرام سے اکتسابِ علم کیا۔ آپ کو درسِ نظامی کے جملہ علوم وفنون پر حیرت انگیز حد تک مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ کہ حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ پر فخر فرماتے تھے۔

بیعت وخلافت: آپ تاج الفحول محب رسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔

سیرت وخصائص: علامۂ دہر، فہامۂ عصر، رئیس الفقہاء، استاذ العلماء، مفتیِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضلع ہزارہ کے مشہور زمانہ فاضل مولانا فیض عالم مصنف "وجیز الصراط" کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ کے آبا واجداد گجرات کا ٹھیاواڑ (بھارت) سے "ہزارہ" آئے تھے، اور پھر یہیں پر ہی مقیم ہوگئے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے آپ کے نہایت گہرے تعلقات تھے چناں چہ آپ کی تصنیف "اہلاک الوہابیین" پر امام اہل سنت نے مبسوط تقریظ تحریر فرمائی تھی۔ آپ کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبار علمائے اہل سنت میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کا وعظ مرتب ومدلل ہوتا تھا۔ بدعقیدوں کے رد کی طرف خاص توجہ تھی۔ عیسائی

پادریوں اور آریوں سے مناظرے کیے، بہت سے ہندو اور عیسائی آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عالی مرتبت مدرس اور مرجع انام مفتی تھے۔ آپ کے مقالات اہل سنت کے موقر جریدہ "تحفہ حنفیہ" پٹنہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ مولانا ابو المساکین ضیاء الدین پیلی بھیتی کی ادارت میں جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ کو "محلہ لودی کٹرہ پٹنہ" میں جاری ہوا اور عرصۂ دراز تک مسلک اہل سنت کی ترجمانی پوری بے باکی سے کرتا رہا۔ اس جریدے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا سلام اللہ رام پوری، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا عمر الدین ہزاروی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجلہ علما کے گراں قدر مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔

وصال: آپ کا وصال ۱۵؍ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ، مطابق ۲؍ جنوری ۱۹۳۱ء کو کوٹ نجیب اللہ (ضلع ہری پور ہزارہ، پاکستان) میں ہوا۔ اور وہیں مدفون ہیں۔

نوٹ: حضرت مولانا محمود احمد قادری رفاقتی نے "تذکرہ علمائے اہل سنت" میں لکھا ہے کہ آپ کا وصال بمبئی میں ہوا یہ درست نہیں ہے۔

(**ماخذ و مراجع:** تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان۔ تذکرہ علمائے اہل سنت)

خطابات

القابات و خطابات: (۱) جامع الفضائل (۲) قامع الرزائل (۳) حامی السنن، ماحی الفتن۔

حضرت علامہ عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور تاج الفحول کے قابل فخر مرید و خلیفہ تھے ساتھ ہی امام اہل سنت سے بھی آپ کے گہرے تعلقات تھے اور امام کی بھی خلافت و اجازت آپ کو حاصل تھی۔

جامع الفضائل، قامع الرزائل حامی السنن، ماحی الفتن: امام اہل سنت اہل علم کے قدرداں تھے، کام والوں کو سراہتے، نوازتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ علامہ ہزاروی کو بھی امام نے نوازا، ان کی کتابوں پر تقاریظ رقم فرمائیں اور نہ صرف تقاریظ بلکہ خطاب سے بھی

نوازا۔ چناں چہ "اہلاک الوہابیین علیٰ توہین قبور المسلمین" میں تقریظ لکھتے ہوئے علامہ ہزاروی کا نام درج ذیل خطاب کے ساتھ تحریر فرمایا:

" جزیٰ اللہ المجیب خیرا ویثیب۔ **جامع الفضائل، قامع الرزائل حامی السنن، ماحی الفتن مولانا مولوی محمد عمر الدین ہزاروی** جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین وعمر بہ ربوع الدین جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے، مگر بہ حکم المامور۔۔۔ نظر تکثیر اضافہ ووصل اضافہ منظور"۔
(تقاریظ امام احمد رضا مرتبہ سید صابر حسین شاہ بخاری، ناشر: اکبر بک سیلرز، لاہور، ص:۱۳۹)

علامہ ہزاروی کی کتاب " بدایۃ العہود الی مسئلۃ المفقود" پر تقریظ میں آپ کو ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں؛

" فقیر غفرلہ المولی القدیر نے رسالہ " بدایۃ العہود الی مسئلۃ المفقود" مصنفہ **مولانا و بالفضل اولانا حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی محمد عمر الدین** جعلہ اللہ تعالی کاسمہ عمر الدین وعمر بہ ربوع الدین المتین، آمین، مطالعہ کیا"۔ (مصدر سابق، ص:۲۱۵)

ضیغم ملت علامہ محمود جان جام جودھ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت و تعلیم: حضرت علّامہ محمود جان خان قادری جام جودھ پوری پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۱۲۵۵ھ کو پشاور پاکستان میں ہوئی۔ اس خاندان کے لوگ علم و ہنر شجاعت و جواں مردی اور ایثار و سخاوت کے اوصاف سے مالامال تھے، ان کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی، صاحبان حکومت و اقتدار بھی خاندان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی تکمیل اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی حافظ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر سایہ کی۔

بیعت و خلافت: آپ نے بریلی شریف جاکر جامع شریعت و طریقت، مجدد دین و ملت، عظیم البرکت امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور بیعت کے بعد ہی سند خلافت سے بھی نوازے گئے۔

دینی خدمات: حضرت مولانا محمود جان جام جودھ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحصیل علوم سے فارغ ہوکر تبلیغ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور پشاور سے منتقل ہوکر صوبہ کاٹھیاواڑ کی بستی جام جودھ پور میں اقامت پذیر ہوئے، اوائل میں بکمال دلچسپی رد نصاریٰ کی طرف زیادہ توجہ رہی، بڑے بڑے جلسوں میں پادریوں سے مناظرے ہوئے۔ کلمۃ اللہ ھی العلیا کی ضیا اور حقانیت اسلام کے انوار سے ظلمات اباطیل کا نشان تک نہ رہتا، عمر کے اواخر میں تردید وہابیہ تقریراً و تحریراً کامل فرمائی۔

تصنیف و تالیف: حضرت مولانا محمود جان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بذریعہ تحریر بھی اسلام کی خدمت فرمائی۔ اور احقاق حق و ابطال باطل فرمایا۔ آپ کی ایک عظیم الشان تصنیف "ایضاح سنت" ہے جس پر ۶۱/ جلیل القدر علماے اہل سنت کی تقریظ موجود ہیں اور دوسری کتاب "ذکر رضا" ہے جس میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کے حالات و کوائف منظوم شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔

وصال مبارک: آپ کا انتقال ۳/ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ کو جام جودھ پور میں ہوا۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱)حامی السنن، ماحی الفتن۔

حضرت علامہ محمود جان جودھ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام اہل سنت کے خلفا میں سے تھے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے امام اہل سنت کی سب سے پہلی سوانح عمری لکھی اگر چہ منظوم شکل میں۔

حامی السنن، ماحی الفتن: امام اہل سنت نے دیگر اہل علم کی طرح آپ کو بھی خالی نہیں چھوڑا بلکہ آپ کو بھی خطاب سے یاد فرمایا۔ چناں چہ آپ کی کتاب "ایضاحِ سنت" پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

"اللّٰھم لک الحمد، یہ مبارک رسالہ ہدایت قبالہ، تصنیف لطیف صاحب **المکرم اخی فی اللہ، ذی الفضل والجاہ، حامی السنن، ماحی الفتن، مولانا مولوی محمود جان صاحب قادری برکاتی پشاوری** حماہ اللہ و وقاہ و زاد فی مدارج الکمال مرتقاہ کی نظر سے گزرا۔ میں نے اسے باوصف جمال اجمال بہ قصد کافی کمال اکمال سے مزین پایا۔ حق سبحانہ نے اس زمانہ فتن ومحن میں جو مصنف کو توفیق حمایت دین و نکات مفسدین عطا فرمائی اس پر حمد الٰہی بجالایا۔ الحمد للہ، یہ فاضل مجیب سلمہ القریب پر اللہ و رسول کی منت ہے اور اس کا صلہ ان شاء اللہ الکریم ثم رسولہ الرؤف الرحیم قرب الٰہی وجنت ہے"۔(تقاریظ امام احمد رضا، ص:۱۴۱)

مرشد طریقت سیٹھ عبد الستار اسماعیل رضوی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تعارف: حضرت سیٹھ عبد الستار اسماعیل قادری رضوی جناب سیٹھ محمد اسماعیل رضوی کاٹھیاواڑی کے فرزند تھے، باپ اور بیٹے کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل تھا، آپ دین کے سچے فدائی، ایمان و سنت کے حقیقی شیدائی تھے، آپ کی زندگی کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں امام الوہابیہ مولوی اشرفعلی تھانوی رنگون (برما) پہنچا، تو آپ نے اس کو ایسی شکست فاش دی کہ اسے سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہی بن پڑی، حضرت سیٹھ عبد الستار رضوی صاحب کی کامیابی پر مرشد برحق سیدی امام احمد رضا قدس سرہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ، انہوں نے رنگون کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی'' فرار دہندۂ تھانوی از رنگون'' کا مقدس لقب عطا فرمایا، سیٹھ عبد الستار رضوی کاٹھیاواڑ (گجرات) کے رہنے والے تھے، مگر تجارت کے سلسلے میں زیادہ تر اوقات رنگون میں گزارتے تھے، وہ اپنے پیر و مرشد کے جاں نثار مرید تھے۔

حصول علم: مرشد طریقت حضرت شاہ صوفی عبد الستار اسماعیل قادری رضوی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باضابطہ علم دین کے حصول کے لیے کسی استاذ کی بارگاہ میں زانوے ادب تہ نہیں کیا ہے، علما اور مشائخ کی صحبت بابرکت نے انہیں اسلام و سنیت کی خدمت کی طرف رغبت دلائی اور مسائل شرعیہ کی جانکاری کے لیے کمربستہ ہوئے، اور جب بھی کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوا ہے تو آپ نے اپنے مرشد برحق سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علمی استفادہ کیا اور ان مسائل سے عوام کو واقف کرانے کے لیے اس کی اشاعت کر کے گھر گھر پہنچایا۔

شرف بیعت و خلافت: حضرت مرشد طریقت سیٹھ عبد الستار اسماعیل رضوی کاٹھیاواڑی کی دینی حمیت، مسلکی خدمات، رضویاتی مشن کا فروغ اور حنفیت کی اشاعت میں انتھک کوششوں کے پیش نظر حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرف بیعت سے نواز کر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت سے بھی مشرف فرمایا۔

جماعت رضائے مصطفیٰ سے وابستگی: ۷؍ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ/ ۱۷؍دسمبر ۱۹۲۰ء میں مجدد اعظم سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ بریلی شریف میں قائم فرمائی اورآپ ہی سرپرست اول قرار دیے گئے، اس تنظیم سے امام احمد رضا کے رفقاء، مریدین، خلفا اور تلامذہ زیادہ تر منسلک تھے، ان میں ”مخصوص عمائدین جماعت“ میں جماعت اہل سنت کے سرخیل میں سے ۱۸؍نفوس قدسیہ کے اسمائے مبارکہ شامل ہیں، پہلے نمبر پر مرشد طریقت حضرت سیٹھ عبد الستار اسماعیل گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم گرامی اس طور پر ہے ”(۱) حضرت عبد الستار اسماعیل رضوی کاٹھیاواڑی، مقیم رنگون۔ (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص:۴۴)

شدھی تحریک: اس تحریک نے راجستھان، آگرہ، راجپوتانہ اور دوسرے علاقوں کو نشانہ بنایا اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کا سلسلہ شروع کیا، اس تحریک کے ذریعہ فتنۂ ارتداد کی خبر جب مرکز اہل سنت بریلی شریف پہنچی تو جماعت رضائے مصطفیٰ کے مرکزی صدر حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچانے کے لیے بریلی شریف سے علما اور مشائخ کے وفود مختلف علاقوں میں روانہ کرنا شروع کیے اور اس تحریک کے سد باب کے لیے حضرت مرشد طریقت سیٹھ عبد الستار اسماعیل قادری رضوی کاٹھیاواڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وقت کی قربانی دے کر کثیر تعداد میں مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچایا۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) فرار دہندۂ تھانوی از رنگون۔

فرار دہندۂ تھانوی از رنگون: آپ کو امام اہل سنت نے مذکورہ لقب سے اس وقت یاد کیا جب آپ نے رنگون برما میں دیوبندیوں کے حکیم الامت کو شکست سے دو چار کر دیا۔ جیسا کہ ”تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ“ ہے:

" آپ کی زندگی کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں امام الوہابیہ مولوی اشرفعلی تھانوی رنگون (برما) پہنچا، تو آپ نے مولوی تھانوی کو ایسی شکست فاش دی کہ تھانوی صاحب کو سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہی بن پڑی، حضرت سیٹھ عبد الستار رضوی صاحب کی کامیابی پر مرشد برحق سیدی امام احمد رضا قدس سرہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ، انہوں نے رنگون کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی" **فرار دہندۂ تھانوی از رنگون**" کا مقدس لقب عطا فرمایا۔" (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص:۳۴۹)

امام الفقہاء والمحدثین حضرت علامہ سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب اور کنیت: کنیت ابو محمد، اسمِ گرامی سید دیدار علی شاہ بن سید نجف علی شاہ ہے۔ آپ کے پردادا سید خلیل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مشہد مقدس" سے ہندوستان تشریف لائے اور "ریاست الور" میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت: امام المحدثین سید محمد دیدار علی شاہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء بروز پیر محلہ نواب پورہ، الور میں پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم: قرآن پاک آپ نے اپنے عمِ محترم ولیِ کامل مولانا سید نثار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا۔ ابتدائی درسیات کی کتب مولانا قمر الدین اور مولانا شاہ کرامت علی سے پڑھیں، فقہ و منطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رام پوری سے کی، اور دورۂ حدیث کی تکمیل مولانا احمد علی محدث سہارن پوری اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی بارگاہ میں کی، حضرت شیخ الاسلام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہما آپ کے ہم درس تھے۔

بیعت وخلافت: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اور آپ کے قابلِ صد افتخار فرزند مفتیِ اعظم پاکستان مولانا سید ابو البرکات کو اجازت وخلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اور اد و وظائف اور تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت عطا فرمائی۔

درس و تدریس: تکمیل علوم کے بعد ایک سال مدرسہ اشاعت العلوم رام پور میں رہے، ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں الور میں قوت اسلام کے نام سے ایک دار العلوم قائم کیا، پھر لاہور جا کر جامعہ نعمانیہ میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے، ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں علامہ ارشاد حسین رام پوری کی ایما پر آگرہ میں شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے تشریف لے گئے، ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء میں دوبارہ لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خاں میں

خطابت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف قائم کی اور دار العلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی، جہاں سے سینکڑوں علما و فضلا اور مدرسین پیدا ہوئے، آج پاکستان کا شاید کوئی شہر یا دیہات ہو گا جہاں حزب الاحناف کے فارغ التحصیل علما دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔

تصانیف : آپ نے جہاں درس اور جلسے کے ذریعہ مسلک اہل سنت کی خدمات انجام دی ہیں، وہیں تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی اسلام و سنیت کے پیغامات کو فروغ دیا ہے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

(۱) تفسیر میزان الادیان تفسیر سورہ فاتحہ (۲) ہدایۃ الغوی در رد روافض (۳) رسول الکلام (۴) تحقیق المسائل (۵) ہدایۃ الطریق (۶) سلوک قادریہ (۷) علامات وہابیہ (۸) فضائل رمضان (۹) فضائل شعبان (۱۰) دیوان دیدار علی فارسی (۱۱) الاستغاثہ (۱۲) دیوان دیدار علی اردو۔

وصال مبارک: حضرت امام المحدثین حضرت علامہ شاہ مفتی دیدار علی قادری چشتی رضوی کا وصال مبارک ۲۲/ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ/ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ہوا، اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے۔ نماز جنازہ آپ کے شہزادے حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، ص: ۱۴۰ تا ۱۴۳)

خطابات

القابات و خطابات : (۱) عالم جلیل (۲) فاضل نبیل (۳) سید الفاضل (۴) الجید الفاصل (۵) ذوالفخر۔

امام المحدثین سید دیدار علی رضوی کو امام اہل سنت سے خاص تعلق خاطر تھا یہی وجہ ہے کہ آپ خود بھی امام کے شاگرد و خلیفہ ہیں اور آپ کے صاحب زادے بھی آپ کی رہنمائی سے امام کے شاگرد و خلیفہ ہیں۔ امام اہل سنت کی بارگاہ سے آپ کو بھی مختلف القابات ملے

جس کی تفصیل یہ ہے:

عالم جلیل، فاضل نبیل: نیچریوں کے رد میں امام اہل سنت کا رسالہ "الدلائل القاہرة علی الکفرة النیاشرة" کی آپ نے تصدیق فرمائی جسے فتاویٰ رضویہ میں ان القاب کے ساتھ جگہ دی گئی:

"تصدیق **عالم جلیل فاضل نبیل جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری مفتی آگرہ**"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۵، ص:۱۲۱)

بارگاہ امام سے ملنے والی ایک سند میں آپ کو ان القاب سے یاد کیا گیا:

"**سید الفاضل والجید الفاضل ذاالفخر**۔۔۔ والقدر العلی مولانا المولوی ابا محمد دیدار علی العلوی الحیدری الرضوی الالوری مفتی اکبرآباد"۔ (امام احمد رضا اور علماے لاہور مرتبہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروگریسو بکس، لاہور، ص:۱۵۸)

خلیفہ تاج الدین احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام و تحصیل علم: مولانا تاج الدین قادری بن شیخ محمد عیسی موضع میاں والی راجیاں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ درس نظامی کا استفادہ سید غلام رسول سے کیا، درس حدیث کے لیے لاہور تشریف لائے اور مولانا شہاب الدین سے درس حدیث لیا اور ایک روایت کے مطابق مولانا تاج الدین نے مدرسہ نعمانیہ سے دستار فضیلت حاصل کی۔

بیعت و ارادت: تحصیل علم کے بعد آپ سلسلہ عالیہ قادریہ پیر صاحب مانکی حضرت عبدالوہاب قادری (م ۱۹۰۴ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

خدمات: خلیفہ تاج الدین احمد صاحب انجمن نعمانیہ کے بانی اراکین سے ہیں اور دبیر ثانی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے، آپ لاہور میں چیف کورٹ پنجاب کی عدالت کے مختار عدالت تھے، آپ انجمن کے سالانہ جلسوں کے انعقاد کے موقع پر علما و فضلا کو تحریری دعوت نامہ بھیجتے تھے۔ انجمن نعمانیہ کے ابتدائی رسائل آپ ہی کی سرپرستی میں چھپتے تھے، مولانا تاج الدین بھی مفتی سلیم اللہ خاں کی طرح انجمن نعمانیہ کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔

وصال: آپ کا وصال ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں ہوا، سید دیدار علی شاہ الوری نے نماز جنازہ پڑھائی اور مسجد تاج الدین کے احاطہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

خطابات

القابات و خطابات: (۱) ذوالمجد والکرم (صاحب مجد و شرف) (۲) حامی سنت ماحی بدعت۔

ذوالمجد والکرم (صاحب مجد و شرف)، حامی سنت ماحی بدعت: حضرت خلیفہ امام اہل سنت کے مستفیدین میں ایک خاص مقام رکھتے تھے اور امام سے آپ کے گہرے تعلقات بھی تھے۔ وقتاً فوقتاً بذریعہ استفتا آپ سے مستفید ہوتے اور امام اہل سنت بھی آپ کو

کبھی اپنی بارگاہ سے خالی نہ لوٹاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے امام کی بارگاہ میں ایک مدرس کے لیے خط لکھا تو امام نے آپ کو جواب میں لکھا:

"بملاحظہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم حامیِ سنت ماحیِ بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کرمہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں توقیت سے تنہا آگاہ ہیں" (کلیات مکاتیب رضا، ج:۱، ص:۱۰،۲۰۹)

مرشد طریقت مولانا قاضی محمد قاسم میاں گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرشد طریقت حضرت مولانا قاضی محمد قاسم میاں قادری رضوی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خلافت کا تذکرہ اپنے پچاس خلفا کی فہرست میں ۱۴ر ویں نمبر پر یوں کیا ہے " جناب قاضی قاسم میاں صاحب پور بندر کاٹھیاوار حامی سنت، مجاز طریقت"۔

حسام الحرمین کی تصدیق: سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف لطیف حسام الحرمین پر جب علمائے دیوبند نے واویلا مچانا شروع کیا کہ مولانا احمد رضا صاحب نے من مانی عربی عبارت بنا کر علمائے حرمین شریفین سے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگوایا ہے، تو اس حقیقت کو سامنے لانے کے لیے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متحدہ ہندوستان کے اکابر علمائے اہل سنت سے علمائے دیوبند کی کفری عبارتوں پر فتاویٰ حاصل کیے اور " الصوارم الھندیہ" کے نام سے ترتیب دے کر اس کی اشاعت کی، حضرت پیر طریقت مولانا محمد قاسم میاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی حسام الحرمین پر تصدیق کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا:

"(۲۴۴) بے شک فتاویٰ حسام الحرمین الکریمین نہایت حق و صحیح و قابل قبول مسلمانان ہیں فقط۔ خادم الطلبہ (مولانا) قاسم میاں رضوی عفی عنہ، ساکن گونڈل، کاٹھیاوار (گجرات)

حضرت پیر طریقت مولانا محمد قاسم میاں قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نیچریت کی تبلیغ پر قدغن لگانے اور اس کے عقائد باطلہ سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے بارگاہ فقیہ اسلام مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ایک استفتا بھیجا۔ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا محمد قاسم رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس استفتا کو پڑھنے کے بعد ان کے دل کی آواز کو محسوس کیا اور امت مسلمہ کے ایمان و عقیدے کی صیانت اور عوام اہل سنت کو فرق باطلہ کے فریب سے بچانے کے لیے اس تحریر پر عمیق غور و خوص

فرمانے کے بعد اختصار سے جواب نہ دے کر قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین، محدثین عظام اور فقہاے اسلام کے اقوال کی روشنی میں دلائل وبراہین سے مزین " الدلائل القاہرہ علی کفرۃ النیاشرۃ " تحریر فرمایا جس نے قصر باطل میں زلزلہ پیدا کر دیا۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) حامی سنت۔

امام اہل سنت نے آپ کو "**حامی سنت**" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفا کی فہرست میں آپ کا تذکرہ ۴۱/ویں نمبر پر یوں کیا ہے:

" جناب قاضی قاسم میاں صاحب پور بندر کاٹھیاوار **حامی سنت**، مجاز طریقت "۔

مبلغِ اسلام شاہ احمد مختار صدّیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب: احمد مختار صدّیقی بن شاہ عبد الحکیم جوش و حکیم بن شیخ پیر بخش بن شیخ غلام احمد۔ والدِ ماجد نے ''احمد مختار'' اور دادی صاحبہ نے ''امام الدین'' نام رکھا۔

ولادت: بروز پیر ۷/ محرّم الحرام ۱۲۹۴ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۱۸۷۷ء کو صوبۂ اُتر پردیش کے مردم خیز شہر میرٹھ (انڈیا) کے محلّہ مشائخاں، اندر کوٹ میں ہوئی۔

تحصیلِ علم: حضرت احمد مختار صدّیقی پانچ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوئے اور قرآنِ مجید وہیں ختم کیا۔ اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی اور درسِ نظامی کی تکمیل مدرسۂ اسلامی، اندر کوٹ، میرٹھ میں علامہ ناظر حسن صاحب سے ۱۳۱۰ھ میں کی۔ ۱۹۰۳ء میں شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبد الحق صدّیقی الٰہ آبادی (متوفّٰی ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) کی خدمت میں مکّہ مکرمہ اور ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں شیخ سیّد محمد امین رضوان کی خدمت میں مدینہ منوّرہ حاضر ہوکر ۱۳۲۳ھ میں علمِ حدیث کی تکمیل کی۔ بریلی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے اور گنج مرادآباد میں مولانا احمد میاں صاحب خلف اکبر حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی (۱۲۰۸ھ تا ۱۳۱۳ھ) سے بھی فیوضِ علمی حاصل کیے اور علومِ جدیدہ سے بھی بہرہ ور ہوئے، آپ کو انگریزی میں بھی دسترس حاصل تھی۔

بیعت وخلافت: آپ کے والد ماجد کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ تا ۱۳۱۷ھ) سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا اور سلسلہ ہائے قادریہ غوثیہ و نقش بندیہ غوثیہ میں آپ حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی (۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء تا ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے خلیفۂ مُجاز تھے۔ حضرت احمد مختار نے اپنے والدِ ماجد سے بیعت ہوکر مذکورہ تینوں سلاسل میں خلافت حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویّہ میں تاجِ خلافت پہنا اور قطب المشائخ حضرت مولانا ابواحمد سید شاہ علی حسین الاشرفی الجیلانی کچھوچھوی عرف اشرفی میاں (۱۲۶۶ھ تا ۱۳۵۵ھ) سے سلسلۂ اشرفیہ میں شرفِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت حاجی سیّد وارث علی شاہ سرکارِ دیوہ شریف (۱۲۳۲ھ تا ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) اور حضرت شیخ سیّد محمد امین رضوان مدنی وغیرہم اکابر صوفیہ

سے بھی فیوضِ روحانی حاصل کیے۔

خدمات: حضرت شاہ احمد مختار صدیقی نے تعلیم قرآن مجید کو رواج دینے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ مانڈے میں اعلیٰ تعلیم کا ادارہ قائم کیا، ڈربن میں عورتوں کو تعلیم کی طرف راغب فرمایا، افریقہ میں مسلم ماحول میں تعلیم کی لہر دوڑانے کے لیے ۱۹۰۸ء میں "الاسلام" نام سے گجراتی اخبار نکالا۔ یتیموں اور مسکینوں کی حالت زار آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی، چناں چہ ۱۹۱۸ء میں میرٹھ میں اور ۱۹۳۵ء میں ڈربن میں مسلم "دار الیتامیٰ و المساکین" کھولا، عیسائی مشنیری اپنے دور حکومت میں ہندوستان میں اپنے مذہب کو پھیلانے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کرتی تھی، اس کو پامال کرتے رہے اور ہندوستان وافریقہ میں اسلام کی اشاعت کا کام کیا۔

حضرت شاہ احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریک خلافت میں بھی سرگرم حصہ لیا، ۱۹۲۱ء میں حضرت محدث بریلوی قدس سرہ تحریک خلافت کے قائدین کے غیر شرعی افکار واعمال کی وجہ سے خلاف میں فتاویٰ جاری فرما چکے تھے، مگر اسلامی جوش میں آپ اور آپ کے دونوں بھائی خطیب العلما علامہ نذیر احمد خجندی اور مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی نے خلافت فنڈ میں تین لاکھ روپے جمع کرائے۔ ۱۹۲۱ء کو حضرت خطیب العلما گرفتار ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں شاہ احمد مختار صدیقی گرفتار ہوئے۔

وصال: حضرت علامہ شاہ احمد مختار صدّیقی میرٹھی علم و عمل سے بھرپور زندگی گزار کر بروز پیر بعدِ مغرب، ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ر جولائی ۱۹۳۸ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مزار دمّن (پرتگیز)، انڈیا میں ہے۔

خطابات

القابات وخطابات: (۱) واعظ خوش بیان۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دیگر خلفا کی طرح آپ کو بھی اپنے خلفا میں شامل فرمایا اور خطاب سے بھی نوازا۔ اپنے خلفا کی فہرست میں آپ کا نام اعلیٰ حضرت یوں درج فرماتے ہیں:

جناب مولانا الحاج مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۲۳۶ محلہ مشائخاں میرٹھ، عالم فاضل واعظ خوش بیان و مجاز طریقت۔
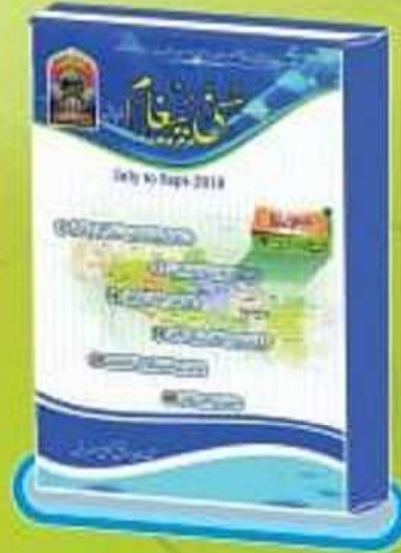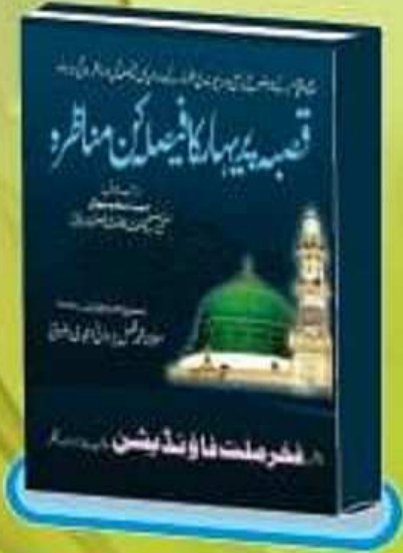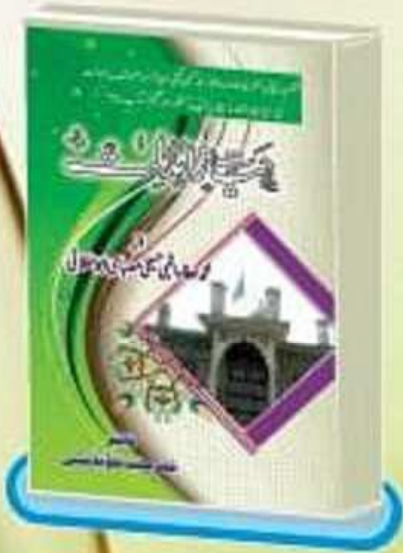
فخر ملت فاؤنڈیشن، نیپال کی مطبوعات
حیات محدث اعظم نیپال
قصبہ پیپرا کا فیصلہ کن مناظرہ
فخر ملت فاؤنڈیشن
Rs. 200/-
Published by...
Fakhr e Millat Foundation,Nepal